شرک کے چور دروازے

مصنفین

حافظ حامد محمود الخضری

ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی

انتساب

اپنے محبوب

اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیك کے نام

میری انتہائے نگارش یہی ہے
تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

فہرست مضامین

باب أوّل

توحید

دوسرا باب

شرک

باب سوم

شرک کے چور دروازے

خطبہ مسنونہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ ❶، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ❷، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ❸ وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ❹، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ❺

يٰٓـأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ o❻ يٰٓـأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ط وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ ط إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًاo❼ يٰٓـأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيْدًا o يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا o❽

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهُدَى هُدٰى مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ❾ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَا لَةٌ ❿، اَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ."

---

❶ ❸ ❹ ❺ صحیح مسلم، کتاب الجمعه، باب تخفیف الصلاۃ والجمعه، حدیث: ۲۰۰۸،

❻ ❼ ❽ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب في خطبة النکاح، حدیث: ۲۱۱۸(نَحْمَدُہ کے بغیر) مسند احمد ۳۹۳/۱(إنّ اور نَحْمَدُہ کے بغیر)جامع الترمذی ،کتاب النکاح ،باب ماجاء فی خطبة النکاح ، حدیث۱۱۰۵ (نَحْمَدُہ کے بغیر)ابن ماجه بحواله مشکوٰۃ المصابیح ، حدیث= ۳۱٤۹ تصحیح فضیلة الشیخ الالبانیؒ وقال: حدیثٌ صحیحٌ ۔ ❷ جامع الترمذي ،حواله سابقه

❻ سورة آل عمران آیت نمبر ۱۰۲ ❼ سوة النساء آیت نمبر۱ ❽ سورة الاحزاب آیت نمبر ۷۰۔۷۱

❾ فَانَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ...... کے الفاظ مسند احمد ۱۲۷/٤ (جلدنمبر ٥)کے ہیں۔

❿ صحیح مسلم حدیث: ۲۰۰۵.

تقریظ

(محدث زماں، فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ. وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَأَهْلِ طَاعَتِهِ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ!

زیرنظر رسالہ ''شرک کے چور دروازے'' اختصار اور جامعیت کا بڑا حسین مرقع ہے۔ ہم نے اسے چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا اور اس کی فہرست بھی ملاحظہ کی اور اسے موضوع اور مادۂ علمیہ کے اعتبار سے انتہائی مفید پایا۔

آج کل کے پرفتن دَور میں جو جہالت وضلالت میں، قبل از بعثت کی جاہلیت سے دو ہاتھ آگے بڑھ چکا ہے، اس رسالہ کی بڑی تعداد میں طباعت وتوزیع کی ضرورت ہے۔

شرعی نصوص کی روشنی میں شرک اکبرالکبائر ہے، سب سے خطرناک اور موذی مرض ہے، جس کی انسان کے عقیدہ یا عمل میں ذرّہ برابر موجودگی مہلک ترین ہے، اورالمیہ یہ ہے کہ اس کی یلغار انتہائی خفیہ ہوسکتی ہے: ((اَلشِّرْكُ أَخْفَى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ)) [1] یہ حقیقت اس رسالہ کے مطالعہ سے بھی آشکارا ہوگی۔

شرک کی شناعت وخطورت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والے کے گناہوں کو بخشنے سے انکار کر دیا ہے، اور یہ ایک بہت ہی تلخ حقیقت ہے، جو اللہ رب العزت کی مشرک سے ناراضگی کا مظہر ہے، حالانکہ وہ تمام گناہ معاف کردینے پر تیار رہے بلکہ خوش ہوتا ہے، بلکہ سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے:

((لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلَى بَعِيْرِهِ وَقَدْ أَضَلَّهُ

---

[1] صحيح ابن حبان۔

فِيْ اَرْضٍ فَلَاةٍ.)) ❶

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جنگل بیابان میں اپنا اونٹ گم کر کے پا لیا ہو۔''

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِيْئُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْئُ اللَّيْلِ.)) ❷

''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا رات کو توبہ کر لے۔ اور دن کو اپنا ہاتھ پھلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا (دن کو) توبہ کر لے۔''

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ (الزمر: ٥٣)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے، اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنے آپ پر (گناہوں کا ارتکاب کر کے) زیادتی کی ہے، تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔''

لیکن شرک کے تعلق سے قرآنِ حکیم میں دو دفعہ اعلان فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ (النساء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔''

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ شرک کا مرتکب شخص جب تک اپنے شرک پر قائم ہے اس وقت تک نہ تو اس کا کوئی عمل صالح قبول ہوگا نہ ہی توبہ۔ بلکہ ارتکابِ شرک سے قبل کے اعمالِ صالحہ، ارتکابِ شرک سے برباد اور اکارت ہو جائیں گے۔ یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء

❶ صحیح بخاری۔ ❷ صحیح مسلم۔

کرام علیہم السلام کو بھی بخوبی سمجھا دی تھی:

﴿ وَلَقَدْ اُوحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ج لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴾ (الزمر: ٦٥)

''اور آپ کو اور ان رسولوں کو جو آپ سے پہلے گذر چکے ہیں یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر آپ نے اللہ کا کسی کو شریک بنایا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔''

تو پھر ضروری ہے کہ شرک کی ان آفات و بلیات سے عوام کو آگاہ کیا جائے کہ یہ بے چارے علماء سوء کے چنگل میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں، اور انواع و اقسام کے شرک کے مرتکب ہورہے ہیں، نتیجہ ﴿ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ﴾ کی صورت میں مرتب ہورہا ہے۔

شرک کے اس ظہور و انتشار میں علماء سوء کے ساتھ ساتھ مصنوعی فرقہ بندیوں کے تعصّبات کا بھی بڑا قوی کردار ہے اور اس معنی میں حزبیت کو منہج وعقیدہ کے لیے سمِّ قاتل قرار دیا جاتا ہے، اور ہم نے یہ تلخ حقیقت دیکھی ہے کہ اچھے خاصے منہج توحید کے حاملین کے سینوں سے غیرتِ توحید محو ہو چکی ہے، اور روز افزوں ان کا شرک اور اہل شرک سے رابطہ وعلاقہ قوی تر ہوتا جا رہا ہے۔ فَإِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

ان گھٹا ٹوپ اندھیروں کہ جن پر ﴿ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ﴾ کی چھاپ پوری طرح فٹ آ رہی ہے، میں ہم رسالہ ہذا کو نور کی ایک کرن قرار دیتے ہیں اور جن بھائیوں تک یہ رسالہ پہنچے انہیں اس کے بالاستیعاب مطالعہ کا مشورہ دیتے ہیں۔

رسالہ ہذا تین ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں توحید اور اس کی اقسام کی تعریف ہے، نیز ان شروط کا ذکر ہے جن پر توحید کی سلامتی اور بقاء کا انحصار ہے۔ دوسرا باب شرک کی حقیقت اور اس کے اضرار کو واضح کرتا ہے، نیز مختلف قوموں میں پائے جانے والے شرک کو قرآن وحدیث کی نصوص سے بیان کرتا ہے۔ جب کہ تیسرے اور آخری باب میں عصر حاضر

میں پائے جانے والے شرک کے مختلف طرق جو درحقیقت چور دروازے ہیں، کا قدرے تفصیلی ذکر ہے، اور یہی وجہ تالیف ہے۔ رسالہ کا اسلوب چونکہ انتہائی سہل ہے، اور تمام مندرجات مدلل اور باحوالہ ہیں، اور اسلوب میں اختصار و جامعیت کا پہلو پنہاں ہے، لہٰذا ہم اسے ہر خاص و عام کے لیے انتہائی نافع قرار دیتے ہیں۔

رسالہ ہٰذا ہمارے انتہائی محترم دوستوں کی علمی کاوش ہے۔ اوّل الذکر الشیخ الحافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم، عمل اور اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے، ایک اچھا تحقیقی ذہن ہے اور عربی و اُردو میں لکھنے کا عمدہ سلیقہ بھی۔

دوسرے ساتھی جو اس رسالہ کی تالیف میں شریک ہیں وہ ہمارے قابل احترام دوست اور بھائی ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی ہیں، جن کا سینہ تبلیغ دین اور خصوصاً خدمت حدیث رسول ﷺ کے وافر جذبہ سے معمور ہے، اس ضمن میں ان کی بے شمار خدمات منظر عام پر آنے والی ہیں۔ ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں ساتھیوں کو اس بہترین خدمت پر اجر جزیل عطا فرمائے، اور اس کتاب کو ان کے میزانِ حسنات کا ذخیرہ بنا دے، اور اس کے ذریعہ اس سسکتی اور تڑپتی انسانیت کو یہ نکتہ سمجھنے کی توفیق عطا فرما دے کہ اس عالم بر و بحر میں جو بھی فساد اور بگاڑ بپا ہے وہ سب شرک و بدعت اور مخالفت رسول ﷺ کا شاخسانہ ہے۔ قوم کی تمام تر عافیت و سلامتی صرف توحید خالص اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کر لینے میں مضمر ہے۔

وهو ولی التوفیق والسداد، و أصلی وأسلم علی نبیه محمد و علیه آله وصحبه أجمعین.

و کتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

۳/۱۱/۲۰۰۶م

مُقَدِّمَۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلَى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَبَعْد !

مشرکین مکہ اگر چہ اپنے آپ کو ابراہیمی کہلاتے تھے لیکن ان کا مذہبی تصور چند خود ساختہ مراسمِ عبادت اور تبدیل شدہ حقائق کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کے سامنے ملت ابراہیم کو اصلی صورت میں پیش کیا گیا تو وہ باوجود ملت ابراہیم کے دعویدار ہونے کے اس کی حقیقت سے انکار کرنے لگے۔ کیونکہ اسلام کو اپنے خصائص کے اعتبار سے ان کے خود ساختہ دین کے مقابلہ میں وہی اجنبیت اور بیگانگی حاصل تھی جو کہ ایک غریب الوطن کو وہاں کے باشندوں میں ہوتی ہے۔

((بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا.)) [1]

آج پھر وہی حالت ہے، اسلام کے نام لیواؤں کو اسلام سے اتنی نفرت ہے کہ ان کے سامنے اگر اسلام کو اصلی صورت میں پیش کیا جائے تو اُسے اُسی طرح مکروہ جانتے ہیں جیسا کہ اسلام کی پہلی منزل پر سمجھا گیا تھا۔ خصوصاً مسئلہ توحید تو اس قدر بیگانہ ہو چکا ہے کہ اگر اسے کما حقہ بیان کیا جائے تو اسلام کے دعویداروں کے دل کڑھتے ہیں، اور بیان کرنے والے کو دیوانہ اور بہکا ہوا قرار دیتے ہیں، حتیٰ کہ اس مقدس مسئلہ کو توحید ابلیسی کا نجس خطاب دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ (العياذ بالله)

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۷۲

﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ (الزمر: ٤٥)

''اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، جب اُن کے سامنے صرف ایک اللہ کا ذکر آتا ہے، تو ان کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں، اور جب اللہ کے سوا غیروں کا ذکر آتا ہے، تو یکا یک خوشی سے وہ کِھل اُٹھتے ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ تیسیر الرحمٰن، ص:۱۳۰۳ پر رقم طراز ہیں:

''شرک کا ایک بدترین نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مشرکین کے سامنے جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو ان کے دل سخت ترین تنگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہوتا ہے، اور جب ان کے جھوٹے معبودوں کے نام لیے جاتے ہیں تو خوشی کے مارے ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ ان کی بدنصیبی دیکھیے کہ دونوں ہی حال میں وہ انتہا کو پہنچے ہوتے ہیں۔ جب صرف اللہ کا نام آتا ہے تو فرطِ غم سے ان کے چہروں کا رنگ بدل جاتا ہے اور جب جھوٹے معبودوں کا نام لیا جاتا ہے تو پھولے نہیں سماتے، اور خوشی کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوتے ہیں۔''

علامہ محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((وَقَدْ رَأَيْنَا كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ عَلٰى نَحْوِ هٰذِهِ الصِّفَةِ الَّتِيْ وَصَفَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا الْمُشْرِكِيْنَ يَهُشُّوْنَ لِذِكْرِ أَمْوَاتٍ يَسْتَغِيْثُوْنَ بِهِمْ وَيَطْلُبُوْنَ مِنْهُمْ وَيَطْرَبُوْنَ مِنْ سِمَاعِ حِكَايَاتٍ كَاذِبَةٍ تُوَافِقُ هَوَاهُمْ وَاعْتِقَادَهُمْ فِيْهِمْ وَيُعَظِّمُوْنَ مَنْ يَحْكِيْ لَهُمْ ذٰلِكَ وَيَنْقَبِضُوْنَ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحْدَهُ وَنِسْبَةِ الْاِسْتِقْلَالِ بِالتَّصَرُّفِ إِلَيْهِ عَزَّوَجَلَّ وَسَرْدِ مَا يَدُلُّ عَلٰى مَزِيْدِ عَظَمَتِهِ وَجَلَالِهِ يُنْفِرُوْنَ مِمَّنْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

كُلَّ النَّفْرَةِ وَيَنْسِبُوْنَهُ إِلٰى مَا يُكْرَهُ.)) [1]

''ہم نے بہت سے مسلمانوں کو دیکھا جو مشرکین کی اس صفت کے ساتھ موصوف ہیں یعنی جس طرح مشرکین مکہ توحید کے بیان سے کڑھتے اور اپنے معبودوں کے ذکر سے خوش ہوتے تھے، اسی طرح موجودہ مسلمان بھی ان مُردہ بزرگوں کے حالات و کرامات کے تذکروں سے خوش ہوتے ہیں، جن سے حاجات طلب کرتے ہیں، اور جنہیں فریاد رسی کے لیے پکارتے ہیں، اور حکایاتِ کاذبہ اور خرافات باطلہ کے سننے سے خوش ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے اعتقاد اور ہوائے نفس کے موافق ہوتی ہیں، اور ان واعظوں کو سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں جو ان حکایتوں کو نقل کرتے ہیں، لیکن توحید الٰہی کے ذکر سے کڑھتے اور تنگ دل ہوتے ہیں، اور جو شخص یہ بیان کرے کہ اللہ تعالیٰ نظام عالم کو خود چلاتا ہے کسی کے سپرد نہیں کر رکھا، تو اس سے بھرپور نفرت کرتے ہیں اور اُسے بُرے بُرے القابات سے نوازتے ہیں۔''

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس کی بنیادی تعلیم توحید ہے۔ اسلام نے شرک کو جڑوں سے اُکھاڑ پھینکا تھا، لیکن آج شرک کی اس میں اس حد تک آمیزش کر دی گئی ہے کہ اصل دین پس پردہ چلا گیا اور خود ساختہ دین لوگوں میں رواج پا گیا ہے۔ جو کام اسلام میں باعث ضلالت و گمراہی تھے، آج وہ راہِ ہدایت ہیں، حتیٰ کہ توحید شرک ہوگئی اور شرک توحید بن گیا، اسلام کفر ہو گیا اور کفر نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا۔ سنت بدعت کہلائی جانے لگی اور بدعت سنت کے روپ میں سامنے آ گئی۔

یہ تغیر کیونکر رونما ہوا، یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟ اس کا جواب قرآن مجید نے بہت پہلے دے دیا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ

---

[1] روح المعانی: ۱۱/۱۳

اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ﴾ (التوبة : ٣٤)

''ایمان والو! بہت سے عالم اور درویش لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔''

علمائے سوء اور بدعتی پیروں نے اپنی طمع نفسانی اور دنیا طلبی کی غرض سے ہمارے سادہ لوح عوام کو اپنے مکروفریب کے جال میں پھانس کر توحید وسنت پر خوب پردہ ڈالا اور شرک و بدعت، کفر وضلالت کو اسطرح چمکانے کی کوشش کی کہ اپنے زعم باطل میں توحید کے آفتاب کو اس کے سامنے مدہم بنا دیا۔ معبود حقیقی کی صفات غیر اللہ میں منوا دیں اور قبر پرستی، ارواح پرستی، رسومِ تعزیہ داری، علم، الاؤ، خواجہ خضر کی ناؤ، بی بی کی صحنک، قبروں پر عرضیاں، قبروں پر عرس، ناچ گانے، غیر اللہ کی نذر و نیاز، بزرگوں کے نام کے دُرود و وظائف، فال گنڈے، ٹونے ٹوٹکے، بدشگونی، توہم پرستی، اصلی و نقلی قبروں کے سجدے اور طواف، ان پر پھولوں کی چادریں اور غلافوں کے علاوہ دیگر چڑھاوے، نبی، ولی، پیر، شہید کو غیب دان جاننا وغیرہ وغیرہ ایسی سینکڑوں بدعات وخرافات اور بدعقیدگیاں داخل اسلام کر دیں۔ نتیجہ یہ کہ لاکھوں نہیں، کروڑوں مسلمان قبروں کے پجاری اور لاکھوں مزاروں کے بیوپاری بن گئے۔

آہ! قیصر وکسریٰ کی مملکتوں سے خراج وصول کرنے والے اب بزرگوں کی قبروں کی کمائی پر جینے لگے اور ایسی آیات واحادیث، جو ان لغویات سے روکتی اور ان کی مذمت کرتی ہیں، اور انہیں شرک وکفر و بدعت قرار دیتی ہیں، کی موجودگی کے باوجود وہ اپنے ان افعالِ قبیحہ و مذمومہ سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کرتے۔ حالانکہ انہی کتاب وسنت کے ذریعہ نبی اکرم ﷺ نے شرک و بدعت کی منڈیوں اور بستیوں کو ویران و بیابان بنا دیا تھا۔ کفر وشرک کے ایوانوں میں تہلکہ مچا دیا، لات ومنات کے پجاریوں کو معبودِ واحد کی چوکھٹ پر جھکا دیا اور مریم وعیسیٰ علیہما السلام میں خدائی صفات ماننے والوں کو توحید کا رسیا بنا دیا تھا۔ انبیاء و اولیاء کی قبروں پر منتیں ماننے، چادریں چڑھانے والوں کو قادرِ مطلق کا عبادت گزار اور فرمانبردار بنا کر صرف اور صرف اسی کے در کا سوالی بنا دیا تھا۔ بقول

مولانا حالی:

لگاؤ تو لو اپنی اسی سے لگاؤ — جھکاؤ تو سر اسی کے آگے جھکاؤ
اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم — اسی کی سدا محبت کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم
مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی — نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

عجیب بات یہ کہ سب کے سب انبیاء و اولیاء و شہداء تو مخلوق کو خالق کی ڈیوڑھی پر لا کھڑا کرتے ہوئے ان کے دلوں میں رحمانی جاہ وجلال کا سکہ بٹھاتے ہوئے، نیز ان تمام باطل عقائد کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہوئے دنیا سے رُخصت ہوئے تھے جو مخلوق کو خالق کے برابر لا کھڑا کرنے کے موجب بنتے تھے۔ لیکن افسوس! آج انہی کے نام لیوا اور کلمۂ توحید کے پڑھنے والے توحید کے دشمن ہو رہے ہیں، اور شرک وکفر کے انہی تاریک غاروں میں گھس کر، جن میں گر کر اگلی قومیں تباہ و برباد ہوگئی تھیں، انہی بزرگوں کے بارے ایسے عقیدے رکھتے اور ان کی قبروں پر ایسے کام کر رہے ہیں جو بُت پرست اپنے بتوں کے مندروں میں کرتے تھے۔ سخت حیرت اور بے حد تعجب کا مقام ہے کہ شرک کو اسلام اور کفر کو ایمان سمجھ لیا گیا .... طاقوں، تعزیوں، مقبروں، چبوتروں اور تھان ونشان پر سر جھکنے لگے، لیکن مساجد خالی اور بے رونق ہو کر رہ گئیں!

ذرا سوچئے کہ وہ اسلام جسے نبی اکرم ﷺ نے گھر چھوڑ کر، پیٹ پر پتھر باندھ کر، طرح طرح کے مصائب جھیل کر پھیلایا تھا اور جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اور اپنے بچوں کے خون سے پالا تھا، آج کی لغویات وخرافات کو اس دین سے کیا نسبت؟

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک؟

اسی بنا پر کسی نے کہا ہے کہ:

دل صنم خانہ بنا دیا یادِ غیر اللہ سے
بُت بھی اب کہنے لگے ''مسلم نما کافر'' ہمیں

جہاں تک اللہ رب العزت کی ربوبیت و خالقیت کا تعلق ہے، تو اس سے انکار نہ تو

اسلام سے پیشتر کسی کو تھا اور نہ اب کسی کو ہے۔ کوئی ہندو بھی مٹی، پتھر اور لکڑی کے بنائے ہوئے بتوں کو خالق و رب نہیں مانتا، پارسی بھی آگ کو مظہرِ ایزدی کہتے ہیں، اسے اللہ نہیں کہتے۔ یہود و نصاریٰ بھی اللہ رب العزت کو مانتے تھے، اور کفار عرب بھی اس کی ربوبیت و خالقیت کے قائل تھے۔ اسی کو ہستی مانتے تھے اور بایں ہمہ اگر وہ کافر یا مشرک قرار پائے تو مقامِ غور ہے کہ ان کا شرک آخر کیا تھا؟ ...... یہی نا کہ وہ اپنے بزرگوں، معبودوں کے ساتھ وہی افعالِ شرکیہ وکفریہ کرتے تھے جو آج کے بیشتر کلمہ گو اور مسلمان کہلانے والے اپنے بزرگانِ دین کے ساتھ کر رہے ہیں، اور توحید کے دشمن بن کر اسلام کو جڑ پیر سے اُکھاڑنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ذرا انصاف کیجیے کہ پھر صرف وہی مشرک و کافر کیوں قرار پائے اور انہی حرکات کا مرتکب مسلمان...... موحد اور مومن کیونکر ہوا؟ مولانا حالی نے کیا خوب فرمایا تھا:

کرے گر غیر بت کی پوجا تو کافر بنائے خدا کا جو بیٹا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں؟
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں؟
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رُتبہ نبیؐ سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ ایمان بگڑے نہ اسلام جائے

ہاں! اگر کسی کو ہمارے اس دعویٰ کے بارے میں شک ہو تو درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں، جن میں ان کے موجودہ اسلام نما کفر کی پوری تصویر مع خدوخال نظر آ رہی ہے:

۱۔ وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہو کر [1]

[1] الفقیہ امرتسر، ۵ جنوری ۱۹۲۱ء بحوالہ شمع توحید، ص: ۵ (ثناء اللہ امرتسری)

۲۔ لوحِ محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل
مرد عورت سے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث ❶

۳۔ میری تقدیر بُری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو واثبات کے دفتر پر کڑوڑا تیرا ❷

۴۔ بندہ قادر کا بھی ، قادر بھی ہے عبدالقادر
سرِّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر
ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر ❸

۵۔ دِ دوستی رب دی لوڑ نائیں ، قلعے والے دا پلڑا چھوڑ ناہیں
قلعے والے دے گرد طواف کر لے ، مکے جاونے دی کوئی لوڑ ناہیں
ایہہ قصور نگاہ دا نادانوں ، رب ہور نائیں پیر ہور ناہیں
فضل رب دا جے مطلوب ہووے ، قلعے والے ولوں مکھ موڑ ناہیں ❹

۶۔ احد احمد دے وِچ رب نے میم دا پردا پایا
اَنَا اَحْمَدُ بلا میم نبی پاک فرمایا
سر زمینِ عرب وچ ظہور محمد پایا
اَنَا عَرَبٌ ❺ بلا عین نبی پاک فرمایا ❻

جب کہ اسلام کی سب سے پہلی تعلیم ہی یہ ہے کہ مسلمان شرک سے بچے اور توحید پر قائم رہے۔ اگر آدمی توحید پر مضبوط رہا تو اس کے اعمالِ حسنہ اللہ رب العزت کے ہاں مقبول

---

❶ باغ فردوس معروف به گلزارِ رضوی ، ص : ۲۶
❷ حدائق بخشش ، حصه اوّل ، وصل اوّل ، ص : ۳
❸ حدائق بخشش ، حصه اوّل، ص : ۲۷
❹ سه حرفی رموزِ معرفت، ص : ۳
❺ جب ع کو ہٹا دیا جائے تو بنتا ہے اَنَا رَب جس کا معنی ہے ''میں رب ہوں۔'' معاذ الله
❻ گلستانِ أمیر، ص : ۱۳۸

ہیں، ورنہ سب مردود وا کارت گئے۔

قارئین کرام! راقم الحروف کی ایک عیسائی کے ساتھ توحید وتثلیث اورتحریف بائبل پر بات چیت ہوئی۔ جب اس کے سامنے اثبات توحید اور ابطالِ تثلیث پر عقلی ونقلی دلائل قائم کیے گئے اورتحریف بائبل کوان کی کتابوں سے ثابت کیا گیا تو اس نے جواباً ایسی بات کہی کہ جس کے آگے انصاف کی رُو سے گردن جھک جاتی ہے، اور مذکورہ عقائد کوتسلیم کرنے والا کوئی مسلمان اس کے جواب سے سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ کہنے لگا: حافظ صاحب! ہم تو صرف تین الٰہوں کو مانتے ہیں، وہ بھی تین ایک اور ایک تین کے اُصول پر، مگر تمہارا ایک فرقہ بارہ اماموں کو، دوسرا پنجتن پاک کو اور تمہارے صوفیاء کائنات کے ذرّے ذرّے کو الٰہ مانتے ہیں۔ ہم یسوع کو اللہ نہیں، اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ لیکن تمہارے مسلمان محمد ﷺ کو خود خدا کہتے ہیں، تمہارا عقیدہ ہے:

وہ جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر اُتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

ہماری بائبل میں آپ تحریف ثابت کرتے ہو، مگر تم مسلمان قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہو۔ چنانچہ ثبوت میں اس نے امامیہ کی ''اُصولِ کافی'' اور قبوریہ کے بے شمار رسائل، قصائد اور صوفیاء کے اقوال پیش کرتے ہوئے کہا:

تجھے کیوں فکر ہے اے گل دل صد چاک بلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے

اس میں شک نہیں کہ ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ بارہ امام اللہ کے نور سے نکلے ہیں، سب کے سب عالم الغیب، حاضر و ناظر، مختار کل، مالک کل، اور تحلیل وتحریم، قبض و بسط، موت، حیات، سب قسم کے تصرفات انہیں حاصل ہیں۔ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے انہیں کے توسط سے ہوتا ہے۔ بلکہ ایک طبقہ ان میں ایسا بھی ہے جو ائمہ کو ﴿ إِلٰهٌ فِي الْاَرْضِ ﴾ کہتا ہے اور دوسرا صاف لفظوں میں اماموں کو رسول مانتا ہے، اور کئی ایسے بھی ہیں جو امامت کو نبوت سے افضل مانتے ہیں، اور اصول کافی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں کئی قسم کی تحریف ہو چکی ہے۔ بالکل یہی عقائد فرقہ قبوریہ کے ہیں۔

یا رب عطا کر ان کو بصارت بھی بصیرت بھی
کہ مسلمان جا کے لٹتے ہیں سواد خانقاہی میں

قارئین کرام! اگر کہا جائے کہ شریعت نے اس سے منع کیا ہے۔قرآن پاک نے اس کی سزا جہنم بتلائی ہے تو جواب میں اعراض وانکار،تاویل وتحریف،شریعت وطریقت کی بحث ہے، ظاہر و باطن کی حجت ہے، وہابی اور حنفی کا فرق ہے،قرآن مجید کی آیات محکمات کے مقابلہ میں متشابہات اور احادیث رسول ﷺ کے مقابلہ میں شطحیات ہیں۔مگر کس سے کہا جائے کان ہوں تو سنیں، آنکھیں ہوں تو دیکھیں، دل ہوں تو سمجھیں:

﴿ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴾ (الأعراف: ۱۷۹)

''ان کے دل ایسے ہیں جن سے (دین اور آخرت کی باتیں) نہیں سمجھتے اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے (ہدایت کا راستہ) نہیں دیکھتے اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے (حق بات) نہیں سنتے ، یہ لوگ چار پائے جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ، یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

یاد رکھو! اسلام میں نہ پاپائیت ہے نہ رہبانیت، پیر پرستی ہے نہ قبر پرستی، اللہ کے سوا کوئی حاکم ہے نہ بادشاہ، نہ کوئی حاجت روا ہے نہ مشکل کشا، یہ سب خود تراشیدہ بت، لات ومنات ہیں جنہیں لا الہ الا اللہ کی ضرب کاری سے پاش پاش کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں انہی حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے، اگر ﴿ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ کی غلامی سے آزاد ہو کر اس کو پڑھا گیا اور غور کیا گیا تو ان شاء اللہ مفید ثابت ہو گی۔

آخر میں ہم اپنے انتہائی اقرب و أخص، الأخ فی اللہ منیر احمد الوقار، استاذ الحدیث جامعہ اُم حبیبہ لاہور کا شکریہ ادا کرنا انتہائی ضروری گردانتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کو پڑھا اور کئی مقامات پر اضافہ جات فرمائے، اور بعض مقامات میں حسن ترتیب پیدا کیا۔ جزاہ اللہ خیراً

طباعت کے اُمور کی نگرانی ہمارے لائق ،مخلص اور محنتی رفیق سفر محمد رمضان محمدی کے حصہ میں آئی ہے، اور وہ اپنے شعبہ میں بڑی توجہ اور محنت کے ساتھ سرگرمِ عمل ہیں۔ **فجزاه الله أحسن الجزاء.**

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کے بھی دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہیں جن کی علمی تقریظ نے کتاب کو حسن اور ہمیں حوصلہ بخشا۔ **شکر الله له سعيه ، وسدد خطاه، وزاده عزا و شرفا.**

اس موقعہ پر بڑی ناانصافی ہوگی اگر ہم اپنے ان دوستوں کو یاد نہ رکھیں، ترجمہ تالیف کی طرف ہمارے رجحان میں جن کی ترغیب ،تحریض، تعاون اور تشجیع کو دخل حاصل ہے، وہ بڑی نیک دعاؤں کے مستحق ہیں۔ **جزاهم الله عنا و عن المسلمين**

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ و آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّم

وکتبه

خادم الفقه المحمود

حافظ حامد محمود الخضری

خادم الحديث واهله

ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

باب اُوّل:

توحید

توحید کی حقیقت:

توحید کا مادہ " وَحُد " ہے اور اس کے مصادر " وَحْدًا " ، " وَحُدَةً " ، " حِدَةً "اور " وُحُوْدًا " آتے ہیں۔

توحید کا لغوی مفہوم ہے، یکتا اور تنہا جاننا اور ماننا۔ [1]

اور اس کا شرعی مفہوم ہے، اللہ کو اس کی ذات اور صفات میں یکتا وتنہا مان کر اُسی کی عبادت کرنا (کسی اور کو اُس کی صفات اُلوہیت اور عبادت میں شریک نہ ٹھہرانا۔) [2]

☆ امام طحاوی حنفی (متوفی ۳۲۱ھ) عقیدۂ توحید کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

((نَقُوْلُ فِيْ تَوْحِيْدِ اللّٰهِ مُعْتَقِدِيْنَ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَلَا شَيْءَ مِثْلُهُ ، وَلَا شَيْءَ يُعْجِزُهُ ، وَلَا اِلٰهَ غَيْرُهُ ، قَدِيْمٌ بِلَا اِبْتِدَاءٍ ، دَائِمٌ بِلَا اِنْتِهَاءٍ ، لَا يَفْنِىْ وَلَا يَبِيْدُ وَلَا يَكُوْنُ اِلَّا مَا يُرِيْدُ، لَا تَبْلُغهُ الا وَهَامٌ ، وَلَا تُدرِكُهُ الْاَفْهَامُ ، وَلَا يُشْبِهُ الْاَنَامُ ، خَالِقٌ بِلَا حَاجَةٍ رَازِقٌ بِلَا مَئُونَةٍ ، مُمِيْتُ بِلَا مَخَافَةٍ ، بَاعِثٌ بِلَا مُشَّقَّةٍ ، مَا زَالَ بِصِفَاتِهِ قَدِيْمًا قَبْلَ خَلْقِهِ لَمْ يَزْدَدْ بِكَوْنِهِمْ شَيْئًا ، لَمْ يَكُنْ قَبْلَهُمْ مِنْ صِفَتِهِ ، كَمَا كَانَ بِصِفَاتِهٖ اَزْلِيًّا ، كَذَالِكَ لَا يَزَالُ عَلَيْهَا اَبْدِيًّا ، لَيْسَ بَعْدَ الْخَلْفِ اِسْتِفَادَ اِسْمَ الْخَالِقِ ، وَلَا بِاِحْدَاثِهِ الْبَرِيَّةِ اِسْمَ الْبَارِئِ ، لَهُ مَعْنَى الرَّبُوْبِيَّةِ وَلَا مَرْبُوْبَ وَمَعْنَى الْخَلَّاقِ وَلَا

[1] المعجم الوسیط، ص: ۱۲۳۷ [2] المغنی المرید ۱۳/۱.

مَخْلُوْقُ ، وَ کَمَا اَنَّهُ مُحْیِ الْمَوْتٰی بَعْدَ مَا اَحْیَا اِسْتَحَقَّ هٰذَا الْاِسْمَ قَبْلَ اِحْیَاءِ هِمْ کَذٰالِكَ بِاَنَّهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ، وَکُلُّ شَیْءٍ اِلَیْهِ فَقِیْرٌ ، وَکُلُّ اَمْرٍ اِلَیْءِ یَسِیْرٌ، لَا یَحْتَاجُ اِلٰی شَیْءٍ ، لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ، وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. خَلقَ الْخَلْقَ بِعِلْمِهٖ ، وَقَدَّرَ لَهُمْ اَقْدَارًا، وَضَرَبَ لَهُمْ اٰجَالًا لَمْ یَخفْ عَلَیْهِ شَیْءٌ قَبْلَ اَنْ یَخْلُقَهُمْ وَعَلِمَ مَا هُمْ عَامِلُوْنَ قَبْلَ اَنْ یَخْلُقُهُمْ ، وَاَمَرَهُمْ بِطَاعِتِهٖ ، وَنَهَاهُمْ عَنْ مَعْصِیَتِهٖ ، وَکُلُّ شَیْءٍ یَجْرِیْ بِتَقْدِیْرِهٖ ، وَمَشِیْئَتُهٗ تَنْفَذُ ، لَا مَشِیْئَةَ لِلْعِبَادِ ، اِلَّا مَا شَاءَ لَهُمْ ، فَمَا شَاءَ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ، یَهْدِیْ مَنْ یَشَاءُ ، وَیَعْصِمُ وَیُعَافِیْ فَضْلًا، وَیُضِلُّ مَنْ یَشَاءَ ، وَیَخْذُلُ ، وَیَبْتَلِیْ عَدْلًا ، وَکُلُّهُمْ یَنقَلِبُوْنَ فِیْ مَشِیْئَتِهٖ ، بَیْنَ فَضْلِهٖ وَعَدْلِهٖ ، وَهُوَ مُتَعَالٍ عَنِ الْاَضْدَادِ وَلْاَنْدَادِ ، لَا رَادَ لِقَضَاءِ هٖ وَلَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِهٖ ، وَلَا غَالِبَ لِاَمْرِهٖ . اٰمَنَّا بِذَالِكَ کُلِّهٖ وَاَیْقَنَّا اَنَّ کُلًّا مِّنْ عِنْدِهٖ.)) [1]

’’اللہ کی توحید کے بارے میں ہم اللہ ہی کی توفیق سے کہتے ہیں اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات یکتا و یگانہ ہے، اس کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں، کوئی چیز اس کی مثل نہیں، کوئی چیز اس کو کمزور اور عاجز نہیں کرسکتی، اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، وہ قدیم ہے جس کے وجود کے لیے کوئی ابتداء نہیں، زندہ و جاوید ہے جس کے وجود کے لیے کوئی انتہا نہیں، اس کی ہستی پر فنا اور زوال نہیں آ سکتا، کچھ بھی نہیں ہوسکتا سوائے اس کے جس کا وہ ارادہ فرمالے۔ اس کی ماہیت اور کیفیت انسانی عقل کی رسائی سے بلند ہے اور انسانی فکر اس کا ادراک

---

[1] العقيدة الطحاويه للإمام الطحاوى، في ضمن شرح العقيدة الطحاويه لإبن أبي العز، طبع المكتب الإسلامى، ص: ٧٧ـ١٤٩.

نہیں کرسکتی، وہ مخلوق کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں رکھتا، وہ خالق ہے بغیر کسی حاجت کے، رازق ہے بغیر کسی محنت کے، موت دینے والا ہے بغیر کسی خوف و خطر کے، دوبارہ زندہ کرنے والا ہے بغیر کسی مشقت کے، وہ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے ہی اپنی صفات سے متصف تھا، اس نے مخلوق کے وجود سے کوئی ایسی صفت حاصل نہیں کی جو اسے پہلے سے حاصل نہ تھی، جس طرح ازل میں وہ صفات الوہیت سے متصف تھا اسی طرح ابد تک ان سے متصف رہے گا، اس نے اپنے لئے خالق اور باری کا نام مخلوقات اور کائنات کی پیدائش کے بعد حاصل نہیں کیا (بلکہ اس کا یہ نام ازلی ہے، یعنی پیدا کرنے کی قدرت ازلی اور قدیم ہے، اگرچہ بالفعل پیدا کرنا، یعنی عمل تخلیق و تکوین حادث ہے) اسے ربوبیت کی صفت اس وقت بھی حاصل تھی جب کہ کوئی پرورش لینے والا نہیں تھا، اور اسے خالق کی صفت اس وقت بھی حاصل تھی جب کہ کوئی مخلوق نہیں تھی، جس طرح وہ زندہ کرنے کے بعد مردوں کو زندہ کرنے والا کہلاتا ہے، اسی طرح وہ اس نام کا مستحق مُردوں کو زندہ کرنے سے پہلے بھی تھا (زندگی دینے کی قدرت کے اعتبار سے) اسی طرح وہ مخلوق کی ایجاد سے پہلے بھی خَلَّاق (پیدا کرنے والا یعنی خالق) کے نام کا مستحق تھا۔

وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، ہر چیز اُس کی محتاج ہے، ہر چیز اُسی کی جانب لوٹتی ہے اور وہ خود کسی کا محتاج نہیں، کوئی چیز اُس کی مثل نہیں، وہ ہر بات سنتا ہے اور ہر چیز دیکھتا ہے، اُس نے مخلوق کو اپنے علم کے مطابق پیدا کیا ہے (یعنی کائنات کی ہر چیز کا علم اُسے تخلیق سے پہلے بھی حاصل تھا) اُس نے مخلوق کے لیے ہر ضروری چیز کا اندازہ اور مقدار پہلے سے مقرر اور متعین کردی ہے، اُس نے اُن کی موت کے اوقات مقرر کردیئے ہیں۔ مخلوق کے پیدا کرنے سے قبل بھی اُس سے کوئی چیز مخفی نہیں تھی، اُسے یہ علم حاصل تھا کہ یہ لوگ پیدا ہونے کے بعد کیا کریں گے۔

اُس نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی نافرمانی سے منع کیا ہے، ہر چیز اُس کی تقدیر اور ارادے سے نافذ ہوتی اور وجود پاتی ہے، بندوں کا ارادہ نافذ نہیں ہوسکتا، وہ ارادہ کر ہی نہیں سکتے سوائے اس کے جس کا ارادہ اُس نے اُن کے لئے کیا ہو، وہ جو چاہے ہوجاتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوسکتا، وہ ہدایت (توفیق) دیتا ہے جسے چاہے اور نافرمانی سے بچاتا اور معاف کرتا ہے جسے چاہے اپنے فضل کی بناء پر۔ اور گمراہ کرتا ہے جسے چاہے (یعنی ضدی اور سرکش کو) اور رسوا کرتا ہے اور عذاب میں گرفتار کرتا ہے جسے چاہے اپنے عدل کی بناء پر۔ سب لوگ اُس کی مشیئت کے اندر اس کے فضل اور عدل کے درمیان گردش کرتے رہتے ہیں۔ نہ کوئی اُس کا مدمقابل ہے، نہ شریک۔ اُس کی قضا کو کوئی ردّ نہیں کرسکتا اور اُس کے فیصلے کو کوئی مؤخر نہیں کرسکتا۔ اور نہ اُس کے حکم پر کسی کا حکم غالب آ سکتا ہے۔ ہم ان سب باتوں پر ایمان لا چکے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ سب کچھ اُسی کی جانب سے ہے۔''

☆ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف تصنیف ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں توحید کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''توحید کے چار بنیادی اور اساسی عقیدے ہیں: (۱) واجب الوجود اور ازلی اور ابدی صرف اللہ کی ذات ہے۔ (۲) عرش، آسمانوں، زمین اور تمام جواہر کا خالق اللہ ہے۔ ان دو عقیدوں سے نہ تو مشرکین عرب نے اختلاف کیا اور نہ یہود و نصاریٰ نے۔ (۳) آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا مدبر، متصرف اور منتظم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (۴) عبادت اور پرستش کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ان آخری دونوں عقیدوں میں باہمی تلازم ہے اور ان دونوں عقیدوں میں بہت سے گروہوں نے اختلاف کیا ہے۔'' [1]

---

[1] حجة الله البالغة، القسم الاوّل، باب التوحيد

توحید کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کے ہر رسول اور نبی نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا اور اختتام بھی اسی نقطہ پر کیا، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اور دعوتِ انبیاء و رسل علیہم صلوات اللہ والسلام پر ایک سرسری نظر دوڑائیے گا، آپ کو صاف نظر آجائے گا کہ ہر نبی اور رسول نے اپنے کام کا آغاز اسی مسئلہ سے کیا۔ اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی اسی مسئلہ کی وصیت فرمائی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (الأنبياء: ٢٥)

’’اور ہم نے آپ سے قبل جو رسول بھی بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے تم سب میری ہی عبادت کرو۔‘‘

اُسوہ نوح علیہ السلام:

چنانچہ سیّدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط ﴾ (هود: ٢٦)

’’تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔‘‘

اور جب ان کی وفات کا وقت آتا ہے تو اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں:

((أُوصِيكَ بِقَوْلِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنَّهَا لَوْ وُضِعَتْ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ، وَوُضِعَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ فِيْ كِفَّةٍ لَرَجَحَتْ بِهِنَّ.)) [1]

’’میں تجھے ’’لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ‘‘ پر سختی سے کاربند رہنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ

---

[1] الأدب المفرد، رقم: ٥٤٨، مسند البزار، رقم: ٣٠٢٩، مجمع الزوائد ٩٢/١٠، رقم: ١٦٨١٦، الزهد لأحمد، رقم: ٢٨٢، الدر المنثور ١١٥/٤، سلسلة الصحيحة، رقم: ١٣٤.

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں، اور " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " دوسرے پلڑے میں، تو " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " وزنی ثابت ہوگا۔"

اُسوۂ اِبراہیم عَلَیہِ السَّلام:

سیّدنا اِبراہیم عَلَیہِ السَّلام ساری زندگی وحدتِ الوہیت اور توحید الٰہی کی دنیا کو دعوت دیتے رہے اور معبودانِ باطلہ کی پرستش سے منع کرتے رہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ (الممتحنه: ٤)

" مسلمانو! یقیناً تمہارے لئے ابراہیم اوران کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم لوگ تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے بری ہیں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو، ہم تمہارے دین کا انکار کرتے ہیں، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض کی ابتدا ہو چکی ہے، یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔"

اور پھر آخری وقت اپنے بیٹوں کو اس مسئلہ پر ڈٹے رہنے کی تلقین فرماتے ہیں، چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ۝ ﴾ (البقرة: ١٣٢)

" اور یہی وصیت ابراہیم عَلَیہِ السَّلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے (اپنے بیٹوں کو) کی، کہ: اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے دین اسلام کو اختیار کرلیا

ہے، اس لئے جب مرو تو اسلام کی حالت میں مرو۔''

اُسوۂ یعقوب وابنائے یعقوب (علیہم السلام):

سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد کے سامنے وحدت الٰہ کا تصور پیش کیا، اور جب ان کی وفات کا وقت آیا تو اس تعلیم کا امتحان کر کے انہوں نے اطمینان حاصل کرلیا کہ میرے بعد میری اولاد ایک اللہ ہی کی عبادت کرے گی، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ ﴾ (البقرۃ: ۱۳۳)

''کیا جب یعقوب کی موت قریب تھی تو تم لوگ وہاں موجود تھے؟ جب اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم لوگ کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود، ایک اللہ کی عبادت کریں گے، اور ہم اسی (ایک اللہ) کے اطاعت گزار ہیں۔''

اُسوۂ یوسف علیہ السلام:

اسی باپ کا فرزند سیّدنا یوسف علیہ السلام جیل کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں لوگوں کو دعوتِ توحید دے رہا ہے۔ فرمانِ باری ہے:

﴿ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآئِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ○ ﴾ (یوسف: ۳۷، ۳۸)

''میں نے ان لوگوں کا دین وملت چھوڑ دیا ہے، جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، اور آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں، اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق

اور یعقوب کا دین اختیار کرلیا ہے، ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں، یہ (عقیدۂ توحید) ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے، لیکن اکثر لوگ اللہ کا شکر نہیں ادا کرتے ہیں۔''

یوسف علیہ السلام اپنا عقیدہ بیان کرنے کے بعد اب نہایت ہی حکمت و دانائی کے ساتھ ان کی قوم کے مشرکانہ عقیدۂ کی خرابی بیان کرنے کے لئے انہی سے سوال کرتے ہیں:

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

(یوسف : ۳۹، ۴۰)

'' اے جیل کے ساتھیو! کیا کئی مختلف معبود اچھے ہیں، یا اللہ جو ایک اور زبردست ہے، اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ صرف نام ہیں جنھیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، ہر حکم اور ہر فیصلے کا مالک صرف اللہ ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

جب یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت آتا ہے تو عقیدۂ توحید پر مرنے کی تمنا کرتے ہیں:

﴿ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف : ۱۰۱)

''اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! دنیا وآخرت میں تو ہی میرا یار ومددگار ہے، تو مجھے بحیثیت مسلمان دنیا سے اٹھا، اور نیک لوگوں میں شامل کرنا۔''

اُسوۂ رسول ﷺ :

پیارے پیغمبر کی جب بعثت ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز بھی توحید سے کیا، توحید کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر حضور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تیرہ سالہ مکی زندگی میں فقط مسئلہ توحید ہی واضح کیا، چنانچہ سیّدنا ربیعہ دیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے عہدِ جاہلیت میں دیکھا رسول اللہ ﷺ بازارِ ذوالمجاز میں فرماتے تھے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ: قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، تُفْلِحُوْا.)) ❶

''اے لوگو!'' **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ** '' کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔''

اور زندگی کے آخری لمحات میں آپ ﷺ نے لوگوں کو یوں توحید کی وصیت فرمائی:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ (کی وفات کے وقت) آپ کے سامنے ایک بڑا پانی کا پیالہ رکھا ہوا تھا، جس میں پانی تھا۔ آپ ﷺ اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں ڈالنے لگے اور پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر ملتے اور فرماتے:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ.))

''لوگو! موت کی بے ہوشیوں میں بھی میرا پیغام یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

پھر آپ ﷺ اپنا ہاتھ اٹھا کر فرمانے لگے '' **في الرفيق الأعلىٰ** '' یہاں تک کہ آپ ﷺ کی روح مبارک قبض ہوگئی، اور آپ کا ہاتھ جھک گیا۔'' ❷

سورۂ بنی اِسرائیل کے شروع میں جہاں دین اسلام کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے، وہاں ابتداء ﴿ **لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ** ﴾ (بني إسرائيل: ٢٢) ''اللہ کے ساتھ کسی دوسرے

---

❶ صحيح: مسند أحمد، رقم: ١٦٠٢٠، ١٦٠٢١، ١٦٠٢٢، ١٦٠٢٣، ١٦٠٢٤، ١٦٠٢٦، ١٦٠٢٧ و ٣٤١/٤، ٣٤٢، الأحاد والمثانى، رقم: ٩٦٣.

❷ صحيح بخارى، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت، رقم: ٦٥١٠.

معبود کو شریک نہ بنائیے'' سے کی گئی ہے، پھر ساری باتیں کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

﴿ ذٰلِكَ مِمَّآ أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۗ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ (بنی إسرائیل: ۳۹)

''یہ سب حکمت کی وہ باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو بذریعہ وحی عطا کی ہیں، اور آپ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک نہ ٹھہرائیے۔''

جس سے ایک لطیف اِشارہ اس طرف بھی ہے کہ دین کی ابتداء بھی کلمہ توحید'' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' سے اور انتہا بھی توحید پر ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا معنی ومفہوم:

ذیل کی سطور میں کلمہ توحید'' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کا معنی ومفہوم بیان کیا جاتا ہے، تاکہ توحید کا کامل تصور سامنے آ جائے، اور توحید کی حقیقت مزید عیاں ہو جائے، مزید برآں کلمہ طیبہ کے منفی اور مثبت دونوں پہلوؤں کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

إِلٰهَ کے لغوی معنی:

إِلٰهَ کے معنی ہیں مَعْبُود (یعنی جس کی پرستش کی جاتی ہو)۔ اگر وہ عبادت کا مستحق ہو تو ''إِلٰهِ حَقٌ ''، یعنی معبودِ برحق ہے۔ جیسے ذاتِ اِلٰہی۔ اور اگر عبادت و پرستش کا حق دار نہ ہو، تو وہی '' إِلٰهِ باطِل ''، یعنی جھوٹا معبود ہے۔ جیسے مشرکین عرب کے خود ساختہ معبودان تھے۔ چنانچہ عربی لغت کی مشہور کتاب مختار الصحاح (ص: ۲۶، مادہ أ، ل، ہ) میں ہے؛((أَلَهَ يَأْلَهُ إِلَاهَةً أي عَبَدَ.)) ......''معبود کی، عبادت کرتا ہے، إِلَاهَةً پوجا کرنا۔''

اور لسان العرب (۱۸۹/۱، مادۃ أ، ل، ہ) میں ہے کہ؛((إِلٰهٌ عَلٰى فِعَالٍ بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ لِاَنَّهٗ مَأْلُوْهٌ أى مَعْبُوْدٌ.)) ......''إِلٰهٌ، فِعَالٌ کے وزن پر، مفعول کے معنوں میں ہے، اس لئے کہ اِلٰہ اُس کو کہا جاتا ہے جس کی پرستش کی جائے۔)

یاد رہے کہ انسان پوجا اور پرستش اُسی کی کرتا ہے جس کو وہ غیبی طاقت اور مافوق

الأسباب اختیارات کا مالک سمجھتا ہو۔ کتب لغت اور تفسیر سے پتا چلتا ہے کہ الٰہ کا اُصل مفہوم ہے'' وہ ذات جس کی پناہ پکڑی جائے، جس کے ہاں سکون و اطمینان نصیب ہو، جس کی طرف انتہائی شوق ومحبت کے ساتھ رجوع کیا جائے، اور جس کی طرف یوں بے قرار ہوکر توجہ کی جائے جس طرح وہ بچہ جس کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے اپنی ماں سے لپٹ جاتا ہے، اور وہ ذات جس کی عبادت کی جائے، اور وہ ذات جو پوشیدہ ہو۔'' چند محاورات ملاحظہ ہوں:

۱۔ ((أَلِهَ يَأْلَهُ إِذَا تَحَيَّرَ لِأَنَّ الْعُقُوْلَ تَأْلَهُ فِيْ عَظْمَتِهٖ.)) ❶

''أَلِهَ يَأْلَهُ، ایسے موقع پر بولا جاتا ہے، جب حیران و سرگشتہ ہوجائے، گویا کہ عقول اس کی عظمت و بڑائی معلوم کرنے میں حیران وسرگشتہ ہوگئی ہیں۔''

۲۔ ((أَلِهَ إِذَا تَحَيَّرَ لِأَنَّ الْعُقُوْلَ تَتَحَيَّرُ فِيْ مَعْرِفَتِهٖ.)) ❷

''أَلِهَ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے، جب حیران ہوجائے، گویا کہ عقول اس کی معرفت حاصل کرنے میں سرگشتہ ہوگئی ہیں۔''

۳۔ ((أَلِهَ إِذَا فَزِعَ مِنْ أَمْرٍ نَزَلَ عَلَيْهِ، وَآلَهَهٗ غيره أَيْ أجاره إِذَا الْعَائِذُ يَفْزَعُ إِلَيْهِ وَهُوَ يُجِيْرُهُ حَقِيْقَةً أَوْ بِزَعْمِهٖ.)) ❸

''آدمی کی مصیبت اور پریشانی کے نزول سے خوف زدہ اور پریشان ہوا اور دوسرے نے اُس کو پناہ دی۔ اس لیے کہ پناہ لینے والا اُس کی پناہ چاہتا ہے، اور وہ اُس کو پناہ دیتا ہے فی الحقیقت یا اُس کے زعم میں۔''

٤۔ ((أَلِهَ يَأْلَهُ إِلٰه كَذَا أَي لَجأَ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ سُبْحَانَهُ الْمَفْزَعُ الَّذِيْ يُلْجَأُ إِلَيْهِ فِيْ كُلِّ أَمْرٍ، قَالَ الشَّاعِرُ: أَلِهْتَ إِلَيْنَا وَالْحَوَادِثُ جُمَّةٌ.)) ❹

''خوف زدگی اور پریشانی کی حالت میں فلاں کے پاس اُس نے پناہ حاصل کی، اور اُس کی جانب متوجہ ہوا۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی وہ پناہ گاہ ہے جس کی

---

❶ لسان العرب ١/ ١٩٠.
❷ تفسير البيضاوي ١/ ٦.
❸ تفسير البيضاوى ١/ ٦.
❹ لسان العرب ١/ ١٩٠.

پناہ حاصل کی جاتی ہے، ہر مصیبت اور حادثے کے وقت، ایک شاعر کہتا ہے:

تم نے ہمارے ہاں پناہ حاصل کر لی ہے، اور حوادث بہت زیادہ ہیں۔''

۵۔ ((اَلِهْتُ إِلٰى فُلَانٍ أَى سَكَنْتُ إِلَيْهِ، لِأَنَّ الْقُلُوْبَ تَطْمَئِنُّ بِذِكْرِهِ، وَالْأَرْوَاحَ تَسْكُنُ إِلٰى مَعْرِفَتِهِ.)) ❶

''اس کی پناہ میں جا کر میں نے سکون حاصل کر لیا۔ اس لئے کہ دلوں کو اس کے ذکر سے اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور رُوحوں کو اس کی معرفت سے سکون میسر آتا ہے۔''

٦۔ ((أَلِهَ الْفَيْصِلُ إِذَا وَلَعَ بِأُمِّهِ، إِذَا الْعِبَادِ يُوْلَعُوْنَ بِالتَّضَرُّعِ إِلَيْهِ فِى الشَّدَائِدِ.)) ❷

''اونٹنی کا بچہ ماں کو پاتے ہی شدت شوق سے اُسے چمٹ گیا، اس لئے کہ لوگ مصائب کے وقت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ کرتے ہیں۔''

۷۔ ((لَاهَ يَلِيْهُ لَيْهًا وَلَاهًا، إِذَا احْتَجَبَ وَارْتَفَعَ لِأَنَّهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى مَحْجُوْبٌ عَنْ إِدْرَاكِ الْأَبْصَارِ، وَمُرْتَفِعٌ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَعَمَّا لَا يَلِيْقُ بِهٖ.)) ❸

''لَاهَ، يَلِيْهُ، لَيْهًا اور لَاهًا ایسے مواقع پر بولا جاتا ہے، جب کوئی چیز پوشیدہ اور بلند ہو جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بھی نظروں سے پوشیدہ ہے، اور اُس کی ذات ہر چیز سے بلند ہے، اور وہ ہر اُس چیز سے پاک ہے جو اُس کی شان کے لائق نہ ہو۔''

إلٰه کے اصطلاحی معنیٰ:

ائمہ تفسیر وحدیث اور ائمہ لغت نے مذکورہ بالا محاورات کی روشنی میں إلٰہ کا یہی مفہوم

❶ تفسير البيضاوى ٦/١. ❷ تفسير البيضاوى، أيضًا.
❸ حواله أيضًا.

متعین کیا ہے، کہ ''اِلٰہ حق، وہی ہوتا ہے جو خالق ہو، مالک ہو، حاکم ہو، رازق ہو، غیبی علم کا مالک ہو، کامل قدرت کا مالک ہو، کارساز ہو، قانون ساز ہو، اور تمام صفاتِ کاملہ کا مالک ہو۔
''چنانچہ ابن منظور ''لسان العرب'' (۱/۱۸۹) میں رقم طراز ہیں:

((قَالَ أَبُو الْهَيْثَمِ : وَلَا يَكُونُ إِلٰهًا حَتّٰى يَكُونَ مَعْبُودًا ، وَحَتّٰى يَكُونَ لِعَابِدِهِ خَالِقًا وَرَازِقًا وَمُدَبِّرًا ، وَعَلَيْهِ مُقْتَدِرًا ، فَمَنْ لَمْ يَكُنْ فَلَيْسَ بِإِلٰهٍ ، وَإِنْ عُبِدَ ظُلْمًا بَلْ هُوَ مَخْلُوقٌ وَ مُتَعَبَّدٌ...... أَنَّ الْخَلْقَ يُؤَلِّهُونَ إِلَيْهِ فِيْ حَوَائِجِهِمْ ، وَيَضَرَّعُونَ إِلَيْهِ فِيمَا يُصِيبُهُمْ ، وَيَفْزَعُونَ إِلَيْهِ فِيْ كُلِّ مَا يَنُوبُهُمْ كَمَا يُوَلَهُ كُلُّ طِفلٍ إِلٰى أُمِّهِ.))

''ابو الہیثم فرماتے: اِلٰہ ہی ہوسکتا ہے جس کی عبادت کی جاتی ہو، اور پرستش و عبادت کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جو عابد کا خالق ہو، رازق ہو، مدبر ہو اور مقتدرِ اعلیٰ ہو۔ جو یہ صفات نہ رکھتا ہو وہ الٰہ نہیں ہے، اگرچہ ظلماً اُس کی عبادت کی جاتی ہو، بلکہ وہ مخلوق ہے اور کمزور معبود بن بیٹھا ہے، جب کہ خلقت اپنی حاجات میں اس کی طرف مضطرب ہوتی ہے، اور اپنے مصائب میں اس کے سامنے گڑگڑاتی ہے، اور تمام حوادث میں جو اس پر پڑتے ہیں، اس کے پاس چلاتی ہے، جس طرح بچہ اپنی شکایات لے کر آغوشِ مادر کا رُخ کرتا ہے۔''

امام قرطبی فرماتے ہیں:

((إِنَّمَا سُمّى " اللّٰهُ " إِلٰهًا، لِأَنَّ الْخَلْقَ يَتَأَلَّهُونَ إِلَيْهِ فِيْ حَوائِجِهِمْ وَيَتَضَرَّعُونَ إِلَيْهِ عِنْدَ شَدَائِدِهِمْ.)) [1]

''اللہ کو الٰہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ اپنی حاجات کے لئے اُس کی جانب متوجہ ہوتے، اور مصائب وشدائد کے وقت اس کے دربار میں فریاد وگریہ کرتے ہیں۔''

---

[1] الجامع لأحكام القرآن للقرطبی ۱/۷۳. المعروف "تفسیر قرطبی"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَالْاِلٰهُ هُوَ الَّذِيْ يَأْلَهُهُ الْقَلْبُ بِكَمَالِ الْحُبِّ وَالتَّعْظِيْمِ وَالْاِجْلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ.)) ❶

''اِلٰہ وہ ذات ہے کہ جس کے ساتھ دل انتہا درجے کی محبت رکھتے ہوں، انتہا درجے کی تعظیم اور اجلال واکرام کرتے ہوں، اور انتہا درجے کا خوف ورجاء بھی اسی سے رکھتے ہوں، اور ایسے ہی تمام امور اسی سے متعلق رکھتے ہوں۔''

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((تَأْلَهُهُ الْخَلَائِقُ مَحَبَّةً وَتَعْظِيْمًا وَخُضُوْعًا وَفَزْعًا إِلَيْهِ فِي الْحَوَائِجِ وَالنَّوَائِبِ.)) ❷

''الٰہ سے مراد وہ ذات ہے کہ دل جس کی محبت میں بے قرار ہوتے ہوں، اسی کی جلالت شان سے مرعوب ہوں، اسی کی طرف رجوع کرتے ہوں، اسی کا اکرام و تعظیم کرتے ہوں، اسی کی طرف رجوع کرتے ہوں، اسی کا اکرام و تعظیم کرتے ہوں، اسی کے سامنے ذلت، خضوع اور خوف سے پیش آئے ہوں، اسی سے امیدیں باندھتے ہوں اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہوں۔''

الٰہ کے بارے میں قرآنی آیات:

مسئلہ الٰہ کو مزید سمجھنے کے لیے آیات قرآنی کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا، لہٰذا چند وہ آیات پیش کی جارہی ہیں جن میں اللہ کے اِلٰہ ہونے کا ذکر ہے، ان ساری کی ساری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حاکم تکوینی بھی اللہ ہے، اور حاکم تشریعی بھی اللہ ہے، اس لئے کہ الٰہ وہی ہوسکتا ہے جو غیبی طاقت کا مالک ہو، چنانچہ تکوینی ❸ اور تشریعی حاکم بھی وہی ہے جو غیبی طاقت کا مالک ہے۔ ﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. ﴾

---

❶ رسالة العبودية، ص ١٢ في مجموعة التوحيد، طبع دمشق سنه ١٩٦٢ء.

❷ التفسير القيم، ص: ٣٣، طبع سنه ١٩٤٩ء.

❸ پیدا کرنے والا، عالم وجود میں لانے والا۔

☆ الٰہ وہی ہوسکتا ہے جو شریعت ساز ہو۔

جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ (القصص : ۸۸)

''اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکاریئے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کے سوا ہر چیز فنا ہوجائے گی، حکم اُسی کا ہے، اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

مذکورہ بالا آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اِلٰہ اُسے کہتے ہیں جو شریعت ساز ہو، جس کا حکم ہو۔

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو خالق ہو، اور روزی رساں ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ ﴾

(فاطر : ۳)

''اے لوگو! تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ کے سوا اور کوئی پیدا کرنے والا ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی پہنچاتا ہے، اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے، پس تمہاری عقل کیوں ماری گئی ہے۔''

مذکورہ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ خالق اور روزی رساں ہونا اِلٰہ کے مفہوم میں شامل ہے۔

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو شنوائی [1] اور بصارت [2] چھین سکتا ہو اور واپس دے سکتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] سننے کی طاقت (یعنی کان)
[2] بصارت یعنی آنکھیں۔

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام: ٤٦)

''آپ پوچھئے تمہارا کیا خیال ہے، اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے، اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے، تو کیا اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو وہ چیزیں تمہیں دوبارہ عطا کردے، آپ دیکھ لیجئے کہ ہم نشانیوں کو کس طرح مختلف انداز میں پیش کرتے ہیں، لیکن وہ پھر بھی اعراض سے ہی کام لیتے ہیں۔''

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو نظام شمسی کو قائم رکھ سکتا ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ ﴾ (القصص: ٧١، ٧٢)

''اے میرے نبی! آپ مشرکین سے پوچھئے، تمہارا کیا خیال ہے، اگر اللہ قیامت تک کے لئے تم پر رات کو مسلط کردے، تو اللہ کے سوا کون تمہارے لئے روشنی لے آئے گا، کیا تم سنتے نہیں ہو۔ آپ مشرکین سے پوچھئے، تمہارا کیا خیال ہے، اگر اللہ قیامت تک کے لئے تم پر دن کو مسلط کردے، تو اللہ کے سوا کون تمہارے لئے رات کو لے آئے گا، جس میں تم آرام کرتے ہو، کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔''

☆ الٰہ وہی ہوسکتا ہے جو ہر قسم کی حمد وثنا کا دنیا و آخرت میں تنہا سزاوار ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ (القصص: ٧٠)

''اور وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے، ساری تعریفیں دنیا و آخرت میں اسی کے لیے ہیں، اور ہر جگہ اسی کی حکمرانی ہے، اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔''

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو متصرف ومختار اور عالم الغیب ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ○ ﴾ (طٰهٰ: ۵۔۸)

''وہ ''نہایت مہربان'' عرش پر مستوی ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو ان دونوں کے درمیان میں ہے، اور جو کچھ مٹی میں ہے، سب اسی کا ہے، اور اگر آپ اونچی آواز سے بات کریں گے، تو وہ بے شک خفیہ بات کو جانتا ہے اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ (باتوں کو) جانتا ہے، اس اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے، اس کے بہت اچھے نام ہیں۔''

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو بارش نازل کرتا اور درخت اُگاتا ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ○ ﴾ (النمل: ٦٠)

''(ان کے خودساختہ شریک بہتر ہیں) یا وہ ذات بہتر ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور تمہارے لئے آسمان سے بارش نازل کی ہے، پس ہم نے اس کے ذریعہ بارونق اور خوشنما باغات اُگائے، جن کے درختوں کو تم نہیں اُگا سکتے تھے، کیا اللہ کے ساتھ کسی اور معبود نے بھی یہ کام کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے

کہ یہ لوگ راہِ حق سے دور ہو گئے ہیں۔''

فائدہ :......معبودانِ باطلہ کی عمومی نفی کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت مطلقہ کی مثالیں دے کر مشرکینِ مکہ سے الزامی سوال کیا ہے کہ بتاؤ یہ کس کی قدرت کا کرشمہ ہے، ان چیزوں کو کس نے پیدا کیا ہے، یہ نعمتیں کس نے دی ہیں؟ اور جب ہر سوال کا جواب تمہارے پاس سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ سب اللہ کی کرشمہ سازی ہے، تو پھر تم اُسے چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود کیوں بناتے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے پہلا الزامی سوال یہ کیا کہ ان آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، اور آسمان سے تمہارے لئے بارش کس نے نازل کی ہے؟ جس کے ذریعہ ہم نے تمہارے لئے خوبصورت باغات اُگائے ہیں، تم ان درختوں کو اُگانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ ظاہر ہے اس کے سوا کوئی جواب نہیں کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے ہیں، تو پھر تم کیوں اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش کرتے ہو؟

☆ الٰہ وہی ہوسکتا ہے جو زمین کو برقرار رکھ سکتا ہو، اور ندیاں، پہاڑ اور دریا بنا سکتا ہو، کڑوے اور میٹھے دو دریاؤں کو اکٹھے چلانا اور حد فاصل کا قائم رکھنا، یہ صفات بھی لوازم الوہیت میں سے ہیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

(النمل: ٦١)

''یا وہ ذات بہتر ہے، جس نے زمین کو رہنے کی جگہ بنائی ہے، اور اس میں نہریں جاری کی ہیں، اور اس پر پہاڑ بسا دیئے ہیں، اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ کھڑی کر دی ہے، کیا اللہ کے ساتھ کسی اور معبود نے بھی یہ کام کیا ہے، حقیقت

یہ ہے کہ اکثر مشرکین نادان ہیں۔''

فائدہ :...... دوسرا سوال یہ کیا کہ اس زمین کو تمہارے لئے قرار کی جگہ کس نے بنایا ہے کہ وہ اُلٹتی نہیں ہے، اور تم آرام سے اس پر زندگی گزارتے ہو، اور زمین پر نہریں کس نے جاری کی ہیں، اور اس پر پہاڑ کس نے جمادیئے، تاکہ حرکت نہ کرے، اور میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان رکاوٹ کس نے کھڑی کی ہے، کہ وہ ایک دوسرے سے نہیں ملتے ہیں، اس کے سوا تمہارے پاس کوئی جواب نہیں کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں، تو پھر تم کیوں اس کے سوا کسی اور کو اپنا معبود بناتے ہو؟!

☆ **اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو بے کس کی غائبانہ پکار کو سنے، دستگیری کرسکتا ہو اور مصیبت ہٹا سکتا ہو۔**

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۭ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (النمل: ٦٢)

''یا وہ ذاتِ برحق بہتر ہے، جسے پریشان حال جب پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے، اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے، اور تمہیں زمین میں جانشیں بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی یہ کام کرتا ہے، لوگو! تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

فائدہ :...... تیسرا سوال یہ کیا کہ جب انسان کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے، کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے، یا کسی ظالم کے ہتھے چڑھ جاتا ہے، تو وہ بے تحاشا کسے پکارتا ہے، اور کون ہے جو اس کی فریادرسی کرتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے؟ اور کون ہے جو کچھ کو موت دیتا رہتا ہے اور ان کی نسلوں کو زمین کا وارث بناتا رہتا ہے؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اللہ ہے۔ تو اے مشرکین مکہ! پھر کیوں تم اسے چھوڑ کر معبودانِ باطلہ کے سامنے سربسجود ہوتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

بے کس، بے بس اور مضطر کی دعا کی مناسبت سے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الجواب الکافی'' (ص:۲۱) پر رقم طراز ہیں کہ:

''اگر دعا کرتے وقت پورے طور پر حضورِ قلب حاصل ہو، اپنی حاجت وضرورت کا شدید احساس ہو، اور ربّ العالمین کے حضور انتہائی عاجزی و انکساری اور غایت درجہ کا خشوع وخضوع حاصل ہو، اور دل پر رقت طاری ہو۔ اوراس حال میں بندہ اپنے رب کے پاکیزہ ناموں اوراعلیٰ صفات کو وسیلہ بنا کر دعا کرے، تو ایسی دعا شاید ہی ردّ کی جاتی ہے۔''

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو بحر و بر کی تاریکیوں میں انسانوں کی راہنمائی کرتا اور ہواؤں کو چلاتا ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾

(النمل : ٦٣)

''یا وہ اللہ بہتر ہے جو سمندر اور خشکی کی تاریکیوں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے، اور جو ہواؤں کو اپنی بارانِ رحمت سے پہلے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی یہ کام کرتا ہے، اللہ ان کے جھوٹے معبودوں سے برتر و بالا ہے۔''

فائدہ :...... چوتھا سوال یہ کیا کہ صحراء اور سمندر کی تاریکیوں میں تمہاری کون رہنمائی کرتا ہے، اور کون بارش برسانے سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے، جن سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب بارش ہوگی، کون ان باتوں پر قادر ہے؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اللہ ہے، تو پھر کیوں تم لوگ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہو، اللہ تمہارے ان جھوٹے معبودوں سے بہت ہی برتر و بالا ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کے اِلٰہ واحد ہونے کا ذکر (۱۲۲) آیات میں ہوا ہے، مسئلہ الوہیت کو مزید سمجھنے کے لئے ان آیات کا مطالعہ ضروری ہے۔

توحید سلبی ...... لَا إِلٰهَ:

گزشتہ سطور میں دعوتِ انبیاء کا جو مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے، اُس میں قدر مشترک کلمہ " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " ہے، یہ چھوٹا سا جملہ ایجاب وسلب اور نفی اور اثبات پر مشتمل ہے، نفی " لَا إِلٰهَ " ہے اور اثبات " إِلَّا اللّٰهُ "، جس کا لفظی ترجمہ یوں ہوگا "نہیں کوئی اِلٰہ سوائے اللہ کے"

کلمہ توحید میں نفی اس لیے مقدم ہے تاکہ واضح ہوجائے کہ اللہ کو اِلٰہ ماننے سے قبل غیر اللہ کی الٰہیت کا کلی طور پر انکار ضروری ہے۔ یعنی جو کچھ پہلے ذہن میں موجود ہے، اسے بھلا دینا ہوگا، بلکہ مٹا دینا ہوگا۔ جب زمین یوں صاف ہوجائے تو پھر اس پر ایک نئی تعمیر ہوگی۔ جب تک مکان خالی نہیں ہوتا نیا مکین آ کر نہیں بستا۔

کلمہ طیبہ کے اس منفی جزء میں ان تمام صفات کی غیر اللہ سے نفی لازم آئے گی جو مفہوم اِلٰہ میں شامل ہوں۔

توحید اِیجابی ...... إِلَّا اللّٰهُ:

ایجاب وسلب کے اعتبار سے مستثنٰی کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔ چنانچہ کلام سابق اگر مثبت ہو تو مستثنٰی سے حکم منفی ہوگا، جیسا کہ " جَاءَ نِیُ الْقَوْمُ إِلَّا زَیْدًا "، میں زید مجیئت (آنے) کے حکم سے خارج ہے، اور اگر کلام سابق منفی ہو، تو صفت منفی مستثنٰی کے ساتھ خاص ہوجاتی ہے، جیسا کہ " مَا جَاءَ نِیُ أَحَدٌ إِلَّا زَیْدٌ "، میں آنے کا حکم زید کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح کلمہ طیبہ کے سلبی حصہ میں اُلوہیت غیر کے ضمن میں جن صفات کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے وہ تمام صفات اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہیں۔ " إِلَّا اللّٰهُ " کہنے سے مقصود فقط اللہ کی ذات کا اقرار نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کاملہ کا اقرار مقصود ہے، جس سے لازم آئے گا کہ خالق اللہ ہے، مخلوقات پر حاکم وہی ہے، بندوں کی تمام عبادتوں اور نیازمندیوں کا

مستحق وہ ہے، جس نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ مخلوقات کا نفع ونقصان، مارنا جلانا، عزت و ذلت، صحت و بیماری سب اسی کے اختیار میں ہے ہر ایک کی فریاد رسی کرنے والا وہی ہے، کیونکہ وہ عالم الغیب ہے، اور ہر ایک مصیبت زدہ، دردمند کی مشکل کو حل وہی کرتا ہے، کیونکہ ہر ایک کی پکار کو غائبانہ سنتا ہے۔

یہ ہیں توحید کے ایجابی اصول وارکان جن کی توضیح قرآنِ مجید کی روشنی میں ذیل کی سطور میں کی گئی ہے، چنانچہ:

☆ زمین وآسمان میں بادشاہت اللہ کی ہے:

زمین وآسمان میں بادشاہت صرف ایک اللہ کی ہے، اس کی بادشاہت میں کوئی دوسرا شریک نہیں، جن ہستیوں کو مصالح عباد کا متولی جان کر اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے، ان بیچاروں کا خود اپنا وجود بھی اپنے گھر کا نہیں، نہ تو وہ ایک ذرّہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ مارنا، جلانا ان کے قبضہ میں ہے، نہ اپنے اختیار سے کسی کو ادنیٰ ترین نفع، نقصان پہنچا سکتے ہیں، بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ بھر فائدہ حاصل کرنے اور نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت اور طاقت نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ط ﴾ (یوسف: ٤٠)

''اس اللہ کے سوائے کسی کی حکومت نہیں۔''

اور سورۃ الملک میں فرمایا:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ o نِالَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ o الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ o ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ o ﴾ (الملك: ١-٤)

''بے حساب برکتوں والا ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں (سارے جہاں کی)

بادشاہی ہے، اور وہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے، جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے، تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے، اور وہ زبردست، بڑا معاف کرنے والا ہے، جس نے اوپر تلے آسمان بنائے ہیں، آپ رحمٰن کی تخلیق میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھیں گے، آپ نظر ڈال لیجئے، کیا آپ کو کوئی شگاف نظر آتا ہے، پھر آپ بار بار نظر ڈال لیجئے، وہ عاجز ہو کر آپ کی طرف تھکی ہوئی واپس آجائے گی۔"

☆متصرف فی الامور اللہ ہے:

زمین و آسمان کو پیدا کرنے کے بعد ان پر کامل قبضہ و اقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ اور شہنشاہانہ تصرفات کا حق صرف اسی کو حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ ۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ٥٤)

"بے شک آپ کا رب وہ اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوگیا، وہ رات کے ذریعہ دن کو ڈھانک دیتا ہے، رات تیزی کے ساتھ اس کی طلب میں رہتی ہے، اور اس نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا، یہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں، آگاہ رہو کہ وہی سب کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کا حکم ہر جگہ نافذ ہے، اللہ ربّ العالمین کی ذات بہت ہی بابرکت ہے۔"

☆کائنات میں مختار کل اللہ ہے:

اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور مختار کل بھی آپ ہی ہے، اس کی پیدا کردہ

مخلوق میں سے کسی غیر کو مختار سمجھنا شرک ہے۔ تخلیق وتشریع کا اس نے کسی کو اختیار نہیں دیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (القصص: ٦٨)

''اور آپ کا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے (اپنی رسالت کے لئے) چن لیتا ہے، ان مشرکین کو کوئی اختیار نہیں (کہ وہ ہمارے شریک چنیں) اللہ تمام عیوب سے پاک اور مشرکوں کے شرک سے بلند و بالا ہے۔''

فائدہ: ......اس آیت کریمہ میں بندوں کے خلق و اختیار کی نفی کی گئی ہے، کہ نہ وہ کسی کو پیدا کر سکتے ہیں، اور نہ انہیں یہ اختیار حاصل ہے کہ اللہ کا نبی بننے کے لیے وہ جسے چاہیں اختیار کریں، اور جس کا چاہیں انکار کر دیں، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا نبی بناتا ہے، اور نہ بندوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس چیز کی چاہیں عبادت کریں اور جیسے چاہیں عبادت کریں، یہ حق اللہ خالق کائنات کا ہے کہ وہ صرف اپنی بندگی کا حکم دیتا ہے، شرک سے منع کرتا ہے، اور اپنی بندگی کا مشروع طریقہ بناتا ہے، بندوں کا کام صرف اطاعت و بندگی ہے، اسی لئے آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ ''اللہ کی ذات مشرکوں کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔''

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کی تردید میں نازل ہوئی تھی، جب اس نے کہا تھا کہ دونوں بستی والوں میں سے کسی بڑے آدمی کو کیوں نہ اللہ نے اپنا نبی بنایا۔ نیز عام مشرکوں کی تردید میں نازل ہوئی تھی، جنھوں نے اپنی مرضی سے اللہ کے لئے شریک بنا لئے اور گمان کر بیٹھے کہ یہ معبودانِ باطلہ قیامت کے دن سفارشی بنیں گے۔ [1]

☆ تمام خزانے اللہ کے اختیار میں ہیں:

ہر چیز کے وافر خزانوں پر اسی کو اختیار حاصل ہے کہ جس خزانہ میں سے جس کو جتنا چاہے عطا کرے اور آپ ہی روزی کا تقسیم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] اسباب النزول للواحدی، ص: ۱۸۹.

﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَآئِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ ﴾ (الحجر: ۲۱)

''اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور اُسے ہم ایک معین مقدار میں ہی اتارتے ہیں۔''

☆مصالح عباد کا متولی اللہ ہے:

حکومت وسلطنت، عزت و ذلت اور ہر قسم کے تصرفات کی زمام اکیلے اللہ مالک العلاّم کے ہاتھ میں ہے۔ ملک جس کو چاہے دے، اور جس سے چاہے سلب کرلے، کبھی رات کو گھٹا کر دن کو بڑھا دیتا ہے، کبھی اس کا عکس کرتا ہے، بیضہ کو مرغی سے، مرغی کو بیضہ سے، آدمی کو نطفہ سے اور نطفہ کو آدمی سے، جاہل کو عالم سے، عالم کو جاہل سے، کامل کو ناقص سے اور ناقص کو کامل سے نکالنا اسی کا کام ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ (اٰل عمران: ۲۶، ۲۷)

''آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے اللہ! حقیقی بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ذلیل بنا دیتا ہے، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر بڑا قادر ہے، تو رات کو دن میں، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور زندہ کو مردہ سے، اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور تو جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔''

اورسورۃ الشوریٰ (الآیۃ: ۴۹۔۵۰) میں فرمایا:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ (الشوریٰ: ٤٩، ٥٠)

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اللہ کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، یا انہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، وہ بے شک بڑا جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔''

☆ عالم الغیب فقط اللہ ہے:

قرآنِ مجید میں بار بار اس عقیدہ کی تکرار کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علم الغیب نہیں ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ط ﴾

(النمل: ٦٥)

''آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں، ان میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتا ہے۔''

اورسورۃ الانعام میں فرمایا:

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ط وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (الانعام: ٥٩)

''اور غیب کے خزانے اُسی کے پاس ہیں، اس کے علاوہ اُنہیں کوئی نہیں جانتا، وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کی خبر رکھتا ہے، اگر ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اسے جانتا ہے، اور اگر ایک دانا بھی زمین کی تاریکیوں میں گرتا ہے، اور کوئی بھی تازہ اور

کوئی بھی خشک، تو وہ اللہ کی روشن کتاب میں موجود ہے۔''

فائدہ :...... اللہ تعالیٰ نے غیبی اُمور کو اُن قیمتی اور اہم اشیاء سے تشبیہ دی ہے جنہیں صندوقوں میں بند کر کے غایت احتیاط کے طور پر تالا ڈال دیا جاتا ہے، ان غیبی اُمور کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

بعض مشاہدات کا ذکر کر کے مزید تاکید فرمائی کہ تمام غیبی اُمور کا علم صرف اللہ کو ہے، چنانچہ فرمایا کہ بر و بحر میں جو کچھ ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے، اور اس حقیقت کے بیان میں مزید مبالغہ کے طور پر کائنات کی ان گنت جزئیات کے بارے میں فرمایا کہ ان سب کا علم صرف اللہ کو ہے۔

صاحب ''فتح البیان'' نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ سے کاہنوں، نجومیوں اور غیب کی باتیں بتانے والوں کی تردید ہوتی ہے، جو کشف والہام کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں، سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَتَى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ.)) [1]

''جو کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتاری گئی کتاب کا انکار کر دیا۔'' [2]

فائدہ :...... انبیاء علیہم السلام کو جو علم دیا گیا وہ تعلیمی اور اطلاعی ہے۔ اس لئے قرآنِ مجید میں اس پر اطلاع اور اظہار کا لفظ اطلاق کیا گیا ہے، کس آیت میں یوں نہیں فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر یا ولی یا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کی صفت سے متصف فرمایا ہے، اور اطلاع کے بعد ''غیب'' غیب نہیں رہتا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبریں امت کو بھی بتائی ہیں، تو کیا ساری اُمت عالم الغیب بن گئی؟

---

[1] مسند أحمد ۲/ ۴۲۹، رقم: ۹۵۳۶، مستدرك حاكم ۱/ ۸۱ اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، مزید برآں علامہ البانی نے بھی ارواء الغلیل ۷/ ۶۹ میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] فتح البیان ۲/ ۳۸۲.

☆علم غیب کی تعریف:

علم غیب کی تعریف یہ ہے کہ خود بخود بلا واسطہ اور بغیر کسی ذریعہ کے حاصل ہو، اور وہ ''بعض'' نہ ہو، ''کل'' ہو، یہ صفت خاصہ ذاتِ الٰہی ہے، اس لئے انبیاء کرام کو غیب سے مطلع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''عالم الغیب'' کا لقب اپنے لئے مخصوص رکھا ہے، کسی نبی کے لئے استعمال نہیں کیا، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ایک مرید نے سلسلۂ گفتگو میں کہا:

((لَقَدْ أُعْطِيتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عِلْمَ الغَيْبِ.))

''اے أمیر المؤمنین! یقیناً آپ کو علم غیب دیا گیا ہے۔''

جواب میں آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

((يا أَخا كَلْبٍ، لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ، وَإِنَّما هُوَ تَعَلُّمٌ مِنْ ذِىْ عِلْم.))

''اے کلبی آدمی! یہ علم غیب نہیں ہے، بلکہ صاحب علم سے سیکھا ہوا علم ہے۔''

پھر آپ نے سورۃ لقمان کی آخری آیت پڑھی:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ (لقمان: ٣٤)

''بے شک اللہ کو ہی قیامت کا علم ہے، اور وہی بارش برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے اُسے جو ماں کے رحم میں ہوتا ہے، اور کوئی آدمی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ زمین کے کس خطے میں اس کی موت واقع ہوگی، بے شک اللہ بڑا جاننے والا، بڑا باخبر ہے۔''

اور مفاتیح الغیب کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

((فَهٰذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ نَبِيَّهُ.)) [1]

---

[1] تفصیل دیکھئے: نہج البلاغہ، ص: ١٨٦، طبعہ منشورات دار الهجرة، ایران، قم اصول کافی ١/ ٢٥٧، بصائر الدرجات، ص ٢١٣ جزء خامس.

''پس یہ ہے علم غیب جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم غیب کے علاوہ جس قدر بھی ہے وہ مطلق علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو سکھایا اور انہوں نے ہمیں بتایا۔''

☆علم حصولی بذریعہ وحی الٰہی:

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو علم غیب دینے کا ارادہ بھی نہیں کرسکتا، البتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی بعض غیبی امور پر مطلع کیا جاتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا o اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا o ﴾

(الجن: ۲۶، ۲۷)

''(وہی) غیب (کی باتیں) جاننے والا ہے، اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، (ہاں) جس کو پیغمبروں میں سے پسند فرمائے تو اس کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے۔''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ماضی کے ہزاروں واقعات اس طرح بیان فرمائے ہیں، گویا کہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، اسی طرح مستقبل کے بارے میں سینکڑوں پیشگوئیاں کی ہیں، جو حرف بحرف پوری ہوئیں، ہورہی ہیں اور ہو کر رہیں گی، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ علم آپ کو کس ذریعے سے حاصل ہوا۔ آیا ہر زمانے میں آپ حاضر و ناظر تھے؟ اگر نہیں، اور واقعی نہیں، تو کیا مشاہدہ کرنے والوں سے آپ نے سن پایا؟ اگر یہ بھی نہیں تو کیا تعلیم و تعلم اور مطالعہ کتب کے ذریعے آپ نے معلومات حاصل کرلیں؟ نہیں نہیں! قرآنِ پاک ان تمام ذرائع علم کی آپ کی ذات سے نفی کرتا ہے، اور باقی صرف ایک ہی ذریعہ معلومات رہ جاتا ہے یعنی وحی نبوت اور الہام، سو آپ کو جس قدر علم حاصل ہوا، اسی کے ذریعے سے حاصل ہوا، اور یہی آپ کی صداقت کی سب سے بڑی علامت اور نشانی ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ (القصص: ٤٤)

''اور آپ کوہِ طور کے مغربی جانب اس وقت موجود نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کو اپنی شریعت دی، اور نہ آپ نے اس کا مشاہدہ کیا۔''

﴿ وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِيٓ أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ٥ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ إِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ٥ ﴾

(القصص: ٤٥، ٤٦)

''اور نہ آپ اہل مدین کے درمیان پائے گئے انہیں ہماری آیتیں سنانے کے لئے، لیکن ہم نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا، اور آپ کوہ طور کے دامن میں اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی تھی، لیکن آپ اپنے رب کی جانب سے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں تا کہ آپ ایک ایسی قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

اور سورۃ العنکبوت میں فرمایا:

﴿ وَمَا كُنتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ٥ ﴾ (العنکبوت: ٤٨)

''اور آپ پہلے سے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے، اور نہ آپ ہاتھ سے اسے لکھتے تھے، ورنہ باطل پرست لوگ شبہ کرتے۔''

مفسر ابوالسعو درقم طراز ہیں:

((اَلْوُقُوْفُ عَلٰى مَا فَصَّلَ مِنَ الْأَحْوَالِ لَا يَتَسَنّٰى إِلَّا بِالْمُشَاهَدَةِ أَوِ التَّعَلُّمِ وَحَيْثُ انْتَفٰى كِلَاهُمَا تَبَيَّنَ أَنَّهُ يُوْحٰى مِنْ عَلَّامِ

الْغُیُوْبِ.)) ❶

'' (یعنی) آپ ﷺ نے جو گزشتہ امم کے احوال بیان کئے ہیں ان کا علم سوائے مشاہدہ یا تعلیمی ذریعہ کے ممکن نہیں، لہٰذا جہاں ان دونوں کی نفی کی گئی ہے، وہاں یہ اَمر خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ عالم الغیب کی طرف سے آپ کو بذریعہ وحی اطلاع دی جاتی ہے۔''

مگر یہ علم غیب نہیں، علم حصولی ہے، جو حادث بھی ہے اور محدود بھی، حادث اس لئے کہ وحی کے پہلے آپ کو یہ علم نہ تھا، اور محدود اس لئے کہ کئی چیزوں کا علم آپ کو وحی کے ذریعے بھی نہیں دیا گیا، دلیل کے طور پر فرمانِ باری تعالیٰ یاد رہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ (لقمان: ٣٤)

''اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے، وہی بارش برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے۔ نیز کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا؟ نہ ہی کوئی نفس یہ جانتا ہے کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی؟ بے شک اللہ ہی جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔''

جب کہ حدیث شریف میں ہے، نبی اکرم ﷺ سے جب قیامت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ.)) ❷

''یعنی قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جنہیں اللہ ربّ العزت کے سوا دوسرا کوئی نہیں جانتا۔''

---

❶ تفسیر أبی السعود.

❷ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، رقم: ٥٠، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان، رقم: ٩٩.

پھر آپ ﷺ نے یہی (مذکورہ بالا) آیت پڑھی۔

گویا قرآنِ وحدیث دونوں نے یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں۔

عاقل را اشارہ کافی است، ورنہ اس موضوع پر اس قدر لکھا جا سکتا ہے کہ ایک پوری کتاب تیار ہو جائے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆ پکار کا مستحق فقط اللہ ہے:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ **لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ** ط ﴾ (الرعد: ١٤)

''صرف اسی کو پکارنا حق ہے۔''

اور جن معبودانِ باطلہ کو اللہ کے سوا پکارا جاتا ہے، وہ کوئی حاجت پوری نہیں کر سکتے، حاجت روائی تو کیا کرتے وہ کسی کی پکار کو سنتے بھی نہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ **وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ** ط ﴾

(فاطر: ١٣، ١٤)

''اور اس کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم انہیں پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے، اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔''

بلکہ قیامت کے دن ان مشرکانہ حرکات سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور بجائے مددگار بننے کے دشمن ثابت ہوں گے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

﴿ **وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ**

اَعْدَآءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ کٰفِرِیْنَ ○ ﴾ (الأحقاف : ٥،٦)

''اور اس آدمی سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے بجائے اُن معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کو نہ سن سکیں گے، اور بلکہ وہ اُن کی فریاد و پکار سے یکسر غافل ہیں۔ اور جب لوگ میدانِ محشر میں لائے جائیں گے تو وہ معبود اُن کے دشمن ہو جائیں گے، اور اُن کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''

اور سورۃ یونس (الآیۃ: ۲۹) میں آتا ہے کہ وہ یوں کہیں گے:

﴿ فَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اِنْ کُنَّا عَنْ عِبَادَتِکُمْ لَغٰفِلِیْنَ ○ ﴾

''پس ہمارے اور تمہارے درمیان گواہ کی حیثیت سے اللہ کافی ہے، ہم تمہاری عبادت یعنی پکار سے بالکل ہی بے خبر تھے۔''

اس آیت پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''جتنے مشرک ہیں اپنے خیال کو پوجتے ہیں یا شیطان کو، اور نام کرتے ہیں نیکوں کا، وہ اس کام سے بیزار ہیں، آخرت میں معلوم ہوگا۔''

☆ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے:

کتاب و سنت، قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ سے یہ ثابت اور واضح ہوتا ہے کہ عبادت صرف ایک اللہ کا حق ہے، اللہ ربّ العزت کے علاوہ ہر کسی کی عبادت ممنوع و حرام، کفر اور شرک ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (البقرة: ٢١،٢٢)

''اے لوگو، اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا، اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر گئے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ، جس نے زمین کو

تمہارے لیے فرش اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی اُتارا جس کے ذریعہ اس نے مختلف قسم کے پھل نکالے تمہارے لیے روزی کے طور پر، پس تم اللہ کا شریک اور مقابل نہ ٹھہراؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔ (کہ اس کا کوئی مقابل نہیں)''

اب عبادت کا معنی ومفہوم، عبادت کی حقیقت اور اس کی انواع واقسام پر تفصیل مگر اختصار سے بحث ملاحظہ ہو۔

عبادت کی تعریف:

عبادت کے معنی ہیں بندگی، پرستش، بدرجہ غائت تذلل و عاجزی اور انتہائی تعظیم و اطاعت۔ چنانچہ؛

۱۔ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''''**العُبُودِيَّة**'' کے معنی ہیں کسی کے سامنے عاجزی اور انکساری ظاہر کرنا، مگر ''العبادۃ'' کا لفظ انتہائی درجہ کی ذلت اور انکساری ظاہر کرنے پر بولا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ معنوی اعتبار سے لفظ ''العبادۃ''، ''العبودیۃ'' سے زیادہ بلیغ ہے، لہٰذا عبادت کی مستحق بھی وہی ذات ہوسکتی ہے جو بے حد صاحب فضل و انعام ہو، اور ایسی ذات صرف ذاتِ الٰہی ہی ہے، اسی لیے فرمایا: ((أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ.)) کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔'' [1]

۲۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

((إِنَّ الْعِبَادَةَ عِبَارَةٌ عَنْ نِهَايَةِ التَّعْظِيمِ وَهِيَ لَا تَلِيقُ إِلَّا بِمَنْ صَدَرَ عَنْهُ غَايَةُ الْإِنْعَامِ.)) [2]

''عبادت کے معنی ہیں انتہائی تعظیم، اور عبادت اُسی ذات کے لائق ہے جس کے

---

[1] مفردات القرآن، معنى " العبادة ".

[2] تفسير كبير ١/ ٢٤٢، تفسير " إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ".

انعام بے حد ونہایت ہوں۔''

ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:

((إِنَّ الْعِبَادَةَ اَعْظَمُ اَنْوَاعِ التَّعْظِيمِ فَهِيَ لَا تَلِيقُ إِلَّا بِمَنْ صَدَرَ عَنْهُ اَعْظَمُ اَنْوَاعِ الْإِنْعَامِ وَذٰلِكَ لَيْسَ إِلَّا الْحَيٰوةَ وَالْعَقْلَ وَالْقُدْرَةَ وَمَصَالِحَ الْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ ، فَإِذَا كَانَتِ الْمَنَافِعُ وَالْمَضَارُ كُلُّهَا مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالىٰ وَجَبَ أَنْ لَا تَلِيْقَ الْعِبَادَةُ إِلَّا بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ.)) [1]

''یقیناً عبادت تعظیم کی انواع واقسام سے اعظم واعلیٰ نوع وقسم ہے، لہٰذا یہ سوائے اس ذات کے جس کے انعامات کی تمام انواع واقسام سے اعظم واعلیٰ ہوں کسی کو لائق نہیں اور اعظم انعامات زندگی، عقل، طاقت دنیا اور آخرت کے مصالح ہیں، پس جب ہر قسم کا نفع ونقصان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اختیار میں ہے تو واجب ہے کہ اس ذات سبحانہ وتعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں۔''

تو امام رازی رحمہ اللہ عبادت کو نھایۃ التعظیم اور اعظم انواع التعظیم قرار دیتے ہیں، اسی تفسیر کبیر میں عبادت کو اطاعت قرار دیتے ہوئے ایک نہایت ہی عجیب ونفیس بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((قوله: " لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ " مَعْنَاهُ لَا تُطِيعُوهُ بِدَلِيلٍ أَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ لَيْسَ هُوَ السُّجُودُ لَهُ فَحَسْبُ ، بَلِ الْإِنْقِيَادُ لِأَمْرِهِ وَالطَّاعَةُ لَهُ فَالطَّاعَةُ عِبَادَةٌ.))

''اللہ تعالیٰ کے کلام " **لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ** " کے معنی ہیں ''تم شیطان کی اطاعت نہ کرو'' اس دلیل کی بنیاد پر کہ شیطان کو محض سجدہ کرنا ہی ممنوع نہیں بلکہ اس کے حکم کی متابعت اور اس کی اطاعت بھی منع ہے، پس اطاعت عبادت ہے۔''

ایک اعتراض:......سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان؛ ﴿ اَطِيْعُوْا

---

[1] تفسیر کبیر ۱۷/ ۵۹، تفسیر الآیة " ویعبدون من دون اللّٰه ما لا یضرهم ......

اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ط ﴾ میں ہمیں امراء کی اطاعت کا حکم دیا ہے تو کیا ہم کو امراء کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب:......(امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ)؛

((طَاعَتُهُمْ إِذَا كَانَتْ بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا تَكُونُ إِلَّا عِبَادَةُ اللّٰهِ وَطَاعَةٌ لَهُ.))

''ان (امراء یعنی حکام) کی اطاعت جب اللہ کے حکم سے ہو تو وہ اللہ ہی کی عبادت اور اللہ ہی کی اطاعت ہوگی۔''

اور یہ اطاعت کیسے اللہ کی اطاعت نہ ہوگی، جب کہ غیر اللہ کو سجدہ اور رکوع تک بھی اللہ کے حکم سے ہو تو اللہ ہی کی عبادت ہوگی، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ملائکہ نے آدم علیہ السلام کا سجدہ (جب اللہ کے حکم سے) کیا اور یہ اللہ ہی کی عبادت تھی۔

((وَإِنَّمَا عِبَادَةُ الْأُمَرَاءِ هُوَ طَاعَتُهُمْ فِيمَا لَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ فِيهِ.))

''امراء (حکام) کی اطاعت (فرمانبرداری) ان کی عبادت صرف اس صورت میں ہوگی جس صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت کا اذن و حکم نہیں دیا۔''

اگر یہ کہا جائے کہ جب ہم شیطان کی کوئی بات نہیں سنتے اور نہ ہی اس کا کوئی اثر پاتے ہیں تو شیطان کی اطاعت اور رحمٰن کی اطاعت میں کس طرح فرق و امتیاز ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ؛

((عِبَادَةُ الشَّيْطَانِ فِي مُخَالِفَةِ اَمْرِ اللّٰهِ.))

''اللہ کے حکم کی مخالفت، شیطان کی عبادت ہے۔''

اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں شیطان کی عبادت نہیں ہوگی، کیوں کہ اس کا تو اللہ نے حکم فرمایا ہے:

((فَفِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ يَكُونُ الشَّيْطَانُ يَأْمُرُكَ وَهُوَ غَيْرُكَ وَفِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ يَأْمُرُكَ وَهُوَ فِيكَ.))

''پس بعض اوقات شیطان تجھے حکم دیتا ہے اور وہ تیرے سوا کسی دوسرے کی

صورت میں ہوتا ہے، اور بعض اوقات شیطان تجھے حکم دیتا ہے اور وہ خود تیرے اندر ہوتا ہے۔''

پس جب کوئی شخص آپ کے پاس آئے اور کسی بات کا حکم دے تو دیکھو کہ وہ حکم، حکم الٰہی کے موافق ہے یا موافق نہیں۔

((فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُوَافِقًا فَذَالِكَ الشَّخْصُ مَعَهُ الشَّيْطَانُ يَأْمُرُكَ بِمَا يَأْمُرُكَ بِهِ.))

''اگر اللہ کے حکم کے موافق نہ ہو تو یہی شخص ہے جس کے ساتھ شیطان ہے، اس کا حکم شیطان کا حکم ہے۔''

((فَإِنْ أَطَعْتَهُ فَقَدْ عَبَدْتَ الشَّيْطَانَ، وَإِنْ دَعَتْكَ نَفْسُكَ إِلىٰ فِعْلٍ فَانْظُرْ اَهُوَ مَأْذُوْنٌ فِيهِ مِنْ جِهَةِ الشَّرْعِ أَوْلَيْسَ كَذَلِكَ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مَأْذُوْناً فِيهِ ، فَنَفْسُكَ هِيَ الشَّيْطَانُ أَوْ مَعَهَا الشَّيْطَانُ يَدْعُوكَ ، فَإِنْ أَتْبَعْتَهُ فَقَدْ عَبَدْتَهُ.))

''اس صورت میں اگر تو نے اس شخص کی اطاعت کی تو تو نے شیطان کی عبادت کی۔ اور اگر تیرا نفس تجھے کسی کام کی طرف بلائے تو دیکھو کہ شرع کی رُو سے اس کام کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر شرعاً اس فعل کی اجازت نہیں ہے تو تیرا نفس خود شیطان ہے یا اس کے ساتھ شیطان ہے جو تجھے بلاتا ہے۔ اگر تو نے اس کی پیروی کی تو یقیناً تو نے شیطان کی عبادت کی۔''

پھر شیطان پہلے تو ظاہراً اللہ عزوجل کی نافرمانی اور مخالفت کا حکم دیتا ہے:

((فَمَنْ أَطَاعَهُ فَقَدْ عَبَدَهُ ، وَمَنْ لَّمْ يُطِعْهُ فَلَا يَرْجِعُ عَنْهُ، بَلْ يَقُوْلُ لَهُ اَعْبُدُ اللّٰهَ كَيْ لَاتُهَانَ وَ لِيُرْتَفَعَ عِنْدَ النَّاسِ شَأْنُكَ، وَيَنْتَفِعُ بِكَ اِخْوَانُكَ وَأَعْوَانُكَ، فَإِنْ أَجَابَ إِلَيْهِ فَقَدْ عَبَدَهُ.))

''پس جس نے اس کی فرمانبرداری کی اس نے اس کی عبادت کی، اور جو شیطان

کی اطاعت نہیں کرتا شیطان (ہمت ہار کر) اس کو چھوڑ نہیں دیتا، بلکہ اسے کہتا ہے تو اللہ کی عبادت کرتا کہ تیری توہین نہ ہو اور لوگوں کی نظر میں تیرا مرتبہ بلند ہو اور تیری ذات سے تیرے دوسرے بھائیوں اور دوستوں کو فائدہ پہنچے، پس اگر اس شخص نے اس کی بات مان لی تو یقیناً اس نے شیطان کی عبادت کی۔''

لیکن شیطان کی عبادت، عبادت میں تفاوت ہے، کیونکہ اعمال میں سے بعض عمل ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں عمل کرنے والے کا دل، اس کی زبان اور اس کے اعضاء و جوارح سب برابر کے شریک ہوتے ہیں اور بعض کام ایسے واقع ہوتے ہیں کہ کرنے والے کا دل اور اس کی زبان و جوارح کی مخالفت ہوتی ہے۔

بعض لوگ ایک جرم کا ارتکاب اس حال میں کرتے ہیں کہ ان کا دل اس پر خوش نہیں ہوتا اور وہ (اپنی زبان سے) اپنے ربّ سے مغفرت طلب کر رہے ہوتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ کام برا ہے۔ ((فَهُوَ عِبَادَةُ الشَّيْطَانِ بِالْأَعْضَاءِ الظَّاهِرَةِ.)) یہ (صرف) ظاہری اعضاء سے شیطان کی عبادت ہے۔

اور بعض لوگ گناہ کا ارتکاب اس حال میں کرتے ہیں کہ ان کا دل خوش ہوتا ہے اور ان کی زبان بھی (اس گناہ کے ذکر و بیاں سے) تر ہوتی ہے۔'' (یہ ظاہر و باطن دونوں میں شیطان کے عبادت گزار ہیں۔) [1]

سبحان اللہ! کیا عجیب پر کیف وبصیرت افروز تقریر ہے، نفس شریر کی مکاریوں اور ابلیس لعین کی دسیسہ کاریوں کو کس خوبی سے بے نقاب کیا گیا ہے۔ مزید برآں

۳۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی سنہ ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

((وَالْعِبَادَةُ فِي اللُّغَةِ مِنَ الذِّلَّةِ يُقَالُ طَرِيقٌ مُعَبَّدٌ وَبَعِيرٌ مُعَبَّدٌ أَيْ مُذِلٌّ وَفِي الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَمَّا يَجْمَعُ كَمَالَ الْمَحَبَّةِ وَالْخُضُوعِ وَالْخَوْفِ.)) [2]

---

[1] تفسیر کبیر ۲۶/ ۹۶۔۹۷، تفسیر الآیة: لا تعبدوا الشیطان.

[2] تفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۲۸، تفسیر: إیاك نعبد وإیاك نستعین.

'' عبادت کا معنی لغت میں ذلت ہے ''طریق معبد'' اس راستے کو کہتے ہیں جو کمزور ہو۔ اسی طرح ''بعیر معبد'' اس اونٹ کو کہتے ہیں جو بہت دبا اور جھکا ہوا ہو۔ اور شریعت اسلامیہ میں عبادت نام ہے، محبت، خشوع، خضوع اور خوف (کے مجموعے) کا۔''

۴۔ امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (المتوفی سنہ ۷۵۱ھ) نے عبادت کی تعریف کچھ یوں بیان فرمائی ہے:

((اَلْعِبَادَةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْاِعْتِقَادِ وَالشُّعُوْرِ "بِأَنّ لِلْمَعْبُوْدِ سُلْطَةٌ غَيْبِيَّةٌ يَقْدِرُ بِاَعْلَى النَّفْعِ وَالضَّرَرِ فَكُلُّ ثَنَاءٍ وَدُعَاءٍ وَتَعْظِيْمٍ يُصَاحِبُهُ هَذَا الْاِعْتِقَادُ وَالشُّعُوْرُ فَهِيَ عِبَادَةٌ.)) [1]

'' عبادت اس اعتقاد اور شعور کا نام ہے کہ معبود کو ایک غیبی تسلط (وتصرف) حاصل ہے جس کی بناء پر وہ نفع ونقصان پر قدرت رکھتا ہے، پس ہر تعریف اور ہر پکار اور ہر تعظیم جو اس اعتقاد وشعور کے ساتھ کی جائے وہ عبادت ہے۔''

۵۔ اور السید شریف الجرجانی عبادت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((اَلْعِبَادَةُ هُوَ فِعْلُ الْمُكَلَّفِ عَلٰى خِلَافِ هَوى نَفْسِهِ تَعْظِيْمًا لِرَبِّهٖ.)) [2]

''مکلّف کا اپنی خواہشات نفس کے خلاف عمل کرنا، اور اللہ کی تعظیم کرنا عبادت کہلاتا ہے۔''

عبادت کی اس تعریف سے بہت سے شبہات کا ازلہ ہوگیا۔ تعریف ہو یا پکار، تعظیم ہو یا کوئی اور فعل، صرف وہی عبادت ہے جس میں محمود و مدعو اور معظم ہستی کو غیبی طور پر متصرف و مقتدر مانا جائے، اسے مافوق الاسباب طاقت وقدرت اور سلطہ واقتدار کا مالک جانا جائے، اگر کسی معظم ومکرم ہستی کو اس صفت سے متصف نہ مانا جائے تو نہ تو کسی کی مدح وثناء، نہ کسی کی

---

[1] مدارج السالکین بحوالہ تفسیر جواھر القرآن ۱/ ۸. [2] التعریفات، ص: ۱۲۱

دعا و پکار اور نہ ہی کسی کی تعظیم وتکریم عبادت میں داخل ہوگی، لہٰذا رسولِ کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم، اولیاء اللہ کی عزت اور ظاہری اسباب کے تحت کسی کو کسی کام کے لیے پکارنا جائز ہوگا، یہ شرک نہیں ہوگا۔

انواع واقسام عبادت:

عبادت تین اقسام پر مشتمل ہے۔ (۱) قولی عبادت۔ (۲) فعلی عبادت۔ (۳) مالی عبادت۔

☆ **قولی عبادت:**......تسبیح وتہلیل، تکبیر وتحمید، ذکر ودعاء وغیرہ سب قولی عبادات ہیں۔

☆ **بدنی عبادت:**......روزہ، طواف، اعتکاف اور نماز وغیرہ بدنی عبادتیں ہیں۔

☆ **مالی عبادت:**......صدقہ، خیرات، زکوٰۃ، نذر و نیاز اور قربانی وغیرہ مالی عبادتیں ہیں۔

یاد رہے کہ یہ تینوں انواع اللہ ربّ العزت کے لئے خاص ہیں، غیر اللہ کے لئے کوئی بھی نوع جائز نہیں، نہ قولی عبادت، نہ بدنی عبادت اور نہ ہی مالی عبادت، اور مسلمانوں کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ وہ پانچ وقتہ نمازوں میں کئی کئی دفعہ قولاً وعملاً اس حقیقت کا اعتراف کریں کہ ہر قسم کی عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ چنانچہ نمازی تشہد کے اندر اعلان کرتا ہے کہ؛ ((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ .)) یعنی تمام عباداتِ قولیہ، بدنیہ اور مالیہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں رسول اللہ ﷺ کو اور ان کے واسطہ سے ساری اُمت کو ارشاد ہوتا ہے کہ ان عباداتِ ثلاثہ کو اللہ ہی کے لیے ادا کریں، کسی دوسرے کو اس میں شریک نہ کریں۔''

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ o ﴾

(الأنعام: ١٦٢، ١٦٣)

’’آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ربّ العالمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے، اور میں اللہ کا پہلا فرمانبردار بندہ ہوں۔‘‘

فائدہ :......یعنی مقبول عمل وہ ہے جو حکم الٰہی سے کیا جائے، چاہے وہ حکم الٰہی آیات قرآنی کی صورت میں ہو یا احادیث رسول ﷺ کی صورت میں ہو، اور جو اس کے علاوہ ہے وہ مقبول نہیں ہے، چاہے کتنا بھاری عمل ہی کیوں نہ ہو۔

نذر و نیاز کا مستحق صرف اللہ ہے:

نذر و نیاز صرف اللہ کا حق ہے، جو لوگ انفاقِ مال اور نذر میں حکم الٰہی کے خلاف کرتے ہیں، ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں، اللہ جو چاہے ان پر عذاب مسلط کرے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ○ ﴾ (البقرة: ٢٧٠)

’’اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو یا کوئی منت مانتے ہو، تو اللہ بے شک اُسے جانتا ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔‘‘

یعنی مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے، اور غیر اللہ کے تقرب کے لئے نذر و نیاز کے طور پر ذبح کرتے تھے اس لئے نبی علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ ان کی مخالفت میں اس بات کا اعلان کردیں کہ میری ہر قسم کی عبادت، نماز اور ذبح وغیرہ اللہ تعالیٰ کے تقرب اور خوشنودی کے لئے ہے۔

زائرین بیت اللہ کو حکم ہوتا ہے: ﴿ وَلۡيُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ ط ﴾ (الحج: ٢٩) ’’اور چاہیے کہ وہ اپنی نذر پوری کریں۔‘‘

اور سورۃ الدھر (الآیۃ: ٧) میں عباد اللہ کی تعریف میں اس وصف کو نمایاں طور پر بیان

کیا گیا ہے کہ جو اللہ کی نذر و نیاز مانتے ہیں، اس کو پورا کرتے ہیں۔

﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ ﴾ (الدھر : ۷)

''(مومنین) اپنی نذریں پوری کرتے ہیں۔''

توحید کے فوائد و اثرات:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ ایمان کا جزو اعظم اور دین اسلام کا اصل الأصول ہے۔ عبادات و معاملات اور اعمال و اخلاق کی پوری عمارت اس بنیاد اور اساس پر قائم ہے، اگر یہ بنیادی عقیدہ درست اور صحیح ہے تو تمام عبادات و اعمال عنداللہ مقبول اور موجب اجر و ثواب ہوں گے۔ لیکن اگر اس بنیادی عقیدے میں خرابی ہوئی تو تمام عبادات و اعمال مردود، رائیگاں اور بے نتیجہ ہوں گے۔ اسی معنی کو آپ اس طرح بھی ادا کر سکتے ہیں کہ توحید کا تعلق دین اسلام سے ایسے ہی ہے جیسے کہ روح کا تعلق جسم کے ساتھ۔ جاندار کے جسم میں جتنے بھی اعضاء ہیں اور ان اعضاء کے اندر جتنی بھی قوتیں اللہ ربّ العزت نے ودیعت کر رکھی ہیں، ان سب کی بقا کا دار و مدار فقط روح اور جان پر ہے۔ جب تک جان جسم کے اندر موجود ہے، تمام اعضاء اور قوتیں بھی زندہ ہیں، لیکن جب روح نکل جاتی ہے تو یہ سب کارخانہ معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح دین فطرت کا وجود توحید پر موقوف ہے۔ اگر توحید ہوگی تو دین کا تصور بھی موجود ہوگا، اور اگر توحید نہ ہوگی یا اس کے تصور میں کمی ہوگی تو سارا دین جسم بے روح کی طرح بے کار سمجھا جائے گا۔ یا جس طرح ایک مکان کی مضبوطی اس کی بنیادوں پر موقوف ہوتی ہے، بالکل اسی طرح دین حق کی عمارت مسئلہ توحید پر قائم ہے، اگر یہ عقیدہ مجروح ہو گیا، اگر یہ بنیاد کمزور............ ہوگئی تو اس پر جو بھی دین کی عمارت اٹھائی جائے گی، لازماً وہ ناپائیدار اور ناقابل اعتماد ہوگی۔

یہ عقیدہ اس قدر اہم اور ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نشر و اشاعت اور افہام و

تفہیم کا اس قدر زیادہ اہتمام فرمایا ہے۔ ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبر اور سینکڑوں کتابیں اور صحیفے اس عقیدے کی تبلیغ و تبیین کے لئے بھیجے۔ سیّد الأنبیاء ﷺ پر چونکہ سلسلۂ نبوت ختم کرنا تھا۔ اس لئے آپ کی بعثت اور تنزیل قرآن سے سارے دین اسلام کی عموماً اور اسلام کے اس بنیادی عقیدے کی خصوصاً تکمیل فرمادی۔ قرآنِ مجید کا کامل ۳/۱ حصہ اسی مسئلہ سے متعلق ہے جس میں اس مسئلے کو دلائل عقل و نقل، آیاتِ آفاق و انفس اور نظائر و أمثال سے واضح فرمایا ہے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے فعل اور قول سے اس کی تفسیر فرمائی، اور اس کے ساتھ ساتھ مال و جان سے اور اصحاب و اقارب کی معیت میں اس کی خاطر جہاد بھی کیا۔

اسی توحید کی وجہ سے آپ پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے اور آپ ﷺ کو مصائب و شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ حتی کہ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہجرت پر مجبور ہوئے۔

سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے جب یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ان کو یہی تاکید فرمائی کہ پہلے وہاں کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار لینا اور پھر باقی مسائل بتلانا! اور سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ؛

((أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ أَنْ لَّا تُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعْتَ وَحُرِّقْتَ.)) [1]

"میرے انتہائی مخلص دوست (رسول اللہ ﷺ) نے مجھے وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا (یعنی توحید پر مضبوطی سے قائم رہنا) خواہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے جائیں یا تجھے جلا دیا جائے۔"

ثابت ہوا کہ توحید کو لازم پکڑنا اور شرک سے نفرت بنیادی مسئلہ ہے۔ شرک اس قدر مذموم فعل ہے کہ اس کی وجہ سے خودی، خود اعتمادی اور عزت نفس کی روح آدمی سے فنا ہو جاتی ہے، اور وہ ہر ہر قدم پر دوسروں کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتا ہے، تب اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ کائنات کی ہر اس چیز کے سامنے جھکنے لگتا ہے جو اس کے لئے مسخر و منقاد کر دی گئی ہے، وہ

---

[1] علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، رقم: ٤٠٣٤، الأدب المفرد، رقم: ١٨، إرواء الغليل، رقم: ٢٠٢٦، التعليق الرغيب ١/١٩٥.

اپنے ہی جیسے انسانوں کو اپنا رب اور آقا تسلیم کر لیتا ہے، ان کے آگے جھکتا ہے ''داتا'' اور ''غریب نواز'' ایسے خطابات سے انہیں مخاطب کرتا ہے۔ یہاں تک کہ زندوں سے گزر کر مردوں کے سامنے بھی اپنی درخواستیں اور التجائیں پیش کرتا ہے اور انہیں عالم الغیب، نافع و ضار، متصرف في الأمور جان کر پکارنے لگ جاتا ہے۔

جب کہ توحید کی بناء پر وہ اپنی خودی کے کھوئے ہوئے گوہر کو پھر سے حاصل کر لیتا ہے، اس کی ذلت عزتِ نفس میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس عقیدہ کی بدولت وہ اپنی اس فطری آزادی و حریت اور خود داری کے مقام کو از سرِ نو پالیتا ہے، جس کی وجہ سے اسے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل تھا! پہلے وہ جس قدر پستی کا شکار تھا، اب اسی قدر وہ اپنے آپ کو بلند سمجھتا ہے، غیر اللہ سے اس کے تمام علاقے ٹوٹ جاتے ہیں اور اس کا تعلق خالق حقیقی سے قائم ہو جاتا ہے۔ تب اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس کا ہر عمل، فعل اور قول اللہ کی رضا کے تابع ہو جاتا ہے۔ ماں باپ سے حسن سلوک، بڑوں کا احترام چھوٹوں پر شفقت، اقرباء سے حسن معاملت، الغرض تمام خصائل حسنہ سے وہ اس لئے متصف ہو جاتا ہے کہ اس کے آقا، خالق و مالک، معبودِ واحد و حقیقی نے اسے ان باتوں کا حکم دیا ہے۔ یوں ایک موحد کے دل کی کائنات ہی بدل جاتی ہے اور وہ اپنے ظاہر و باطن میں یکسو، بندۂ حنیف بن کر زندگی گزارنے لگتا ہے، پھر اس حالت پر اگر اسے استقامت نصیب ہو تو اس پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت اسے یہ خوشخبری ملتی ہے کہ:

﴿ يَـٰٓأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبٰدِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴾ (الفجر: ۲۷۔۳۰)

''اے اطمینان پانے والی روح! اپنے رب کی طرف لوٹ چل (اس حالت میں کہ) تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''

جس شخص کی توحید ناقص ہوگی، اسے یہ مرتبہ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ یہ مقام و مرتبہ اسے

نصیب ہوگا جس کی توحید خالص ہوگی، اس توحید خالص میں اللہ کی محبت ہے، اس کی عظمت و جلالت کا احساس اور اس کا خوف ہے، جو گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے، اگرچہ ان سے زمین بھری پڑی ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ ﴾ (النساء: ٤٨)

''اللہ ربّ العزت شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے۔ اور اس کے علاوہ گناہ، جسے چاہیں گے، معاف فرمادیں گے۔''

قارئین! مذکورہ بالا بحث سے توحید کی حقیقت، اہمیت اور اس کے اثرات روز روشن کی طرح واضح ہوگئے ہوں گے، اب ہم توحید کی اقسام بیان کرنے لگے ہیں۔

توحید کی اقسام:

توحید کی تین قسمیں ہیں:

(۱) توحید ربوبیت (۲) توحید الوہیت (۳) توحید اسماء وصفات

(۱) توحید ربوبیت:

توحید ربوبیت یہ ہے کہ اللہ کو اس کی ذات میں اکیلا، بے مثال، بے نظیر اور لاشریک مانا جائے۔

یہ تسلیم کیا جائے کہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد، ماں ہے نہ باپ، وہ کسی کی ذات کا جزء ہے نہ کوئی دوسرا اس کی ذات کا جزء۔

مشرکین مکہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے ایک اِلٰہ کی طرف بلایا تو انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا اور پوچھا؛ ''جس چیز کی طرف آپ ﷺ دعوت دیتے ہیں اس کا نسب نامہ بیان کیجئے، وہ کس چیز سے بنا ہے اور کیا کھاتا پیتا ہے، اس نے کس سے وراثت پائی ہے، اور اس کا وارث کون ہوگا؟'' پس ان کے سوالوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ

اخلاص نازل فرمائی۔

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ٥ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ٥ لَمْ يَلِدْ ۵ وَلَمْ يُوْلَد ٥ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ٥ ﴾

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس نے کسی کو پیدا نہیں کیا ہے، اور نہ وہ پیدا کیا گیا ہے، اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔'' [1]

اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ زمین وآسمان، اس کائنات کے تمام ستارے، بدلیاں، بجلی، کڑک، ہوا، صحرا وسمندر، رات ودن، ظلمت ونور، درخت وپھول، جن وانسان، فرشتے و جانور غرض تمام مخلوقات جن کو احاطۂ شمار میں نہیں لایا جاسکتا، وہ بغیر کسی خالق کے پیدا نہیں ہوئے ہیں، اور نہ ہی انہوں نے اپنے آپ کو پیدا کیا ہے، اور نہ آج تک ان میں سے یا ان کے پہلے اور بعد والوں میں سے کسی نے بھی اس کا دعویٰ کیا کہ وہ اُن سب چیزوں کے خالق ہیں یا ان میں سے کسی ایک کے، تو پھر............ان کا خالق کون ہے؟ اگر آدمی نفسانیت سے بلند ہوکر سوچے تو اس سوال کا وہی جواب دے گا جو مشرکین مکہ نے دیا تھا، جس کے متعلق اللہ ربّ العزت نے قرآنِ مجید میں خبر دی ہے کہ؛

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ٥ ﴾ (الزخرف: ۹)

''اور اگر آپ ان (مشرکین) سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کس نے بنائے ہیں، تو وہ ضرور کہیں گے، ان کو غالب جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔''

لیکن دہریے اور کیمونسٹ اور جن کا بھی ذہن ان کی تعلیمات سے آلودہ ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اور یہ کائنات اور اس میں موجودہ سب چیزیں خود بخود پیدا ہوگئی ہیں نیچر ہی ان کا خالق ہے، لیکن وہ اس پر عمل سلیم کو آمادہ نہ کرسکے، اور علت العلل کے نام سے الٰہی

[1] مسند أحمد، رقم: ٢٠٧١٤، تفسیر طبری ٧٤٠/١٢، الدر المنثور ٦١٠/٨. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، رقم: ٣٣٦٤

صفات کو انہیں تسلیم کرنا پڑا اور...... یہ نظریہ سراسر کلامِ پاک کے مخالف ہے، جب کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ﴾ (الزمر: ٦٢)

''ہر چیز کا اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے، اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

اس عقیدے کے برعکس کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی ماننا، کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ اور جزء کہنا، یا اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود سمجھنا شرک فی الذات کہلاتا ہے۔

(۲) توحید الوہیت:

توحید الوہیت کو ''توحید عبادت'' بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت و ریاضت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کیا جائے، اور کسی دوسرے کو اس میں شریک نہ کیا جائے، یاد رہے کہ عبادت کا لفظ، پوجا، پرستش اور اطاعت و فرمانبرداری اور اطاعت وغیرہ کے تمام مفاہیم کو شامل ہے۔ (جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے)

عبادت کے مذکورہ مفہوم کو سامنے رکھیں تو توحید عبادت یہ ہوگی کہ ہر قسم کے مراسم عبودیت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات رکوع وسجود، نذر و نیاز، طواف و اعتکاف، دعا و پکار، استعانت و استغاثہ، اطاعت و غلامی، فرمانبرداری اور پیروی) صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ ان چند میں سے کسی ایک میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا "شرك فى العبادة" یا "شرك في الألوهية" کہلاتا ہے۔

(۳) توحید اسماء وصفات:

توحید اسماء و صفات یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ تمام صفات الٰہیہ میں اللہ تعالیٰ کو یکتا، بے مثال اور لاشریک مانا جائے۔

ان صفات میں سے ایک اللہ کی صفت ''حیاۃ'' بھی ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ (آل عمران: ۲)

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو ہمیشہ سے زندہ ہے۔''

اورصفت ''علم'' بھی، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ ﴾ (البقرہ: ۲۵۵)

''اورلوگ اس کے علم میں سے کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں۔''

اورصفتِ ''اِرادہ'' اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴾ (یٰس: ۸۲)

''اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ''ہوجا'' اور وہ چیز ہوجاتی ہے۔''

اورصفت ''قدرت'' بھی ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ (آل عمران: ۲۹)

''اوراللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔''

اورصفت ''سمع وبصر'' بھی ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴾ (الحج: ۶۱)

''اور بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔''

اورصفت ''کلام'' بھی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ ﴾ (البقرہ: ۲۵۳)

''ہم نے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کی۔''

اورصفت ''رحمت اور مغفرت'' بھی ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ (النسآء: ۲۳)

''بے شک اللہ مغفرت کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔''

اور صفت ''محبت'' بھی ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهُ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۲۲۲)

''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اور خوب پاکی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اور صفت ''الیدین'' بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۝ ﴾ (المائدہ: ٦٤)

''بلکہ اس (اللہ) کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔''

اور صفت ''استواء علی العرش'' بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط ﴾ (الأعراف: ٥٤)

''بے شک آپ کا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوگیا۔''

اور صفت ''نزول'' بھی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنيَا.)) [1]

''ہمارا پروردگار، بلند برکت والا ہر رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔''

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بارے ایک مستقل کتاب بنام ''نزول الرب إلی سماء الدنیا'' تحریر فرمائی ہے، جس میں بدلائل واضحہ اس کا آسمان دنیا پر نازل ہونا ثابت فرمایا ہے۔

قارئین! اللہ تعالیٰ کی ان صفات یا کسی اور صفت میں کسی دوسرے کو شریک سمجھنا اور ماننا شرک فی الأسماء والصفات ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب التهجد، رقم: ١١٤٥.

اسماء وصفات کے متعلق چند اہم قواعد اور بنیادی اصول

پہلا قاعدہ:

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے متعلق کتاب وسنت میں واردنصوص کو ان کی ظاہری دلالت پر باقی رکھنا ہوگا، اورکسی قسم کے تغیر یا تبدیلی کی جسارت نہ کی جائے، اور معنی ظاہر کو تبدیل کرنا، اللہ تعالیٰ پر بلاعلم بات کرنے کے مترادف ہوگا، جو کہ شرعی طور پر حرام ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف : ۳۳)

’’آپ کہیے کہ میرے رب نے تمام ظاہر و پوشیدہ بدکاریوں کو، اور گناہ اور ناحق سرکشی کو حرام کردیا ہے، اور یہ (بھی حرام کردیا ہے) کہ تم لوگ اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہراؤ جن کی عبادت کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی ہے، اور یہ بھی کہ تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرو جن کا تمہیں علم نہیں۔‘‘

مثلاً اللہ ربّ العزت کے لئے دو ہاتھ ثابت ہیں۔ (المائدہ:۶۴) لہٰذا انہیں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا واجب ہے۔اب اگرکوئی شخص یہ کہے کہ یہاں ہاتھوں سے مراد قوت ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس کے ظاہر معنی سے پھیر دیا ہے، اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر قولِ بلاعلم کی جسارت کرنا ہے، جو کہ حرام ہے۔

دوسرا قاعدہ:

اس قاعدہ کے تحت چند فروعات ہیں جن کے بیان سے پورا قاعدہ سمجھ آجائے گا۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے تمام نام ''حسنیٰ'' غایت درجہ اچھے اور پیارے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سارے کے سارے نام اپنے اندر کوئی نہ کوئی صفت کاملہ لئے ہوئے ہیں، اور ان تمام صفات میں سے کسی بھی صفت میں کسی بھی قسم کا کوئی نقص اور عیب نہیں ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

''آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ اللہ کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کے نام سے پکارو، جس نام سے چاہو اسے پکارو، تمام بہترین اور اچھے نام اسی کے لئے ہیں۔''

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ عزوجل کے پیارے اسماء میں سے ''الرحمٰن'' وارد ہوا ہے، جو ایک انتہائی پیاری صفت ''وسیع رحمت'' پر مشتمل ہے۔

(۲) اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کسی معین عدد میں محصور نہیں ہیں، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان ہے، جس میں آپ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے:

((أَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ.)) [1]

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ہر نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، جو بھی نام تو نے اپنی ذات کے رکھے، یا جو نام تو نے اپنی کتاب میں اتارے، یا جو نام تو نے اپنی کسی مخلوق کو تعلیم فرمادیئے، یا جو نام تو نے اپنے خزانۂ غیب میں محفوظ

---

[1] مسند أحمد (۱/ ۳۹۴، ۴۵۲) صحیح ابن حبان، رقم (۲۳۷۲) مستدرك حاکم (۱/ ۵۱۹) شیخ البانی نے اسے سلسلة الصحیحة میں برقم: (۱۹۹) ذکر کیا ہے۔

فرما دیئے ہیں۔''

اور یاد رہے کہ جو اسماء اللہ اس کے خزانہ غیب میں ہیں، ان کا ہمارے لئے حصر واحاطہ ناممکن ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ایک اور فرمان ملاحظہ فرمائیے گا، چنانچہ سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اسْمًا، مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) [1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، یعنی ایک کم سو (۱۰۰) جس نے ان کا احصاء کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

فائدہ :......(۱) حدیث میں وارد کلمہ ''اِحصاء'' کا معنی پڑھنا سمجھنا، یاد کرنا اور ان کے مطابق عقیدہ بنانا ہے۔

فائدہ :......(۲) یہ روایت مذکورہ روایت کے متعارض نہیں ہے جیسا کہ ظاہر سے معلوم ہے، کیونکہ اس حدیث کا معنی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے جملہ ناموں میں سے صرف ننانوے (۹۹) نام یاد کرنے والا اور ان کا احصاء کرنے والا جنتی ہے۔''

یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کل نام ننانوے (۹۹) ہی ہیں، اور ان کے علاوہ اس کا کوئی نام نہیں۔

فائدہ :......(۳) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ننانوے (۹۹) نام ذکر کر دیتے ہیں جو ہمیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ملے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشروط، رقم: (۲۷۳٦) کتاب الدعوات (رقم: ٦٤١٠) ومسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: (٦/٢٦٧٦).

کتاب اللہ سے

اَللّٰهُ	البقرہ:۱۲۸	معبودِ برحق	اَلْاَحَدُ	الاخلاص:۱	ایک یعنی تنہا
اَلْاَعْلٰی	الاعلیٰ:۱	بلند و برتر	اَلْاَوَّلُ	الحدید:۳	پہلا (سب سے پہلے)
وَالْآخِرُ	الحدید:۳	آخر (وہ تب بھی ہو گا جب سب ختم ہو جائیں گے۔)	وَالظَّاهِرُ	الحدید:۳	ظاہر و عیاں اور غالب
اَلْبَرُّ	الطّور:۲۸	بڑا محسن	اَلْبَصِيْرُ	الشوریٰ:۱۱	دیکھنے والا
اَلتَّوَّابُ	الحجرات:۱۲	توبہ قبول فرمانے والا	اَلْحَسِيْبُ	النساء:۶	حساب لینے والا
اَلْحَفِيْظُ	ھود:۵۷	حفاظت و نگہبانی کرنے والا	اَلْحَفِيُّ	مریم:۴۷	بڑا مہربان
اَلْحَكِيْمُ	الحشر:۱	حکمت والا	اَلْحَلِيْمُ	البقرۃ:۲۲۵	بردبار (دوراندیش)
اَلْحَمِيْدُ	الشوریٰ:۲۸	حمد و تعریف والا	اَلْخَبِيْرُ	التحریم:۳	خبر رکھنے والا
اَلْخَالِقُ	الحشر:۲۴	پیدا کرنے والا	اَلْخَلَّاقُ	الحجر:۸۶	بہترین پیدا کرنے والا
اَلرَّحِيْمُ	الفاتحہ:۲	نہایت مہربان اور نرمی کرنے والا	اَلرَّزَّاقُ	الذاریات:۵۸	رزق دینے والا
اَلرَّقِيْبُ	الاحزاب:۵۲	تاک میں رہنے والا	اَلشَّاكِرُ	النساء:۱۴۷	قدردان
اَلشَّكُوْرُ	فاطر:۳۴	بہت قدردان	اَلشَّهِيْدُ	حم السجدہ:۵۳	گواہ
اَلْعَزِيْزُ	الحشر:۲۴	زبردست و غالب	اَلْعَظِيْمُ	البقرہ:۲۵۵	بڑی عظمت والا
اَلْعَفُوُّ	المجادلۃ:۲	معاف کرنے والا	اَلْغَفَّارُ	نوح:۱۰	بڑا بخشنے والا
اَلْغَفُوْرُ	الزمر:۵۳	گناہ بخشنے والا	اَلْغَنِيُّ	محمد:۳۸	خود مختار و بے پروا
اَلْقَاهِرُ	الانعام:۱۸	غالب و زبردست و طاقتور	اَلْقُدُّوْسُ	الجمعۃ:۱	عیوب و نقائص سے پاک
اَلْقَدِيْرُ	الملک:۱	بڑا با صلاحیت، طاقتور	اَلْقَهَّارُ	ابراہیم:۴۸	بڑا عذاب دینے والا
اَلْكَبِيْرُ	الحج:۶۲	سب سے بڑا	اَلْكَرِيْمُ	الانفطار:۶	مہربان و سخی
اَلْمُتَعَالُ	الرعد:۹	بہت بلند	اَلْمُتَكَبِّرُ	الحشر:۲۳	غرور و تکبر کرنے والا

اَلْمَتِيْنُ الذاریات:۵۸	مضبوط وطاقتور	اَلْمُحِيْطُ حم السجدہ:۵۴	گھیراؤ کرنے والا
اَلْمُصَوِّرُ الحشر:۲۴	تصویر بنانے والا	اَلْمُقْتَدِرُ الکھف:۴۵	قدرت والا
اَلْمَلِيْكُ القمر:۵۵	قدرت والا بادشاہ	اَلْمَوْلٰى الأنفال:۴۰	کارساز و مالک وآقا
اَلْمُهَيْمِنُ الحشر:۲۳	نگہبان ومحافظ	اَلْوَارِثُ الحجر:۲۳	وارث (حامی ومددگار)
اَلْوَاسِعُ البقرہ:۱۱۵	وسعتوں وفراخیوں والا	اَلْوَدُوْدُ البروج:۱۴	بہت محبت کرنے والا
اَلْوَهَّابُ آل عمران:۸	سب سے زیادہ عطاء کرنیوالا	اَلْاَكْرَمُ العلق:۳	بے پایاں کرم والا
اَلْإِلٰهَ النحل:۵۱	معبودِ برحق	وَالْبَاطِنُ الحدید:۳	پوشیدہ
اَلْجَبَّارُ الحشر:۲۳	زبردست قابو کرنے والا	اَلْبَارِئُ الحشر:۲۴	پیدا کرنے والا
اَلْحَقُّ الحج:۶۲	سچا مالک	اَلسَّلَامُ الحشر:۲۳	سلامتی والا
اَلْحَافِظُ یوسف:۶۴	حفاظت کرنے والا، نگہبان	اَلرَّءُوْفُ النحل:۷	نرمی کرنے والا
اَلْعَلِيْمُ التحریم:۲	سب سے زیادہ علم والا	اَلْمُبِيْنُ النور:۲۵	واضح کرنے والا
اَلصَّمَدُ الاخلاص:۲	بے نیاز	اَلْقَرِيْبُ البقرۃ:۱۸۶	(بندوں کے) نزدیک
اَلْقَيُّوْمُ البقرہ:۲۵۵	بذاتِ خود قائم و دائم اور ہر چیز پر محافظ ونگران	اَلْفَتَّاحُ سبا:۲۶	رحمت و رزق کے دروازے کھولنے والا
اَلْمُجِيْبُ ھود:۶۱	قبول کرنے والا	اَلرَّحْمٰنُ الفاتحہ:۲	نہایت مہربان
اَللَّطِيْفُ الملک:۱۴	باریک بین	اَلْمُقِيْتُ النساء:۸۵	ہر جاندار کو خوراک دینے والا
اَلسَّمِيْعُ المجادلۃ:۱	سب سننے والا	اَلنَّصِيْرُ النساء:۴۵	مددگار (مدد کرنے والا)
اَلْوَكِيْلُ آل عمران:۱۷۳	کارساز (کام بنانے والا)	اَلْعَالِمُ الشوریٰ:۵۱	علم والا
اَلْعَلِيُّ الانعام:۶۵	سب سے بلند و بالا	اَلْقَوِيُّ الشوریٰ:۱۹	سب سے زیادہ قوت والا
اَلْقَادِرُ الشوریٰ:۱۹	قدرت، اختیار والا	اَلْمُؤْمِنُ الحشر:۲۳	امن دینے والا
اَلْمَلِكُ ھود:۷۳	حقیقی بادشاہ	اَلْمَجِيْدُ الحشر:۲۳	بزرگی والا بڑی شان والا

اَلْوَاحِدُ	الرعد:۱۶	اکیلا	اَلْوَلِیُّ	الشوریٰ:۹	مددگار، دوست

وہ اسماء جو سنت رسول ﷺ میں وارد ہوئے ہیں

اَلْجَمِیْلُ	مسلم:۱۴۷	سب سے زیادہ خوبصورت	اَلْجَوَّادُ	ترمذی:۲۴۹۵	سب سے زیادہ نوازنے والا
اَلْحَکَمُ	ابوداؤد:۴۹۵۵	فیصلہ کرنے والا	اَلرَّفِیْقُ	بخاری:۶۹۲۷	مہربان دوست
اَلسُّبُّوحُ	مسلم:۴۸۷	ہر برائی اور عیب سے پاک	اَلسَّیِّدُ	ابوداؤد:۴۸۰۶	سردار
اَلْقَابِضُ	ترمذی:۳۰۰۷	تنگ کرنے والا	اَلْبَاسِطُ	ترمذی:۳۵۰۷	کشادہ کرنے والا
اَلْمُقَدِّمُ	بخاری:۱۱۲۰	آگے لانے والا	اَلْمُعْطِي	بخاری:۳۱۱۶	دینے والا
اَلْمَنَّانُ	ابوداؤد:۱۴۹۵	احسان کرنے واالا	اَلْوِتْرُ	بخاری:۶۴۱۰	تنہا و یکتا
اَلْحَیُّ	ابوداؤد:۴۰۱۲	ہمیشہ زندہ	اَلشَّافِي	بخاری:۵۷۴۲	شفاء عطا کرنے والا
اَلْمُؤَخِّرُ	بخاری:۱۱۲۰	پیچھے ہٹانے والا	اَلرَّبُّ	النسائی:۵۷۲	پالنے والا
اَلطَّیِّبُ	مسلم:۱۰۱۵	پاک	اَلْمُحْسِنُ	صحیح الجامع:۱۸۱۹	احسان کرنے والا

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اختیار کیا ہے، تفصیل کچھ یوں ہے کہ ان اسماء میں سے اکیاسی (۸۱) نام کتاب اللہ میں اور اٹھارہ (۱۸) نام حدیث رسول ﷺ میں آئے ہیں، اگر چہ صفت "حفی" کو ان ناموں میں شمار کرنے میں تردد واقع ہوا ہے، کیونکہ کلام اللہ میں یہ صفت مقید وارد ہوئی ہے، ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کو سلام کہتے ہیں، اور فرماتے ہیں میں اپنے رب سے آپ کے لئے مغفرت طلب کروں گا۔ ﴿ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴾ "وہ بے شک مجھ پر بڑا مہربان ہے۔"

جملہ معترضہ:

ابراہیم علیہ السلام اپنے کافر باپ کا انتہائی شدید جواب سن کر بھی حد ادب سے نہیں نکلے اور اس کے لئے سلامتی کی دعا کی، گویا یہ کہنا چاہا کہ اگر چہ آپ مجھے سنگسار کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں، لیکن مجھ سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، میں اپنے رب سے آپ کی مغفرت

کی دعا کروں گا، وہ مجھ پر بہت ہی کرم فرما ہے، مجھے مایوس نہیں کرے گا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے برائی کا جواب بھلائی سے دیا، جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ایک وصف یہ بھی بیان کیا کہ ''جب جاہل لوگ ان سے گفتگو کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہو۔'' (یعنی میں تم سے جھگڑنا نہیں چاہتا ہوں۔)

﴿ وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ٥ ﴾ (الفرقان : ٦٣)

''اور جب نادان لوگ ان کے منہ لگتے ہیں تو (رحمٰن کے نیک بندے) سلام کر کے گزر جاتے ہیں۔''

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے یہ وعدہ کہ وہ اللہ سے اس کے لئے مغفرت طلب کریں گے، اس توقع کی بنیاد پر تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا اور کفر پر نہیں مرے گا، چنانچہ ایک طویل مدت تک وہ اس کے لئے استغفار کرتے رہے، شام کی طرف ہجرت کر جانے، مسجد حرام بنانے اور اسحاق و اسماعیل کی ولادت کے بعد بھی اس کے لئے دعا کرتے رہے، جیسا کہ سورۂ ابراہیم آیت (۴۱) میں ارشاد ہے:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ٥ ﴾

''اے ہمارے رب! قیامت کے دن مجھے معاف کر دینا، اور میرے ماں باپ کو اور تمام مومنوں کو بھی۔''

لیکن جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے اپنی براءت کا اعلان کر دیا، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ٥ ﴾

(التوبه : ١١٤)

''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا صرف اُس وعدے کے

سبب تھا جو انہوں نے اس سے کر رکھا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس سے اظہارِ براءت کر دیا، واقعی ابراہیم بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔''

آمدم برسرِ مطلب:

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ اللہ کے بعض نام مضاف ہو کر استعمال ہوتے ہیں، جیسا کہ ''مالک الملک''، ''أحکم الحاکمین'' اور ''ارحم الراحمین'' وغیرہ۔ [1]

(۳) اللہ تعالیٰ کے تمام أسماء حسنیٰ توقیفی ہیں، جن کا اثبات قرآن و حدیث کی دلیل پر موقوف ہے، اس لئے اپنی عقل سے کسی نام کا اضافہ اور کمی نہیں کی جاسکتی، اور عقل اس کا ادراک بھی نہیں کرسکتی، لہٰذا اس سلسلہ میں نص شرعی پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ط ﴾ (بنیٓ اسرآئیل : ۳٦)

''اور جس بات کا آپ کو علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ لگئے۔''

(۴) اللہ تعالیٰ کے بعض نام غیر متعدی ہوتے ہیں، ان پر ایمان لانے کا معنی تب مکمل ہوتا ہے جب آپ درج ذیل دو چیزوں کا اثبات کریں۔

☆ اللہ تعالیٰ کا ہر نام اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔

☆ اور اللہ تعالیٰ کا ہر نام اس صفت پر دلالت کرتا ہے جو اس کے نام کے ضمن میں موجود ہے۔

اور اگر وہ نام متعدی ہے تو اس پر ایمان لانے کا مفہوم تب مکمل ہوگا جب آپ مذکورہ دو چیزوں کے ساتھ تیسری یہ چیز ثابت کریں کہ:

☆ اللہ تعالیٰ کا یہ نام متعدی ہونے کی وجہ سے اس کے اثر پر دلالت کرتا ہے، مثلاً صفت ''الرحمٰن'' ہے یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ اپنے جس بندے پر چاہے رحمت فرماتا ہے۔

---

[1] تفصیل دیکھئے: القواعد المثلیٰ في صفات اللّٰه وأسمائه الحسنیٰ، ص: ١٦-١٨.

تیسرا قاعدہ:

اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق ہے، اس کا مکمل فہم حاصل کرنے کے لئے چند فروعات کا سمجھنا ضروری ہے۔

پہلی فرع:

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال اور مدح پر مشتمل ہیں، ان میں کسی قسم کا کوئی عیب اور نقص نہیں ہے، جیسے صفت " **الحیاۃ** " ، " **العلم** "، " **القدرۃ** " ، " **السمع** " ، " **البصر** " ، " **الرحمۃ** "، "**العزۃ**"، " **الحکمۃ** " ، " **العلو** " اور " **العظمۃ** " وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ **وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى** ﴾ (النحل: ٦٠)

" اور اللہ کے لئے سب سے عمدہ اور اعلیٰ صفت ہے۔"

اور اللہ کے اسماء و صفات میں نقص بیان کرنے والوں کی کلام پاک میں خود اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔

﴿ **وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ** ﴾ (المآئدہ: ٦٤)

" اور یہود نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، انہی کے ہاتھ (ان کی گردن کے ساتھ) باندھ دیئے گئے ہیں، اور اُن کے اس قول کی وجہ سے اُن پر لعنت بھیج دی گئی ہے، بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔"

چونکہ اللہ رب العزت کی ذات کامل واکمل ہے، اسی لئے اس کی ہر صفت کا کامل واکمل ہونا لازمی ہے۔ لہٰذا ہر وہ صفت جو کسی بھی اعتبار سے نقص وعیب پر دلالت کرتی ہو، وہ اللہ کے حق میں ممتنع ہے، جیسے صفت " **الموت** " ، " **الجهل** "، " **النسیان** " ، " **العجز** "، "**العمی** " اور " **الصم**" وغیرہ۔

بلکہ اس کا کسی صفتِ نقص سے متصف ہونا اس کی کمالِ ربوبیت کے منافی ہے۔

فائدہ :......اور اگر کوئی صفت ایک لحاظ سے تو صفتِ کمال ہے لیکن ایک لحاظ سے صفتِ نقص ہے، تو اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تو وہ مطلقاً ثابت ہوگی، اور نہ مطلقاً منفی ہوگی، بلکہ اس صورت میں تفصیل کا پہلو مدنظر رکھا جائے گا، چنانچہ ایسی صفات کی حالتِ کمال اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہوگی، اور حالت نقص ممتنع ہوگی۔ جیسے صفت " **المکر** "، " **الکید** "، " **الخدع** " اور " **الخیانہ** " وغیرہ ہیں۔

یہ اور اس قسم کی تمام صفات اس صورت میں تو صفاتِ کمال قرار پائیں گی جب مقابلۂ مثل کے سیاق میں ہوں، کیونکہ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس صفت کو انجام دینے والا اپنے دشمن سے اس کے فعل کے مثل مقابلہ کرنے سے عاجز نہیں ہے۔ اور جب سیاق میں مقابلہ نہ ہو تو پھر یہ تمام صفات، صفات نقص ہیں۔ لہٰذا پہلی صورت میں یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں، اور دوسری صورت میں نہیں ہیں۔

درج ذیل اَمثلہ سے بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے:

☆ ﴿ **وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ** o ﴾ (الأنفال : ۳۰)

"اور ادھر وہ اپنی سازش کر رہے تھے، اور ادھر اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔"

☆ ﴿ **اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا o وَّأَكِيْدُ كَيْدًا** o ﴾ (الطارق : ۱۵،۱۶)

"بے شک وہ (کفار) داؤ میں ہیں، اور میں بھی چال چل رہا ہوں۔"

☆ ﴿ **إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ** ط ﴾ (النسآء : ۱۴۲)

"یقیناً منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور وہ انہیں دھوکے کی سزا دے گا۔"

☆ ﴿ **قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ o اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ** ط ﴾

(البقرہ : ۱۴،۱۵)

" (منافقین) کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف مسلمانوں کا

مذاق اُڑاتے رہتے ہیں، اللہ ان کو مذاق کی سزا دیتا ہے۔''

چنانچہ اگر آپ سے کوئی کہے کہ کیا اللہ تعالیٰ صفت " المکر" ، " الخدع " اور " الکید " سے متصف ہے، تو آپ جواباً نہ ''ہاں'' کہو، اور نہ ہی ''نا'' کہو۔ بلکہ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے ''جیسے اس کی ذات کے لائق ہے'' معاملہ مکر، خداع اور کید فرماتا ہے جو اس کا مستحق ہو۔ واللہ اعلم۔

اور اللہ نے ''صفت خیانت'' کو مقابلہ میں بھی اپنے لئے استعمال نہیں کیا، کیونکہ خیانت اعتماد والی جگہ پر دھوکے کا نام ہے، جو کہ مطلقاً مذمت والی صفت ہے۔

☆ ﴿ وَإِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ (الأنفال : ۷۱)

''اور اگر وہ آپ سے خیانت کرنا چاہیں گے، تو وہ اس سے پہلے اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں، جس کی وجہ سے اس نے مومنوں کو ان پر مسلط کر دیا تھا، اور اللہ بڑا علم والا، اور بڑی حکمتوں والا ہے۔''

غور فرمایئے گا ''انہوں نے اللہ سے خیانت کی ہے'' لیکن اس کے مقابلہ میں اللہ رب العزت نے یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں؛ ﴿ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ﴾ پس اس نے مومنوں کو ان پر تسلط عطا فرمایا۔

دوسری فرع:

اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسموں پر ہیں: (۱) ثبوتیہ۔ (۲) سلبیہ۔

(۱) صفاتِ ثبوتیہ:

اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے ثابت فرمایا ہے جیسے صفتِ ''الحیاۃ''، ''العلم''، ''القدرۃ''، ''استواء علی العرش''، ''نزول''، ''الوجہ'' اور ''الیدین'' وغیرہ۔ پس ان صفات کو اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے شایان شان ثابت

کرنا، انتہائی ضروری ہے، اور اس پر عقل ونقل سے دلائل موجود ہیں۔

عقلی دلیل:

کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کو سب سے زیادہ جانتا ہے اور ان صفات کو اس نے خود اپنے لئے ثابت فرمایا ہے۔

نقلی دلیل:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ ﴾

(النسآء: ۱۳۶)

''اے ایمان والو! تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے، اور ان کتابوں پر جو اس نے پہلے اتاری تھیں اپنے ایمان میں قوت وثبات پیدا کرو، اور جو شخص اللہ، اور اس کے فرشتوں، اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں، اور یومِ آخرت کا انکار کردے گا، وہ گمراہی میں بہت دور چلا جائے گا۔''

یاد رہے کہ ایمان باللہ، ایمان بالصفات کو بھی شامل ہے اور اسی طرح ایمان بالکتاب پر ہر اس صفت پر ایمان کو بھی شامل ہے جو صفت کتاب اللہ میں آئی ہے۔

(۲) صفاتِ سلبیہ:

وہ صفات ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی کر دی ہے۔

ان صفات کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرنا اور ان کی ضد بدرجہ اُکمل اس ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے ثابت تسلیم کرنا انتہائی ضروری ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ﴾ (الفرقان : ۵۸)

''اور آپ ہمیشہ زندہ رہنے والے پر بھروسہ کیجیے۔''

اب ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے موت کی نفی کی جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ موت کی ضد یعنی '' حیاۃ '' کی صفت کو اللہ کے لئے بوجہِ اکمل ثابت وتسلیم کیا جائے۔

تیسری فرع:

صفاتِ ثبوتیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) ذاتیہ۔ (۲) فعلیہ۔

(۱) صفاتِ ذاتیہ:

اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں، جن سے وہ ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لئے متصف ہے، جیسے صفتِ '' سمع '' اور '' بصر '' وغیرہ۔

(۲) صفاتِ فعلیہ:

صفاتِ فعلیہ سے مراد وہ صفات ہیں، جن کا صدور اس کے ارادے پر موقوف ہے، چاہے تو وہ فعل انجام دے اور چاہے تو نہ دے۔ مثلاً صفت '' **استواء علی العرش** '' اور '' **المجیٔ** '' آنا وغیرہ ہیں۔

فائدہ :...... لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت ذاتی اور فعلی دونوں طرح سے ہوتی ہے، جیسے '' کلام '' اگر اس صفت کو باعتبار اصل دیکھا جائے تو یہ صفت ذاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے صفت کلام سے متصف ہے۔ اور ہمیشہ متصف رہے گا۔ لیکن کوئی کلام کرنے کے اعتبار سے یہ صفت فعلی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام فرمانا اس کی مشیئت اور ارادے پر موقوف ہے، چنانچہ وہ جب چاہے اور جو ارادہ فرمائے کلام فرماتا ہے۔

چوتھی فرع:

ان صفات کے متعلق تین بنیادی قواعد کا خیال رکھنا ضروری امر ہے۔

☆ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات حقیقی ہیں، کیونکہ قاعدہ ہے: ((اَلْأَصْلُ فِي الْكَلَامِ الْحَقِيقَةُ وَلَا يُعْدَلُ عَنْهُ إِلَّا بِدَلِيلٍ يَقْتَضِيْ ذَلِكَ.)) کلام کو اصل حقیقت پر محمول کیا جائے گا، اور اس حقیقت سے عدول کی متقاضی دلیل کے بغیر حقیقت سے عدول جائز نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی تکییف (کیفیت بیان کرنا) جائز نہیں۔

نقلی دلیل:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ۝ ﴾ (طٰہٰ: ۱۱۰)

''اور لوگوں کا علم اُس کا اِحاطہ نہیں کر سکتا۔

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ﴾

(النحل: ۷۴)

''پس تم لوگ اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو، یقیناً اللہ جانتا ہے اور تم لوگ (کچھ بھی) نہیں جانتے ہو۔''

عقلی دلیل:

انسان کی عقل کے لئے اللہ عزوجل کی صفات کی کیفیت کا ادراک ناممکن ہے۔

☆ اللہ کی صفات، مخلوقات کی صفات کے مشابہ اور مماثل نہیں ہیں۔

نقلی دلیل:

اللہ کا اِرشاد ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ط ﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

''کوئی چیز اس کی مانند نہیں ہے۔''

عقلی دلیل:

اللہ تعالیٰ اس کمال کا مستحق ہے جو ہر کمال سے بڑھ کر ہے، لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی مخلوق کے مشابہ اور مماثل ہو، کیونکہ مخلوق تو ہر اعتبار سے ناقص ہے۔

تمثیل اور تکییف میں فرق:

تمثیل :...... سے مراد یہ ہے کہ کسی صفت کی اس کے مماثل کے ساتھ مقید کر کے کیفیت بیان کی جائے، مثلاً کوئی یوں کہے کہ اللہ کا ہاتھ انسان کے ہاتھ جیسا ہے۔

تکییف :...... سے مراد یہ ہے کہ کسی صفت کی اس کے مماثل سے مقید کئے بغیر کیفیت بیان کی جائے، مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے لئے بغیر تشبیہ و تمثیل کے، کسی معین کیفیت کا تخیل کرے۔

تمثیل اور تکییف کا حکم:

تمثیل اور تکییف باطل و ناجائز ہے۔

چوتھا قاعدہ:

(فِرَق ضَالَّه) **معطله** وغیرہ پر رد کا طریقہ۔

معطله اللہ تعالیٰ کے کچھ اسماء و صفات کا انکار کرتے ہیں، اور نصوصِ صفات کے ظاہری معنی میں تحریف اور تبدل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ انہیں مؤولہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان پر ردّ کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ان سے کہیں گے:

☆ تمہارا یہ قول ظاہر نصوص کے خلاف ہے۔

☆ طریقۂ سلف کے خلاف ہے۔

☆ تمہارے مذہب کی کسی صحیح دلیل سے تائید بھی نہیں ہوتی۔

بعض صفات میں ان کے ردّ کے لئے چوتھی وجہ یا اس سے زائد وجوہات بھی ممکن ہیں۔ [1]

---

[1] تفصیل دیکھئے: القواعد المثلیٰ فی صفات اللّٰه وأسمائه الحسنیٰ اور شرح لمعة الإعتقاد از شیخ محمد صالح العثیمین. یاد رہے یہ دونوں کتابیں شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کے ترجمے کے ساتھ مطبوع ہیں۔

توحید کی شروط:

''شروط'' شرط کی جمع ہے، عربی زبان میں ''شرط'' کہتے ہیں۔ ((إلزام الشئی وإلتزامه في البیع وغیره)) کہ بیع وغیرہ میں لزوم و پابندی کی لگائی جانے والی قید جس کی پابندی ضروری ہو۔ ❶

اور فقہ اِسلام کی روشنی میں ''شرط'' سے مراد وہ چیز ہے جس کے ہونے پر حکم کے ہونے کا انحصار ہو، اور اس کے نہ ہونے سے حکم وجود میں نہیں آ سکتا۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جب وہ ہو تو حکم بھی ضرور وجود میں آئے، جیسے نماز کے لئے وضوء کا شرط ہونا۔

اگر وضو ہوگا تو نماز صحیح ہوگی، اور اگر وضوء نہ ہوگا تو نماز نہیں ہوسکتی، لیکن اس کے ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ نماز ضرور پڑھی جائے۔ ❷

اسی طرح توحید کی شروط اگر نہ ہوں تو توحید بھی نہیں ہوگی، توحید کی شروط سات (۷) ہیں:

(۱) علم، (۲)، یقین، (۳) اخلاص، (۴) صدق، (۵) محبت، (۶) تابعداری اور (۷) قبول کرنا۔ بعض علماء نے انہیں ایک شعر میں جمع کر دیا ہے:

عِلْمٌ يَقِيْنٌ وَ إِخْلَاصٌ وَصِدْقُكَ مَعَ
مَحَبَّةٍ وَإِنْقِيَادٍ وَالْقُبُوْلُ لَهَا

ذیل کی سطور میں ہم اتمام فائدہ کے لئے ان کی تفصیل بیان کر دیتے ہیں۔

(۱) علم:

توحید اور قبول اسلام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ جہالت اور لاعلمی ہے، لہٰذا کسی بھی انسان کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لئے توحید کا علم رکھے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

❶ المعجم الوسیط، مادة شرط، ص: ٥٦٥.

❷ أصول الفقه الإسلامی، ص: ٣١٥، زبدة النقول از راقم الحروف، ص: ٩٨.

﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط ﴾ (محمد : ۱۹)

''پس اے میرے نبی! آپ جان لیجئے کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

'' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' ایک گواہی اور شہادت ہے، اور جو شخص کسی بات کی شہادت دے رہا ہو، اس کے لئے انتہائی ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف ہو جس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ چنانچہ ابوالمظفر وزیر فرماتے ہیں۔'' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کا تقاضا ہے کہ اس کا اقرار کرنے والا اس بات سے اچھی طرح واقف ہو کہ اللہ کے علاوہ مستحق عبادت کوئی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ط ﴾

''پس اے میرے نبی! آپ جان لیجئے کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' [1]

اسی آیت کریمہ کو دلیل بناتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح کتاب العلم میں باب قائم کرتے ہیں۔'' **باب العلم قبل القول و العمل** '' باب اس بیان میں کہ علم (کا درجہ) قول وعمل سے پہلے ہے۔

مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) [2]

''جو شخص اس حال میں مر گیا کہ وہ اس بات کا علم رکھتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو وہ آدمی جنت میں داخل ہوگا۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کسی شخص کے لئے توحید کا مفہوم اس کے معانی اور اس کو ثابت کرنے والے اُمور کا جاننا اور علم رکھنا ضروری ہے۔

---

[1] فتح المجید، ص: ۳۶، ۳۷.

[2] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا، رقم: ۴۳، مسند أحمد ۱/ ۶۵، ۶۹.

اور سورۃ ابراہیم (آیت: ۵۲) میں لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ کی وحدانیت کا علم حاصل کریں، کیونکہ علم، توحید کے لئے ایسی شرط ہے جس سے انسان کا یقین محکم ہو جاتا ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، فرمایا:

﴿ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ﴾

''یہ لوگوں کے لئے اللہ کا پیغام ہے، اور تاکہ انہیں اس کے ذریعہ ڈرایا جائے، اور تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے ﴿ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ فرمایا ہے جس کا معنی ہے ''تاکہ وہ اللہ کی وحدانیت کا علم حاصل کریں۔'' یہ نہیں فرمایا کہ ''لِيَقُوْلُوْا اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ'' تاکہ وہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کریں۔''

یعنی اقرار نہیں، بلکہ علم رکھنا ضروری ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف: ۸۶)

''اور اللہ کے سوا جن جھوٹے معبودوں کو یہ مشرکین پکارتے ہیں۔ اُن کو شفاعت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا، ہاں! جن لوگوں نے حق کو جان کر اُس کی گواہی دی (ان کو شفاعت کی اجازت ملے گی۔)''

اس آیت کریمہ میں ﴿ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ کا معنی ہے۔ ﴿ اِلَّا مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [1]

''ہاں! جن لوگوں نے توحید کو جان کر اُس کی گواہی دی۔''

کتاب وسنت سے یہ بعض دلائل ہیں جو اس بات کو قطعیت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں

---

[1] دیکھئے: تفسیر البغوی ۷/۲۲٤، فتح القدیر للشوکانی ٤/٥٦٧.

کہ توحید کے لئے ''علم'' کی شرط بڑی ضروری شرط ہے۔

(۲) یقین:

توحید کے معانی کو سمجھنے کے بعد اس پر دل سے یقین کرنا ''کہ تمام عبادات کے لائق اللہ تعالیٰ ہے'' اور اس میں ذرا سا بھی تردد نہ کرنا توحید کی دوسری شرط ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مومنین کی انہیں اپنے دعویٰ ایمان میں سچا قرار دیتے ہوئے بایں الفاظ تعریف فرمائی:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُوْلٰٓـئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ ﴾

(الحجرات : ١٥)

''یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں مبتلا نہیں ہوئے، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں کے ذریعہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں۔''

اسی طرح حدیث میں آتا ہے۔ سیّدنا اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيْهِمَا إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) [1]

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں، اور پھر جس نے ان دونوں گواہیوں میں شک نہیں کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

اور سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوْتُ وَهِيَ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَرْجِعُ ذٰلِكَ إِلٰى قَلْبٍ مُؤْقِنٍ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا.)) [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم: ١٣٨ ، مسند أحمد/ ١/ ٦٥، كنز العمال، رقم: ١١٦.

[2] مسند أحمد ٥/ ٢٢٩، ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ ١/ ٣٦٩، رقم: ٢٠٣. سلسلة الصحيحة ، رقم: ٢٢٧٨

''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ یقین کے ساتھ گواہی دیتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اللہ (تعالیٰ) اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔''

یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ توحید کے لئے یقین شرط ہے، بلکہ بعض ائمہ نے تو اسے اصل الایمان کہہ دیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱/۴۸) پر سیّدنا عبداللہ بن مسعود کا قول نقل فرمایا ہے کہ؛((اَلْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّهُ)) کہ ''یقین سارا ایمان ہے۔''

سیّدنا ابن مسعود کی مراد یہ ہے کہ یقین ایمان کی بنیاد ہے، حتی کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''اگر یقین دل میں گھر کر جائے تو جنت کے لئے انسان کا شوق بڑھ جاتا ہے، اور جہنم سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے۔'' [1]

اور اس کے برعکس ''شک'' نفاق کی علامت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا ہے۔

﴿ اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ۝ ﴾ (التوبه: ٤٥)

''آپ سے اجازت صرف وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، اور ان کے دل شک میں پڑ گئے ہیں، پس وہ اپنے اسی شک میں سرگرداں ہیں۔''

(۳) اخلاص:

توحید کی شروط میں سے تیسری شرط اخلاص ہے، اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ عبادت خالصتاً اللہ کے لئے ہو، اس میں ریا، دکھلاوا، نمود و نمائش اور اغراض دنیا کا عمل دخل نہ ہو، وگرنہ اخلاص کی شرط ختم ہو جائے گی، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[1] فتح الباری ١/٤٨.

''اصل الاسلام شہادتین ہے، پس جس نے عبادت میں نمود ونمائش کو طلب کیا، اس نے توحید کا یقین نہیں کیا۔'' ❶

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّآ اَنزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ o اَ لَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ o ﴾ (الزمر: ۲،۳)

''اے میرے نبی! بے شک ہم نے یہ کتاب آپ پر دین حق کے ساتھ نازل کی ہے، پس آپ اللہ کی بندگی، اس کے لئے دین کو خالص کر کے کرتے رہیے، آگاہ رہیے کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لئے ہے، اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا غیروں کو دوست بنایا (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، بے شک وہ لوگ جس حق بات میں آج جھگڑتے ہیں اس بارے میں اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا، بے شک اللہ جھوٹے اور حق کے منکر کو راہِ حق کی ہدایت نہیں دیتا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ قُلِ اللّٰہَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّہُ دِیْنِی o ﴾ (الزمر: ۱۴)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے، میں تو اپنی بندگی کو اللہ کے لئے خالص کر کے صرف اُسی کی عبادت کرتا ہوں۔''

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا أُمِرُوٓا إِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ ط ﴾ (البینۃ: ۵)

''اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لئے

---

❶ مجموع الفتاویٰ ۶۱۷/۱۱.

عبادت کو خالص کر کے، یکسو ہو کر۔''

اس طرح اخلاص کا معنی یہ بھی ہے کہ؛'' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کا اقرار کسی اور کی خاطر، کسی اور کی خوشنودی کے لئے نہ ہو۔ چنانچہ پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّاسِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.)) ❶

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جہنم کو حرام کر دیا ہے جو اللہ عز و جل کی رضا مندی کے لئے '' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کہتا ہے۔''

اور سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یقیناً نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا مِّنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) ❷

''جس شخص نے '' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کی گواہی دل کو خالص کرتے ہوئے دی وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے ملے گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی تھی۔

((أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ.)) ❸

''(سنو!) میری شفاعت سے قیامت کے دن سب سے زیادہ فیض یاب وہ شخص ہوگا، جو سچے دل سے یا سچے جی سے '' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کہے گا۔''

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب العمل الذي يبتغى به وجه الله، رقم: ٦٤٢٣ـ ومسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب الرخصة في التخلف عن الجماعة لعذر، رقم: ١٤٩٦ـ والفظ له.

❷ ابن حبان نے ١/ ٢٨٠ برقم: ٢٠٠ اسے صحیح کہا ہے۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ٢٣٥٥.

❸ صحيح بخاری، كتاب العلم، باب الحرص على الحديث، رقم: ٩٩، مسند أحمد ٢/ ٣٧٣.

دل سے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرک سے بچے، کیونکہ جو شرک سے نہ بچا وہ دل سے اس کلمہ کا قائل نہیں ہے اگرچہ زبان سے پڑھتا ہو۔ لہٰذا توحید کے لئے اخلاص بنیادی شرط ہے، اس کے بغیر توحید قبول نہیں ہوتی، بلکہ کوئی بھی عمل اخلاص کے بغیر مقبول نہیں ٹھہرتا، امیر عمر رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ عَمَلِيْ صَالِحًا، وَاجْعَلْهُ لَكَ خَالِصًا، وَلَا تَجْعَلْ لِأَحَدٍ فِيْهِ شَيْئًا.)) [1]

''اے اللہ! میرے عمل کو درست کردے، اور اس کو اپنے لئے خالص بنالے اور تو اس میں کسی کا حصہ نہ بنا۔''

سب کو یہ معلوم ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں، وہی تنہا پیدا کرنے والا ہے، روزی دینے والا ہے اور وہی آسمان وزمین کے درمیان سارے اُمور کی تدبیر کرنے والا ہے، ان ساری نعمتوں کا تقاضا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ بناؤ، جو تمہاری طرح مخلوق ہیں، اور آسمان وزمین کے درمیان ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۲۱، ۲۲)

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر گئے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ، جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا جس کے ذریعہ اس نے مختلف قسم کے پھل نکالے تمہارے لئے روزی کے طور پر، پس تم اللہ کا شریک اور مقابل نہ ٹھہراؤ، حالانکہ تم جانتے ہو (کہ اس کا کوئی مقابل

[1] الزهد للإمام أحمد، رقم: ٦١٥ بسند صحيح.

نہیں۔)''

اس طرح مذکورہ بالا آیات میں تین باتیں جمع ہوگئی ہیں، صرف ایک اللہ کی خالص عبادت کا حکم، اس کے سوا کی عبادت کا انکار، اور توحید ربوبیت کا بیان کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق، رازق اور مدبر نہیں، اور یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ سارے انسانوں پر صرف اس ذاتِ واحد کی بندگی واجب ہے۔

(۴) صدق:

صدق کا مطلب یہ ہے کہ انسانی توحید کے مفہوم کو سمجھنے، یقین کرنے اور اخلاص پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان امور میں سچائی اور صدق سے کام لے۔ ایسا صدق پیدا کرے جو کذب کے سراسر منافی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُوْلٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ (الزمر: ۳۳)

''اور جو رسول سچی بات لے کر آیا، اور جن لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی وہی لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ''الصدق'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ''کلمہ توحید'' ہے۔ [1]

لہٰذا ﴿ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُوْلٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ کا معنی یہ ہوگا کہ اور جس نے ''کلمہ توحید'' کے مفہوم کو سمجھنے کے بعد ایسا صدق پیدا کیا جو جھوٹ اور کذب کے منافی ہو تو وہ متقی ہے۔

اسی طرح توحید میں صدق کی شرط پر کئی ایک اُحادیث صراحت سے دلالت کرتی ہیں، چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کے ساتھ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((أَنَّ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ صَادِقًا بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) [2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ٤/ ٤٨٤، الدر المنثور ٧/ ١٩٧، تفسیر طبری ١١/ ٤.

[2] مسند أحمد ٤/ ٤٠٢، رقم: ١٩٥٩٧، اس کو شعیب الأرناؤوط نے صحیح کہا ہے۔ مزید دیکھئے: شرح مشکل الآثار للطحاوی، رقم: ٤٠٠٣.

''جس نے سچے (دل سے) '' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کی گواہی دی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔''

اور آپ ﷺ نے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ.)) [1]

''جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ اس کو (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔''

مگر جو شخص محض زبان سے تو اقرار کرتا ہے لیکن دل سے توحید کے مفہوم کا منکر ہے تو وہ منافق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾

(المنٰفقون : ۱)

''اے میرے نبی! جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ آپ بے شک اس کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین بے شک پکے جھوٹے ہیں۔''

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ اے میرے نبی! جب عبداللہ بن اُبی بن سلول اور دیگر منافقین آپ کی مجلس میں آتے ہیں، تو اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا اظہار کرتے ہیں، اور آپ کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ آپ اُس کے

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراهية أن لا يفقهوا، رقم: ۱۲۸.

رسول ہیں، چاہے منافقین اس کی گواہی دیں یا نہ دیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین اپنی گواہی میں جھوٹے ہیں، کیونکہ اُن کا باطن اُن کے ظاہر کے خلاف ہے۔ لہٰذا صدق فی التوحید لازمی امر ہے۔

(۵) محبت:

توحید کی شروط میں سے پانچویں شرط محبت ہے، درحقیقت توحید کی معرفت اور صحیح اعتقاد محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ محبت ایسے اخلاص پر دلالت کرتی ہے جو شرک کے منافی ہوتا ہے، پس جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اس کے دین سے بھی محبت کرتا ہے۔ [1]

اور جو شخص اس کے دین اور توحید سے محبت رکھتا ہو اسے اس محبت کا اظہار اپنے عمل کے ذریعے کرنا چاہیے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ ﴾

(البقرہ: ١٦٥)

''اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں، اور اُن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے ہونی چاہیے اور اہل ایمان اللہ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔''

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛ شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک اکبر اور شرک اصغر۔ شرک اکبر کو اللہ تعالیٰ بغیر توبہ معاف نہیں کرتا، اور وہ یہ ہے کہ بندہ کسی کو اللہ کا شریک بنالے، اور اس سے ویسی ہی محبت کرے جیسی اللہ سے کی جانی چاہیے، اور یہ وہ شرک ہے جس میں مشرکین اپنے معبودانِ باطلہ کو ربّ العالمین کے برابر قرار دیتے ہیں، اور یہ برابری محبت،

---

[1] مختصر العقیدة الإسلامیه، ص: ٥٨، بیان مسائل الکفر والإیمان، ص: ١٦٧.

تعظیم اور عبادت میں ہوتی ہے، جیسا کہ اکثر مشرکین عالم کا حال ہے! بلکہ اکثر مشرکین تو اپنے معبودوں سے اللہ کے مقابلے میں زیادہ محبت کرتے ہیں، اور ان کو یاد کر کے زیادہ خوش ہوتے ہیں، اگر ان معبودوں اور مشائخ کا جنہیں انہوں نے اپنا معبود بنالیا ہے، کوئی شخص ادب واحترام کے ساتھ نام نہیں لیتا، تو اس قدر غضبناک ہوتے ہیں اور چیتے یا کتے کے مانند غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی اللہ کے مقرر کردہ حدود کو پامال کرتا ہے تو ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، بلکہ تھوڑے سے دنیاوی لالچ کی خاطر فوراً خوش ہو جاتے ہیں، جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ ❶

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ (الزمر: ٤٥)

''اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، جب اُن کے سامنے صرف ایک اللہ کا ذکر آتا ہے، تو ان کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں، اور جب اللہ کے سوا غیروں کا ذکر آتا ہے، تو خوشی سے ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔''

قارئین کرام! صادق الایمان تو وہی ہوتے ہیں، جو توحید باری تعالیٰ کا صحیح علم رکھنے کی وجہ سے اللہ کے ساتھ اس کی محبت میں کسی غیر کو شریک نہیں بناتے۔

یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں: ''جو شخص اللہ کی حدود (میں کسی کو شریک بنائے اور اُن) کا پاس نہ رکھے تو وہ اللہ سے محبت کے دعوے میں قطعی سچا نہیں ہے۔ ❷

ابو یعقوب فرماتے ہیں: ''کوئی بھی شخص جو اللہ عزوجل سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن اللہ کے احکامات بجا نہیں لاتا، تو اس کا دعویٰ باطل ہے، اور جو اللہ سے محبت کا دم بھرتا ہے لیکن اللہ سے نہیں ڈرتا تو وہ مغرور ہے۔'' ❸

---

❶ شرح المنازل، باب التوبة. ❷ جامع العلوم والحکم، ص: ٣٩٧.

❸ جامع العلوم والحکم، ص: ٣٩٧، الحلية ١٠/ ٣٥٦.

اللہ تعالیٰ کی محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ اس کی نافرمانی نہ کریں، بلکہ اطاعت گزاری کریں، بعض سلف کا کہنا ہے۔

تَعْصِی الإِلٰهَ وَأَنْتَ تَزْعُمُ حُبَّهُ
هٰذَا لعمری فِي الْقِيَاسِ شَنِيْعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيْعُ [1]

آپ اللہ کی نافرمانی بھی کرتے ہیں، اور اس سے اظہار محبت بھی کرتے ہیں۔ واللہ! یہ تو بڑی بُری بات ہے۔ اگر آپ کی محبت سچی ہوتی تو آپ اس کی فرمانبرداری کرتے، کیونکہ محبّ، محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

﴿ قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾ (آل عمران : ۳۱)

"آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔"

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "کہ یہ آیت کریمہ اُن تمام لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور طریقۂ محمدی پر گامزن نہیں ہوتے، جب تک آدمی اپنے تمام اقوال وافعال میں شرع محمدی کی اتباع نہیں کرتا، وہ اللہ سے محبت کے دعوے میں کاذب ہوتا ہے۔" [2]

کوئی بھی شخص جب توحید میں محبت کی شرط پیدا کر لیتا ہے تو اسے ایمان کی مٹھاس محسوس ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ سیّدنا اُنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] جامع العلوم والحکم، ص: ۳۹۷۔ [2] تفسیر ابن کثیر ۱/ ۴۷۲، طبعه مکتبه قدوسیه.

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذَا أَنْقَذَهُ اللّٰهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ .)) [1]

''جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پالے گا، ایک یہ کہ وہ شخص جسے اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ عزیز ہوں، اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ ہی کے لئے محبت کرے، اور تیسری بات یہ کہ جسے اللہ نے کفر سے نجات دی ہو، پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو وہ ایسا برا سمجھے جیسے آگ میں گر جانے کو برا جانتا ہے۔''

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ اپنی کتاب ''السراج الوھاج'' (۸۱/۱) پر رقم طراز ہیں:

((وَهٰذَا الْحَدِيْثُ بِمَعْنٰى حَدِيْث: "ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا" وَذٰلِكَ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ الْمَحَبَّةُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ حَقِيْقَةً ، وَحُبُّ الْآدَمِيِّ فِي اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ، وَكَرَاهَةُ الرُّجُوْعِ إِلَى الْكُفْرِ لَا يَكُوْنُ إِلَّا لِمَنْ قَوٰى الْإِيْمَانُ يَقِيْنَهُ ، وَاطْمَأَنَّتْ بِهِ نَفْسُهُ ، وَانْشَرَحَ لَهُ صَدْرُهُ ، وَخَالَطَ لَحْمَهُ دَمَهُ ، وَهٰذَا هُوَ الَّذِيْ وَجَدَ حَلَاوَتَهُ. "وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ" مِنْ ثَمَرَاتِ حُبِّ اللّٰهِ .))

''اور یہ حدیث دوسری حدیث ''ذاق طعم الایمان الخ'' ہی کی ہم معنی ہے، جس میں ہے کہ ایمان کا مزہ اس شخص نے چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے پر رضامند

[1] صحیح بخاري، کتاب الإیمان، رقم: ۲۱، وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإیمان، رقم: ۱٦٥.

ہوگیا، اور جس نے اسلام کو بطورِ دین کے اختیار کرلیا، اور سیّدنا محمد ﷺ کو بحیثیت رسول تسلیم کرلیا، اور یہ نعمت (عظمٰی) اسی خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے جس کے ایمان نے اس کے یقین کو قوی اور مضبوط کردیا ہو، اور اس سے اس کا جی مطمئن ہوگیا، اور اس کا انشراح صدر ہوگیا، اور ایمان و یقین اس کے گوشت اور خون میں داخل ہوگیا، اور یہی وہ خوش نصیب انسان ہے، جس نے ایمان کی مٹھاس محسوس کرلی اور اللہ کے لئے اس کے نیکوکار بندوں کی محبت اللہ ہی کی محبت کا پھل ہے۔''

اس سے تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں:

((أَصْلُ الْمُحَبَّةِ : اَلْمَيْلُ إِلىٰ مَا يُوَافِقُهُ الْمُحِبُّ.
ثُمَّ الْمَيْلُ قَدْ يَكُوْنُ لِمَا يَسْتَلِذُّهُ الْإِنْسَانُ وَيُحَسِّنُهُ ، كَحُسْنِ الصُّوْرَةِ ، وَالصَّوْتِ ، وَالطَّعَامِ ، وَنَحْوِهَا ، وَقَدْ يَسْتَلِذُّهُ بِعَقْلِهِ لِلْمَعَانِي الْبَاطِنَةِ ، كَمُحَبَّةِ الصَّالِحِيْنَ ، وَالْعُلَمَاءِ وَأَهْلِ الْفَضْلِ مُطْلَقًا ، وَقَدْ يَكُوْنُ لِإِحْسَانِهِ إِلَيْهِ ، وَدَفْعِ الْمَضَارِّ وَالْمَكَارِهِ عَنْهُ.
وَهٰذِهِ الْمَعَانِيْ كُلُّهَا مَوْجُوْدَةٌ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؛ لِمَا جَمَعَ مِنْ جَمَالِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ ، وَكَمَالِ خِلَالِ الْجَلَالِ وَأَنْوَاعِ الْفَضَائِلِ ، وَإِحْسَانِهِ إِلىٰ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ هِدَايَتَهُ إِيَّاهُمْ إِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ.))

''دراصل محبت دلی میلان کا نام ہے، کبھی یہ میلان حسین وجمیل صورتوں کی طرف ہوتا ہے، کبھی خوبصورت آواز یا اچھے کھانے کی طرف، کبھی یہ لذت میلان باطنی معانی سے متعلق ہوتی ہے۔ جیسے صالحین، علماء اور صاحب فضل سے ان کے مراتب کمال کی بناء پر محبت رکھنا، اور کبھی محبت ایسے لوگوں سے پیدا ہوجاتی ہے جو صاحب احسان ہیں، جنہوں نے مصائب اور شدائد میں

مدد کی ہے، ایسے لوگوں کی محبت بھی مستحسن ہے، اور اس قسم کی جملہ خوبیاں پیارے پیغمبر سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں جمع ہیں۔ آپ کا ظاہری اور باطنی جمال اور آپ کے اوصاف حمیدہ اور شمائل وفضائل اور تمام مسلمانوں پر آپ کے احسانات ظاہر ہیں کہ انہیں آپ ﷺ نے راہِ حق کی ہدایت دی۔''

اسی لئے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے تھے:

((" اَلْمُحَبَّةُ فِي اللّٰهِ " مِنْ وَاجِبَاتِ الْإِسْلَامِ وَفِي الْكِتَابِ الْعَزِيْزِ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ [البقرة: ١٦٥])) ❶

''اللہ کی محبت واجبات اسلام سے ہے، کیونکہ کتاب عزیز میں فرمان باری ہے:

''اور مومنین اللہ سے سب سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔''

آگے نواب مرحوم عشق مجازی پر ایک لمبا تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وَمِنْ أَعْظَمِ مَكَائِدِ الشَّيْطَانِ ، مَا فُتِنَ بِهِ عُشَّاقُ صُوَرِ الْمُرْدِ وَالنِّسْوَانِ وَتِلْكَ لَعَمْرُ اللّٰهِ ! فِتْنَةٌ كُبْرٰى ، وَبَلِيَّةٌ عُظْمٰى ، اِسْتَعْبَدَتِ النُّفُوْسُ لِغَيْرِ خِلَاقِهَا.)) ❷

''اور شیطان کے بڑے جالوں میں سے ایک جال یہ بھی ہے جس میں بہت سے عشاق رہتے چلے آئے ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں جو'' اُمرد'' لڑکوں اور عورتوں کی صورتوں پر عاشق ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔ واللہ! یہ بہت ہی بڑی آزمائش ہے، اللہ ہر کسی کو اس سے بچا کر رکھے۔ آمین۔''

اور نواب مرحوم دوسری جگہ اپنے مشہور مقالہ ''تحریم الخمر'' میں رقم طراز ہیں:

''مرض عشق کو شراب وزنا کے ساتھ مثل غنا کے ایک مناسبت خاص ہے، یہ مرض

---

❶ حواله أيضًا. ❷ حواله أيضًا.

شہوت فرج سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کسی مزاج پر شہوت غالب آ جاتی ہے تو یہ بیماری اس شہوت پرست کو پکڑ لیتی ہے۔ جب وصال معشوق محال ہوتا ہے یا میسر نہیں آ تا تو عشق سے حرکات بے عقلی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ لہٰذا کتب دین میں عشق کی مذمت آئی ہے اور اس کا انجام شرک ٹھہرایا ہے۔ قرآن وحدیث میں کسی جگہ اس منحوس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ قصہ زلیخا میں افراط محبت کو بلفظ ''شغف حب'' تعبیر کیا ہے۔ یہ حرکت زلیخا سے حالت کفر میں صادر ہوئی تھی۔ ہنود میں بھی ظہور عشق عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ بخلاف عرب کے کہ وہاں مرد عشاق زن ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ قیس لیلیٰ پر فریفتہ تھا۔ اس سے بدتر عشق اہل فارس کا ہے کہ وہ ''اُمرد'' پر شیفتہ ہوتے ہیں۔ یہ ایک قسم لواط اور اغلام کی ہے۔ جس طرح کہ عورت کی طرف سے عشق کا ظہور ایک مقدمہ زنا ہے۔ جو کوئی اس مرض کا مریض ہوتا ہے وہ شرابی زانی ہو جاتا ہے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ عشق بندے کو توحید الہ العالمین سے روک کر گرفتار شرک و بت پرستی کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ عاشق معشوق کا بندہ ہو جاتا ہے۔ اس کی رضا مندی کو خالق کی رضا مندی پر مقدم رکھتا ہے۔ یہی اس کی صنم پرستی ہے۔'' [1]

ہم نے بعض عشاق کو تو یہ کہتے بھی سنا ہے، اور عشقیہ اشعار کی کتب میں پڑھا بھی ہے:

ہم نے برسوں تیری یادوں کا سہارا لے کر
تجھ کو پوجا ہے خیالوں کے صنم خانوں میں

اور اس پر بھی مستزاد یہ:

تو وہ بت ہے کہ تخیل کے صنم خانوں میں
میرے احساس کے آزر نے تراشا ہے تجھے

(بہاروں کے پھول)

---

[1] بحوالہ شرح صحیح بخاری از داؤد راز رحمہ اللہ ۱/۲۰۲، ۲۰۳.

اللہ تعالیٰ ہمیں اس خارستانِ شرک سے محفوظ رکھے، اور اپنی محبت بخش کر مجاز سے حقیقت کی طرف لائے۔ آمین۔ ❶

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَأَصلُ الْعِبَادَةِ وَتَمَامُهَا وَكَمَالُهَا هُوَ الْمُحَبَّةُ ، وَإِفْرَادُ الرَّبِّ سُبْحَانَهُ بِهَا ، فَلَا يُشْرِكِ الْعَبْدُ بِهِ فِيهَا غَيْرَهُ.)) ❷

''یہ اصل عبادت ہے، اور اسی سے عبادت تمام و کمال ہوتی ہے کہ سراپا محبت ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہو، بندہ اس محبت میں کسی غیر کو شریک نہ کرے۔''

اس بحث سے معلوم ہوا کہ محبت کی شرط توحید کے لئے جز و لاینفک کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ ''جو اللہ کے ساتھ محبت میں غیر کو شریک ٹھہراتا ہے، وہ مشرک ہے۔'' ❸

(٦) تابعداری اور اطاعت شعاری:

توحید کی شروط میں سے چھٹی شرط ''تابعداری اور اطاعت شعاری'' ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ''انسان توحید کو سمجھنے کے بعد اس طرح مطیع ہو جائے کہ اللہ عزوجل کے فرائض پر عمل کرے اور اس کی حرام کردہ اشیاء کو ترک کردے، کیونکہ اسلام درحقیقت اپنے جوارح کو اللہ کی توحید کے ساتھ اطاعت شعار بنانے کا نام ہے۔'' ❹

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنِيبُوٓا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ ﴾ (الزمر: ٥٤)

''اور تم سب اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اور اُسی کی اطاعت و بندگی میں لگے رہو، اس سے قبل کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے، پھر کسی کی جانب سے تمہاری

---

❶ تفصیل دیکھئے: إغاثة اللهفان ٢/ ٢١٢ـ٢٢٥، الجواب الكافي، ص: ٣٠٧، ٣١٠.

❷ إغاثة اللهفان ٢/ ١٨٣. ❸ إغاثة اللهفان ٢/ ١٩٣.

❹ مختصر العقيدة الإسلاميه، ص: ٥٨.

مدد نہ کی جائے۔''

جو شخص اپنے رب کا پورے طور پر فرمانبردار ہوگیا، اور کامل اخلاص کے ساتھ اس کے اوامر ونواہی کو بجالایا، اس نے مضبوط سہارے کو تھام لیا، اس آدمی کی مانند جو کسی اونچے پہاڑ پر چڑھنے کے لئے اس سے لٹکتے ہوئے مضبوط ترین سہارے کو تھام کر اس کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ط ﴾ (لقمان : ۲۲)

''اور جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، درآنحالیکہ وہ نیکوکار ہو، تو اس نے مضبوط سہارا تھام لیا۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ '' اَلْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ''یعنی مضبوط سہارے سے مراد کلمہ توحید '' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' ہے۔ [1]

یاد رہے کہ جس طرح اللہ عزوجل کی فرمانبرداری واجبات سے ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے لئے استسلام انتہائی ضروری ہے، چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کوئی آدمی اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے تمام اُمور میں رسول اللہ ﷺ کو فیصل نہیں مان لیتا، اس لئے کہ آپ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے، جس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا اور عمل کے ذریعہ بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے، اسی لئے اللہ نے اس کے بعد ذیل کی آیت کے آخر میں فرمایا؛ یہ ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر و باطن اسے تسلیم کرلے، اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں شبہ باقی نہ رہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

[1] تفسیر طبری ۲۱۹/۱۰

لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ ﴾

(النسآء: ٦٥)

’’ پس آپ کے رب کی قسم! وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک آپ کو اپنے اختلافی اُمور میں اپنا فیصل نہ تسلیم کرلیں، پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تکلیف محسوس نہ کریں، اور پورے طور سے اسے مان لیں۔‘‘

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے سلسلہ میں وہ حدیث ملاحظہ ہو جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں (برقم: ۴۵۸۵) از عروہ بن زبیر روایت کیا ہے کہ: ’’سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا حرّہ کے پانی کے بہاؤ کے بارے میں ایک انصاری سے اختلاف ہوگیا اور معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، تو آپ نے کہا کہ اے زبیر! زمین سیراب ہو جانے کے بعد اپنے پڑوسی کی طرف پانی کھول دو، تو انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ایسا فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟ اس پر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اور کہا کہ اے زبیر! زمین کو سیراب کرو اور پانی کو روک رکھو، یہاں تک کہ پانی تمہاری زمین کی دیوار سے لگ جائے، اس کے بعد اپنے پڑوسی کی طرف کھول دو، جب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دیا تو آپ نے زبیر کو صراحت کے ساتھ ان کا پورا حق دیا، حالانکہ پہلے آپ نے دونوں کو ایک ایسا مشورہ دیا تھا جس میں انصاری کی رعایت کی گئی تھی، بعد میں زبیر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں سمجھتا ہوں یہ آیات اسی واقعہ سے متعلق نازل ہوئی تھیں۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((أَقْسَمَ سُبْحَانَهُ بِنَفْسِهِ عَلٰى نَفْيِ الْإِيْمَانِ عَنِ الْعِبَادِ حَتّٰى يُحَكِّمُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كُلِّ مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ.)) [1]

---

[1] أعلام الموقعين ١/ ٥١.

''اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک آپ کو اپنے اختلافی اُمور میں اپنا فیصل نہ مان لے۔''

ڈاکٹر عبدالحلیم محمود رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛

((وَالتَّحْكِيْمُ إِذَا كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَالَ حَيَاتِهِ فَإِنَّهُ بِسُنَّتِهِ وَتَعَالِيْمِهِ بَعْدَ اِنْتِقَالِهِ إِلَى الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى.)) [1]

''آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی حیاتِ مبارکہ میں حاکم تھے، اور آپ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی سنت اور آپ کی تعلیمات کو بطورِ فیصل ماننا ہوگا۔''

پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور احادیث مبارکہ کی اہمیت کو ذہن نشین کرنے کے لئے بعض علماء واسلاف کے اقوال ملاحظہ فرمالیں:

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ المتوفی ٦٠٦ھ کا قول:

امام فخر الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ؛''اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا، جب تک کہ اس کے اندر مندرجہ ذیل شرطیں نہ پائی جائیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے راضی ہونا۔

(۲) دل میں اس بات کا یقین رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہی برحق ہے۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے میں ذرا سا بھی تردد سے کام نہ لینا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ؛''رسول اللہ ﷺ کی ہر صحیح حدیث اس آیت کے ضمن میں آتی ہے، اور ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے، اس پر واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر صحیح حدیث کو قبول کرے، اور مذہبی تعصب کی وجہ سے کسی حدیث کو ردّ نہ کرے، ورنہ اس آیت میں مذکور وعید اس کو بھی شامل ہوگی۔ [2]

---

[1] دلائل النبوة ومعجزات الرسول صلى الله عليه وسلم، ص: ٢٦٤.

[2] تفسير كبير ١٠/١٦٤

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ المتوفی ٦٦١ ھ کا قول:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''قرآن وسنت اور اجماع کے ذریعہ یہ بات ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اللہ نے بندوں پر اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو فرض کیا ہے، اوامر ونواہی میں اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس اُمت پر کسی کی اطاعت کو فرض نہیں کیا ہے، اسی لیے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں جب تک اللہ کی اطاعت کروں، تم لوگ میری اطاعت کرو، اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم لوگ میری اطاعت نہ کرو، تمام علمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی معصوم نہیں، اسی لئے بہت سے ائمہ کرام نے کہا ہے کہ ہر آدمی کی کوئی بات لی جائے گی اور کوئی چھوڑ دی جائے گی سوائے رسول اللہ ﷺ کے، اور یہی وجہ تھی کہ فقہی مذاہب کے چاروں مشہور اماموں نے لوگوں کو ہر بات میں اپنی تقلید کرنے سے منع فرمایا تھا۔'' [1]

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ المتوفی ٦٩١ ھ کا قول:

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''تم بہتوں کو دیکھو گے کہ جب کوئی حدیث اس امام کے قول کے موافق ہوتی ہے جس کی وہ تقلید کرتا ہے، اور اس کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہوتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ دلیل راوی کی روایت ہے، اس کا عمل نہیں، اور جب راوی کا عمل اس کے امام کے قول کے موافق ہوتا ہے، اور حدیث اس کے مخالف ہوتی ہے، تو وہ کہتا ہے کہ راوی نے اپنی روایت کی مخالفت اس لئے کی ہے کہ یہ حدیث اس کے نزدیک منسوخ ہوگئی ہے، ورنہ اس کی یہ مخالفت اس کی عدالت کو ساقط کر دیتی، اس طرح وہ لوگ اپنے کلام میں ایک ہی جگہ اور ایک ہی باب میں بدترین تناقض کے مرتکب ہوتے ہیں، لیکن ہمارا ایمان یہ ہے کہ صحیح حدیث آ جانے کے بعد اُمت کے لئے اسے چھوڑنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔'' [2]

---

[1] مأخوذ از تیسیر الرحمان، ص: ٢٧٢، ٢٧٣.

[2] أعلام المؤقعين

(۷) قبول کرنا:

توحید کی شروط میں سے آخری شرط قبول کرنا ہے۔ یعنی کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ'' کے مفاہیم کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے قبول کرلیا جائے، اور تکبر، حسد اور کینہ کی بناء پر یا تساہل سے کسی بھی قسم کی عبادت کو ردّ نہ کیا جائے وگرنہ قبول کی شرط مفقود ہو جائے گی۔ ❶

اور توحید ناقص ہوگی، اللہ تعالیٰ نے کفار کی یہی خرابی بیان کی ہے:

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ٥ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ٥ ﴾ (الصّٰفّٰت : ۳۵)

''اُن سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو کبر وغرور کا اظہار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک مجنون شاعر کی باتوں میں آکر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔''

اور اس کے برعکس توحید کے مفاہیم کو سمجھ کر صرف اسی کی عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے جنت کی خوشخبریاں بھی موجود ہیں، اور ان کا اللہ انہیں بے شمار نعمتوں سے نوازنے کا وعدہ فرماتا ہے۔

﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ٥ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ٥ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ٥ ﴾ (الصّٰفّٰت : ۴۰۔۴۳)

''مگر اللہ کے برگزیدہ بندوں کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی روزی مقرر ہے۔ انواع واقسام کے پھل، درآنحالیکہ وہ معزز ومکرم ہوں گے۔''

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَبِلَ مِنِّي الْكَلِمَةَ الَّتِيْ عَرَضْتُهَا عَلَى عَمِّي فَرَدَّهَا عَلَيَّ، فَهِيَ لَهُ نَجَاةٌ.)) ❷

---

❶ مختصر العقيدة الإسلاميه، ص: ۵۸۔

❷ شعیب الأرناؤوط نے اسے شواہد کی بناء پر صحیح کہا ہے۔ مسند أحمد ۱/ ۶ برقم: ۲۰، تاريخ بغداد ۱/ ۲۷۲، كشف الأستار عن زوائد البزار ۱/ ۹، مسند أبي يعلى ۱/ ۲۱، رقم: ۶۴۰، كنز العمال، رقم: ۱۶۴.

’’جس نے مجھ سے کلمہ (توحید) قبول کرلیا تو یہ کلمہ اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا، اسی کلمہ کو میں نے اپنے چچا پر بھی پیش کیا تھا، لیکن اس نے اسے ردّ کردیا تھا۔ (قبول نہیں کیا تھا)۔‘‘

اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے کلمہ توحید کو قبول کرنے والے شخص کو نجات کی بشارت دی ہے۔

دوسرا باب:

شرک

شرک کی حقیقت:

''شرک'' مجرد سے اسم مصدر ہے، اور مزید فیہ سے '' اَشْرَكَ ''آ تا ہے۔ بمعنی حصہ، کہا جاتا ہے کہ '' بِيْعَ شِرْكٌ مِنْ دَارِهِ ''اس کے گھر کا ایک حصہ بیچ دیا گیا۔

قرآنِ مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ ط ﴾ (سبا: ۲۲)

''اور نہیں ہے ان دونوں (زمین و آسمان) کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ط ﴾ (فاطر: ۴۰)

''کیا ہے ان کے لئے آسمانوں کی پیدائش میں کوئی حصہ؟''

اور موسیٰ علیہ السلام کی اللہ سے دعا (ہارون علیہ السلام کو بطور معین مانگنے کے) بھی اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ سورۃ طٰہٰ (آیت: ۳۲) میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی:

﴿ وَأَشْرِكْهُ فِيْ أَمْرِيْ o ﴾

''اور میری دعوتی مہم میں اس کو میرا حصہ دار بنا دے۔''

'' الشركة '' دو یا دو سے زیادہ حصوں کو اس طرح ملانا کہ ایک دوسرے سے امتیاز مشکل ہو، اور '' شراك ''جوتے کے تسمے کو کہتے ہیں۔ [1]

ہر سہ معانی کے اعتبار شرک کا شرعی مفہوم یہ ہوگا کہ: ''اللہ کی ذات، صفات اور عبادت

---

[1] المعجم الوسیط، لسان العرب، المنجد، مصباح اللغات، مادہ ش، ر، ك.

میں کسی غیر کو حصہ دار سمجھنا۔''

☆ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ شرک کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((وَجُمَّاعُ الْاَمْرِ اَنَّ الشِّرْكَ نَوْعَانِ شِرْكٌ فِي الرَّبُوْبِيَّةِ بِاَنْ يُجْعَلَ لِغَيْرِهٖ مَعَهُ تَدْبِيْرٌ ...... فَبَيَّنَ اَنَّهُمْ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اِسْتِقْلَالًا وَلَا يُشْرِكُوْنَهُ فِيْ شَيْءٍ مِنْ ذَالِكَ وَلَا يُعِيْنُوْنَهُ عَلٰى مُلْكِهٖ ۔ شِرْكٌ فِي الْاُلُوْهِيَّةِ بِاَنْ يَدْعُوَ غَيْرَهُ دُعَاءَ عِبَادَةٍ اَوْ دُعَاءَ مَسْئَلَةٍ.)) [1]

''خلاصہ کلام اور جامع بات یہ ہے کہ شرک کی دو قسمیں ہیں! ایک ہے شرک فی الربوبیۃ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو کائنات کی تدبیر اور تصرف و پرورش میں شریک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ مشرکین کے یہ خود ساختہ الٰہ نہ تو ذاتی طور پر کسی چیز کا ذرہ برابر اختیار رکھتے ہیں، نہ اس کے ساتھ شریک ہیں اور نہ ہی اس کی بادشاہی اور حکومت میں اس کے مددگار ہیں، اور دوسری قسم ہے شرک فی الالوھیۃ۔ وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی غیر کو عبادت کے طور پر یا غیبی مدد کے لیے پکارا جائے۔''

☆ اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم رحمہ اللہ یوں رقم طراز ہیں:

وَالشِّرْكُ فَاحْذَرْهُ فَشِرْكٌ ظَاهِرٌ
ذَالْقِسْمِ لَيْسَ بِقَابِلِ الْغُفْرَانِ
وَهُوَ اتِّخَاذُ النِّدِّ لِلرَّحْمٰنِ
اَيًّا كَانَ مِنْ حَجَرٍ وَّمِنْ اِنْسَانِ
يُدْعَوْهُ اَوْ يُرْجَوْهُ ثُمَّ يَخَافُهُ وَيُحِبُّهُ كَمَحَبَّةِ الدَّيَّانِ [2]

''شرک سے بچو! ایک قسم شرک کی بالکل کھلا شرک ہے، یہ قسم بخشے جانے کے

[1] اقتضاء الصراط المستقیم، ص: ۳۵۷ طبع ۱۹۵۰ء

[2] الکافیه الشافیه فی الانتصار للفرقة الناجیه، المعروف بقصیدة نونیه، ص: ۱۷۰. طبع هند، سنه ۱۳۵٦ه

قابل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک بنا دیا جائے خواہ پتھر ہو یا انسان۔ اس طرح کہ مصیبت کے وقت اس کو مدد کے لیے پکارا جائے یا اس سے نفع پہنچانے کی امید کی جائے، یا غیبی طور پر ضرر پہنچانے کا خوف کیا جائے یا اس کے ساتھ اللہ کی طرح محبت کی جائے۔''

☆ الحافظ، المفسر، الفقیہ، الواعظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب " **تذكرة أولى البصائر في معرفة الكبائر** "(ص: ۱۹) پر شرک کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((اَلشِّرْكُ: هُوَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا، أَوْ تَعْبُدَ مَعَهُ غَيْرَهُ مِنْ حَجَرٍ أَوْ بَشَرٍ، أَوْ شَمْسٍ، أَوْ قَمَرٍ، أَوْ نَبِيٍّ، أَوْ جِنِّيٍّ، أَوْ نَجْمٍ، أَوْ مَلَكٍ، أَوْ شَيْخٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ.))

''شرک یہ ہے کہ آپ کسی کو اللہ کا شریک سمجھیں، یا اس کے ساتھ کسی غیر مثلاً پتھر، انسان، سورج، چاند، نبی، جن، ستارے، فرشتے یا کسی شیخ کی عبادت کرنا شروع کردیں۔''

☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ شرک کی حقیقت بایں الفاظ بیان کرتے ہیں:

((حَقِيْقَةُ الشِّرْكِ أَنْ يَعْتَقِدَ اِنْسَانٌ فِيْ بَعْضِ الْمُعَظَّمِيْنَ مِنَ النَّاسِ اَنَّ الْآثَارَ الْعَجِيْبَةَ الصَّادِرَةَ مِنْهُ اِنَّمَا صَدَرَتْ لِكَوْنِهِ مُتَّصِفًا بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِ الْكَمَالِ مِمَّا لَمْ يُعْهَدْ فِيْ جِنْسِ الْاِنْسَانِ بَلْ يُخْتَصُّ بِالْوَاجِبِ جَلَّ مَجْدُهُ لَا يُوْجَدُ فِيْ غَيْرِهِ اِلَّا أَنْ يَخْلَعَ هُوَ خِلْعَةَ الْأُلُوْهِيَّةِ عَلٰى غَيْرِهِ أَوْ يُغْنٰى غَيْرُهُ فِيْ ذَاتِهِ، وَيَبْقٰى بِذَاتِهِ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ مِمَّا يَظُنُّهُ هَذَا الْمُعْتَقِدُ مِنْ أَنْوَاعِ الْخُرَافَاتِ.))

''شرک کی حقیقت یہ ہے کہ انسان، بزرگوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھ لے کہ ان سے جو عجیب عجیب آثار و (کرامات) صادر ہوتی ہیں وہ اس لئے صادر ہوئیں کہ وہ ان صفاتِ کمال سے موصوف ہیں۔ جو کہ جنس انسانی میں نہیں

ہوتے، بلکہ واجب جلّ مجدہ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں، اور غیر اللہ میں صرف اس صورت میں پائے جاتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ غیر پر خلعتِ الوہیت ڈال (پہنا) دے یا وہ غیر، اللہ کی ذات میں فنا اور اس ذات کے ساتھ باقی ہوجائے یا ایسے کوئی دوسرا فاسد اور خرافاتی قسم کا عقیدہ رکھ لے۔''

شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمیشہ بڑی ہستیوں کو ہی اللہ تعالیٰ کا شریک اور حصہ دار بنایا جاتا ہے۔

لیکن الٰہیت میں ان کی پوزیشن کیا ہوتی ہے مستقل یا غیر مستقل؟ پس اس کے متعلق رقم طراز ہیں:

((وَمِنْهُمْ مَنِ اعْتَقَدَ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّيِّدُ وَهُوَ الْمُدَبِّرُ، لٰكِنَّهُ قَدْ يَخْلَعُ عَلٰى بَعْضِ عَبِيْدِهِ لِبَاسَ الشَّرَفِ وَالتَّالِهِ، وَيَجْعَلُهُ مُتَصَرِّفًا فِيْ بَعْضِ الْأُمُوْرِ الْخَاصَّةِ، وَيَقْبَلُ شَفَاعَتَهٗ فِيْ عِبَادِهٖ بِمَنْزِلَةِ مَلِكِ الْمُلُوْكِ يَبْعَثُ عَلٰى كُلِّ قُطْرٍ مَلَكًا، وَيُقَلِّدُهٗ تَدْبِيْرَ تِلْكَ الْمَمْلِكَةِ فِيْمَا عَدَا الْأُمُوْرِ الْعِظَامِ.)) [1]

''اور مشرکین کا اعتقاد تھا کہ اللہ سردار ہے، اور وہی مدبر ہے، مگر گاہے بگاہے وہ اپنے کسی بندے کو شرف والوہیت کا خلعت عطا کردیتا ہے، اور بعض خاص خاص کاموں میں اسے متصرف بنا دیتا ہے، اور بندوں کے حق میں ان کی سفارش قبول کرتا ہے۔ یہ ویسا ہی درجہ ہے جیسے کہ بادشاہ اپنی سلطنت کے ہر علاقے میں ایک ملک (حاکم) بھیج دیتا ہے اور اہم امور کے علاوہ باقی باتوں میں ان (حکام) کو اس مملکت کا انتظام سپرد کردیتا ہے۔''

قرآنِ مجید کی روشنی میں شرک کو پہچانئے!

قرآنِ مجید میں جہاں کہیں ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [یونس: ۳، ہود: ۲٤]، ﴿ اَنّٰى

[1] حجۃ اللّٰہ البالغۃ ۱/ ٦۱ مطبوعہ فاران اکیڈمی، لاہور

﴿ **تُسۡحَرُوۡنَ** ﴾ [المؤمنون: ٨٩]، ﴿ **اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ** ﴾ [المائدة: ٧٥] اور ﴿ **بَلۡ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ** ﴾ [البقرہ: ٤٤] کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، وہاں شرک کی نفی کی گئی ہے، اسی طرح جہاں " **سُبۡحَانَ** " اور " **تَعٰلٰی** " ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہاں بھی شرک کی تردید ہوتی ہے، لہٰذا اس قاعدہ اور اصول کو ذہن نشین کر کے قرآنِ مجید کا مطالعہ کریں تو شرک کی حقیقت خود بخود عیاں ہو جائے گی۔ اور ذہن انسانی فیصلہ کرتا جائے گا کہ واقعتاً یہی وہ صفات ہیں جو غیر اللہ میں ثابت کر دی جائیں تو شرک لازم آتا ہے۔ چنانچہ:

۱۔ ﴿ **اَئِنَّکُمۡ لَتَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخۡرٰی قُلۡ لَّاۤ اَشۡهَدُ قُلۡ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ ○** ﴾ (الانعام: ۱۹)

"کیا تم لوگ واقعی اس بات کی گواہی دو گے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہیے کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا ہوں، آپ کہیے کہ وہ اکیلا معبود ہے، اور میں بے شک ان معبودوں سے اظہارِ براءت کرتا ہوں جنہیں تم لوگ اللہ کا شریک بناتے ہو۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

۲۔ ﴿ **وَلَا تَاۡکُلُوۡا مِمَّا لَمۡ یُذۡکَرِ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَیۡهِ وَاِنَّهٗ لَفِسۡقٌ وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓئِهِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّکُمۡ لَمُشۡرِکُوۡنَ ○** ﴾

(الأنعام: ۱۲۲)

"اور اس جانور کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو وہ یقیناً فسق ہے، اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں، تاکہ وہ لوگ تم سے جھگڑیں، اور اگر تم ان کی بات مان لوگے، تو بے شک تم مشرک ہو جاؤ گے۔"

۳۔ ﴿ **فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَکَآءَ فِیۡمَاۤ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ○** ﴾ (الأعراف: ۱۹۰)

''پس جب اللہ نے ان دونوں کو ایک تندرست بچہ دیا، تو اللہ نے انہیں جو دیا اس میں اللہ کا دوسروں کو شریک بنانے لگے، اللہ ان کے شرکیہ اعمال سے برتر و بالا ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

٤۔ ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ ﴾

(الأنبیاء: ٢٦)

''اور انہوں نے کہا کہ رحمٰن نے اپنی اولاد بنا رکھی ہے، وہ اس عیب سے پاک ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ:

٥۔ ﴿ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون: ٩١)

''اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوقات کو لے کر الگ ہو جاتا، اور ان میں سے ہر ایک دوسرے پر چڑھ بیٹھتا، اللہ ان تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، جنہیں لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔''

اور اس کے معًا بعد فرمایا:

٦۔ ﴿ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾

(المؤمنون: ٩٢)

''وہ غائب و حاضر کا جاننے والا ہے پس وہ ان معبودوں سے بہت ہی بلند و بالا ہے جنہیں مشرکین اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔''

اور سورۃ القصص میں فرمایا:

٧۔ ﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (القصص: ٦٨)

’’اور آپ کا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے (اپنی رسالت کے لئے) چن لیتا ہے، ان مشرکین کو کوئی اختیار نہیں (کہ وہ ہمارے شریک چنیں) اللہ تمام عیوب سے پاک اور مشرکوں کے شرک سے بلند و بالا ہے۔‘‘

اور سورۃ الروم میں ارشاد فرمایا:

۸۔ ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ o ﴾ (الروم: ۴۰)

’’وہ اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تمہیں روزی دی ہے، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے پھر تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی کام کرتا ہے۔ اس کی ذات پاک و بے عیب ہے، اور ان کے شرک سے بہت بلند ہے۔‘‘

اور سورۃ الحشر میں ارشاد فرمایا:

۹۔ ﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ o ﴾

(الحشر: ۲۳)

’’وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ شہنشاہ ہے، ہر عیب سے پاک ہے، سلامتی دینے والا ہے، امن وسکون عطا کرنے والا ہے، سب کا نگہبان ہے، زبردست ہے، ہر چیز پر غالب ہے، شانِ کبریائی والا ہے، اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔‘‘

آیات کا ماحصل:

مذکورہ بالا آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک نام ہے مخلوق پرستی کا، یعنی یہ کہ:

(۱: آپ اعتقاد رکھیں کہ اللہ بھی الٰہ ہے، اوراس کے ساتھ یہ بھی الٰہ ہیں۔

(۲: کسی مخلوق کوانسانی زندگی کے لئے شارع وقانون ساز مانیں۔

(۳: کسی مخلوق کو پرستش کا مستحق سمجھیں، اولاد دینے والا، اور روزی رساں بھی اسی کو مانتے رہیں۔

(۴: کسی مخلوق کوخالقِ کائنات کا بیٹا، بیٹی (ماں، باپ یا بیوی،شوہر) قرار دیں۔

(۵: کسی مخلوق کے بارے میں تصور ہوکہ وہ عالم الغیب ہے۔

(۶: کسی مخلوق کو خالق، روزی رساں، زندگی بخشنے والا اور مارنے والا سمجھیں۔(اسی کا نام شرک فی التصرف ہے۔)

(۷: کسی مخلوق کو اللہ عزوجل کے اسماء وصفات سے کسی اورکومتصف ماننا۔(اس کا نام شرک فی الاسماء والصفات ہے۔)

(۸: غیر اللہ کے بارے میں یہ تصور ہوکہ وہ فوق الطبعی (Supernatural) قوتوں کا مالک ومختار ہے۔

اہم فائدہ:......قرآنِ کریم کی ان آیات میں غور وفکر کرنے کے بعد شرک کی جو حقیقت واضح ہوتی ہے۔ وہ صرف لفظ ''شرک'' سے بھی سمجھ میں آ سکتی ہے، بشرطیکہ انسان فکر سلیم وصحیح کا مالک ہو۔

لفظ ''شرک'' کے معنی ہیں ''شراکت''، ''حصہ داری'' اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والے کو ''مشرک'' کہا جاتا ہے۔ اب جب تک کسی چیز میں فریقین کا ساجھا نہ ہو، وہ باہم شریک کیسے ہوسکتے ہیں؟

تو شراکت کے لئے حصے داری ضروری ہے۔ اب اگر مشرک عبادت میں اللہ کا حصہ نہیں دیتا، ساری عبادت غیر اللہ کی کرتا ہے تو اس کا یہ فعل شرک کیسے ہوگا؟ اور وہ مشرک کیونکر بنے گا؟ لفظ شرک کا تقاضا اور معنی ہی یہ ہے کہ؛

☆ اللہ کی عبادت بھی کرے، اوراس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت بھی کرے۔

☆ اللہ کو شارع بھی مانے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شارع اور قانون ساز بھی مانے۔

☆ اللہ کو عالم الغیب بھی تصور کرے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی عالم الغیب سمجھے۔

☆ اللہ کو خالق، روزی رساں، زندگی بخشنے والا اور مارنے والا سمجھے اور اس کے ساتھ ساتھ بعینہٖ یہ عقیدہ کسی دوسرے کے متعلق بھی رکھے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور ہو کہ وہ فوق الطبعی قوتوں کا مالک ہے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھے، وغیرہ۔

تب یہ شرک بنے گا، چنانچہ مفسر قرآن، حبر الامۃ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اَلْمُشْرِكُ الَّذِيْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا غَيْرَهُ.)) [1]

''مشرک وہ ہے جو اللہ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کی عبادت کرے۔''

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

البتہ ایک شبہ باقی رہ جاتا ہے وہ یہ کہ بعض کتابوں میں '' **بالذات** ''اور'' **بالإستقلال** '' کی قید لگی ہوئی ہے، یعنی ''شرک'' کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے: شرک کا معنی یہ ہے کہ ایسی قوت، قدرت، ملکہ، صفت اور خاصہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص و مختص ہے اس کو اللہ کے سوا کسی اور کے لئے بالذات ثابت کیا جائے۔ اور اس کو متصرف فی الامور حقیقی طور پر مانا جائے۔'' [2]

ازالہ :...... یاد رہے کہ قرآن و حدیث میں جہاں بھی شرک کا ذکر ہے، وہاں '' **شرك باللّٰه** '' مذکور ہے۔ مثلاً '' **لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ** ''، '' **وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ** ''اور'' **لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ** ''وغیرھا۔

---

[1] صحيح بخارى، كتاب تفسير القرآن، سورة الرعد.

[2] عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، ص: ۱۵۸، از طاهر القادری

اس اندازِ بیان سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مشرک بنیادی طور پر اور بالذات اوّل ہمیشہ اللہ کی عبادت کرتا ہے، بعدہٗ کبھی کسی غیر اللہ کی عبادت کر کے اسے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، تو نہ صرف مشرکین اللہ کی عبادت کرتے تھے، بلکہ وہ مستقلاً ہمیشہ تو اللہ کی عبادت کرتے تھے، ہاں کبھی کسی دوسرے کی عبادت کرتے تھے، اس طرح وہ شرک کے مرتکب ہو کر مشرک ٹھہرے، قرآن وحدیث میں اس اسلوب کے برعکس آپ کو کہیں دوسرا اسلوب نہیں ملے گا، جس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ اوّل اور بالذات تو غیروں کی عبادت کرتے تھے، پھر کبھی اللہ عزوجل کی پرستش بھی کرتے تھے، نہ! ہرگز ایسا اندازِ بیان آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔ فافہم وتدبر!

ثانیاً: استقلال یا بالذات کی قید قرآن وحدیث میں موجود نہیں اور نہ ہی اقوال سلف میں، اور طاہر القادری جیسے جن لوگوں نے یہ قید بڑھائی ہے، ان کی یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ مخلوق کا اپنا وجود ہی جب ذاتی اور مستقل نہیں ہے، بلکہ عارضی ہے، تو اس کی کوئی بھی صفت کیونکر مستقل کہلا سکتی ہے۔ جس کی نفی کرنے کی نوبت آئے، لہٰذا قرآن حکیم میں جن مقامات پر بندگانِ ربّ العالمین سے تخلیق وترزیق، ملک وتصرف، علم واختیارات اور شفاعت وغیرہ کی نفی کی گئی ہے، اس سے مراد قوت عطائی اور عارضی ہی کی نفی ہے نہ کہ ذاتی اور مستقل کی۔

☆ مزید برآں مولانا غلام اللہ خان حنفی رقم طراز ہیں: ''جن کتابوں میں بالاستقلال یا بالذات کی قیدیں آئی ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے پیروں، فقیروں اور پیغمبروں کو طاقت دی ہے کہ جس وقت جو چاہیں جان لیں۔ یا جس کو چاہیں نفع یا نقصان پہنچا دیں۔ تو اس معنی کے بموجب حاصل کرنے میں بالعرض ہیں، اور اس طاقت کو استعمال کرنے میں مستقل ہیں یا بالذات کا یہ معنی بالعرض کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے، اور یہی معنی غیر اللہ کے لئے ماننا کفر اور شرک ہے۔ فافہم [1]

[1] تفسیر جواهر القرآن.

شرک کے نقصانات:

(۱) شرک سب سے بڑا گناہ ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ، قُلْنَا بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: أَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ.)) [1]

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: ضرور بتایئے! اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی۔''

(۲) شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ (لقمان: ۱۳)

''بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔''

فائدہ: ...... ظلم کہتے ہیں: ''کسی چیز کو اس کے اصل مقام و محل سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنے کو۔'' [2]

لٰہذا جس نے اللہ کے علاوہ کی پرستش کی، یقیناً اس نے عبادت کو اپنی اصل جگہ سے ہٹا کر غیر محل میں استعمال کیا، اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

(۳) میدانِ جنگ میں مشرک کا خون اور مال حلال ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ﴾ (التوبة: ۵)

''پس جب امن کے (چار) مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو، اور انہیں گرفتار کرلو اور انہیں گھیر لو، اور ہر گھات میں لگنے کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔''

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر، رقم: ۵۹۷۶.

[2] المنجد، لسان العرب، معجم الوسيط، مادة ''ظلم''.

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَإِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا.)) [1]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ '' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کا اقرار نہ کرلیں، اور جب وہ اس کا اقرار کرلیں تو مجھ سے اپنے خون اور مال کی حفاظت کرلیں گے، مگر اس کے حق سے۔''

(۴) مشرک کی تمام بھلائیاں برباد اور تمام اعمال غارت ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس جماعت سیّدنا ابراہیم، اسحاق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، اسماعیل، یسع، یونس اور لوط علیہم السلام کا ذکر خیر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (أنعام: ۸۸)

''اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کے اعمال ضائع ہوجاتے۔''

حتی کہ خاتم الأنبیاء ﷺ کو بھی مخاطب کرکے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (الزمر: ٦٥)

''اور آپ کو اور ان رسولوں کو جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر آپ نے اللہ کا کسی کو شریک بنایا تو آپ کا عمل ضائع ہوجائے گا، اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔''

(۵) مشرک کی بخشش نہیں ہوگی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء: ٤٨)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب قوله تعالیٰ فإن تابوا ...... فخلوا سبیلهم، رقم: ۲۵.

’’بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے، اور اُس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔‘‘

(۶) مشرک پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔ اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں پڑا رہے گا۔

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ ﴾ (المائدہ : ۷۲)

’’بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو سورۂ اعراف کی آیت (۵۰) میں بھی بیان کیا ہے، فرمایا:

﴿ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

’’اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو، یا اور کچھ دے دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے، تو اہل جنت کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔‘‘

اس پر مستزاد آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو، جس کے راوی سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْا لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ.)) [1]

’’جو شخص اس حال میں مرگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرتا تھا، تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔‘‘

(۷) مشرک اپنے معبودوں کو مختار سمجھتا ہے اور تصرفاتِ الٰہیہ میں ان کو شریک کرتا ہے، اس لئے اسے دنیا میں کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، تاکہ ان معبودوں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٤٩٧.

کی کمزوری اس پر واضح ہو جائے۔

﴿ وَاِنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا نَحۡنُ مُهۡلِكُوۡهَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ اَوۡ مُعَذِّبُوۡهَا عَذَابًا شَدِيۡدًا كَانَ ذٰلِكَ فِى الۡكِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا ۝ ﴾ (الاسراء: ۵۸)

''اور (کفر وشرک کرنے والوں کی) کوئی بستی نہیں، مگر قیامت کے دن سے پہلے ہم اسے ہلاک کردیں گے یا سخت عذاب سے معذب کریں گے۔ یہ کتاب میں لکھا جاچکا ہے۔''

اس آیت پر شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یعنی تقدیر میں لکھ چکے، ہر شہر کے لوگ ایک بزرگ ٹھہرا کر پوجتے ہیں کہ ہم اس کی رعیت ہیں اور اس کی پناہ میں ہیں۔ سو وقت آنے پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ ﴾ (المؤمنون: ۸۸)

''اور وہی پناہ دیتا ہے، اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔''

(۸) مشرک کے لئے سفارش نہیں ہوگی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کبریٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ.)) [1]

''روزِ قیامت میری سفارش سے بہرہ مند وہ شخص ہوگا، جس نے خالصتاً تہ دل سے ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کہا ہوگا۔''

قرآنِ مجید میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے سفارش کی، تو یہ سفارش نہ صرف نامقبول ہوئی، بلکہ خود سفارش سے ہی منع کردیا گیا، کیونکہ وہ مشرک تھا، سورۂ ھود آیت (۴۸) میں ہے:

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۹۹.

﴿ فَلَا تَسْئَلْنِ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ ﴾ (هود: ٤٨)

''پس آپ ایسا سوال نہ کیجئے جس کا آپ کو کوئی علم نہ ہو، میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے نہ ہو جایئے۔'' [1]

یہی حال اپنے مشرک باپ کے لئے سیّدنا ابراہیم کی سفارش کا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ : يَا رَبِّ أَنْتَ وَعَدْتَنِيْ أَنْ لَا تُخْزِيْنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ وَأَيُّ خِزيٍ أَخْزَى مِنْ أَبِيْ الْاَبْعَدِ؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ.))

''ابراہیم کہیں گے؛ اے رب! ''تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے روز رسوا نہیں کرے گا، لیکن اس رسوائی سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ تیری رحمت سے دور ہے؟'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

((ثُمَّ يُقَالُ: يَا إِبْرَاهِيْمُ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ، فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُلْتَطِخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِيْ النَّارِ.)) [2]

''پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا وہاں پڑا ہوگا، چنانچہ اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

﴿ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَارِ ﴾

---

[1] ترجمہ تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن.

[2] صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳۳۵۰.

''شرک'' بعثت نبوی ﷺ سے قبل اور مابعد:

قبل اس کے کہ ہم مشرکین مکہ کے شرک کی کیفیت کا تذکرہ کریں، جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی یا ان رسومات شرکیہ کا خاکہ پیش کریں جو آج کے اس دور میں لوگوں میں پائی جاتی ہیں انتہائی ضروری ہے کہ بعثت نبوی ﷺ سے قبل شرک کی صورتیں بیان کی جائیں، تاکہ شرک کا معنی ومفہوم مکمل طور پر سمجھ آ جائے۔ کیونکہ شرک کی مکمل صورت گری اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ آپ ﷺ سے پہلے کے شرک اور بعثت کے وقت کے شرک کو بیان نہ کیا جائے۔

قومِ نوح علیہ السلام:

یہ لوگ ''ود، سواع، یعوق، یغوث اور نسر کو الٰہ مان کر ان کی عبادت کرتے تھے۔

﴿ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴾ (نوح: ۲۳)

''اور انہوں نے کہا کہ لوگو! تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو، تم ودّ کو نہ چھوڑو اور نہ سواع کو، نہ یغوث، یعقوق اور نسر کو۔''

اس لئے سیّدنا نوح علیہ السلام نے صدا بلند کی:

﴿ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ (الأعراف: ۵۹)

''اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔''

اللہ ربّ العزت کی کبریائی وعظمت سے بڑھ کر ان کے دلوں میں ان (پنجتن پاک) کی محبت اور وقار قائم تھا۔ اس لئے نوح علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴾ (نوح: ۱۳)

''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اپنے رب کی عزت و وقار سے نہیں ڈرتے۔''

مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے سوا پنجتن پاک کو مددگار سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہیں

غرق کر دیا گیا تو ان کے اس عقیدہ کا بطلان ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْصَارًا ۝ ﴾ (نوح: ۲۵)

''پس انہوں نے اللہ کے سوا مددگاروں کو نہیں پایا۔''

قومِ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام:

یہ لوگ شرک فی الأسماء کے مرتکب تھے، انہوں نے اپنے معبودانِ باطلہ کے مختلف نام رکھے ہوئے تھے، سیّدنا ہود علیہ السلام کے ساتھ ان کا یہی جھگڑا تھا۔ اور اسی پر مجادلہ ہوتا رہا۔ جس کا ثبوت درج ذیل آیت کریمہ سے ملتا ہے:

﴿ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ ﴾ (الأعراف: ۷۱)

'' (یعنی ہود علیہ السلام نے کہا:) کیا تم لوگ مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے اپنی طرف سے رکھ لئے ہیں، جن کی کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نہیں اُتاری ہے۔''

فائدہ :......علامہ شبیر احمد عثمانی حنفی دیو بندی نے اس آیت کریمہ کے حاشیے پر لکھا ہے کہ؛'' قوم ہود کے مشرک بھی اپنے بتوں کو کہتے تھے کہ فلاں مینہ برسانے والا ہے، اور فلاں رزق دینے والا ہے، اور فلاں بیٹا عطا کرنے والا ہے۔ وعلی ھذا القیاس۔ حاجات میں غیر اللہ کو'' وسیلہ قربِ الٰہی'' جان کر غائبانہ پکارتے تھے۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ ''تیسیر القرآن ۲/ ۶۷، ۶۸'' پر رقم طراز ہیں کہ؛'' ہمارے ہاں بھی ایسے نام بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً فلاں بزرگ غوث (فریادرس) ہے، فلاں ولی داتا ہے، فلاں گنج بخش ہے، فلاں مشکل کشا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس دور کے مشرک ایسی صفات کو دیوتاؤں، دیویوں، فرشتوں یا بعض ارواح کی طرف منسوب کرتے تھے اور ہمارے زمانہ میں یہ صفات بزرگوں کی طرف منسوب کر دی جاتی ہیں، خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت ہو چکے ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ایسی باتوں کے لئے شریعت الٰہی میں کوئی سند نہیں ہے کہ میرا

فلاں ولی یا بزرگ مشکل کشا ہوسکتا ہے، اور میں نے اسے ایسے اختیارات دے رکھے ہیں۔''

چنانچہ جب قوم ہود علیہ السلام کو ہلاک کردیا گیا، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ان کا کوئی حیلہ کارگر نہ ہوا۔ اور نہ ہی کوئی وسیلہ ان کے کام آیا۔

﴿ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ط ﴾ (هود: ۱۰۱)

''پس جب آپ کے رب کا حکم (عذاب) آ گیا تو وہ معبود جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے، کچھ بھی کام نہ آئے۔''

دوسرے مقام پر آتا ہے:

﴿ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ o ﴾ (احقاف: ۲۸)

''پس کیوں نہ مدد کی اُن کی سب نے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے معبود بنا رکھا تھا، بلکہ وہ سب اُن سے غائب ہوگئے، اور یہ (معبود سازی) اُن کا جھوٹ اور (اللہ کے خلاف) اُن کی افتراء پردازی تھی۔''

قومِ ابراہیم علیہ السلام:

اس قوم نے بزرگوں کے مجسمے بنا کر ان کی پرستش شروع کر رکھی تھی۔ تمثال و انصاب کا عام رواج اسی قوم سے شروع ہوا۔ بعض اُن میں سے ایسے تھے جو اجرام فلکیہ کی پوجا کرتے تھے۔ وہ اصنام اور مورتیاں جن بزرگوں کی طرف منسوب تھیں، ان کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ غائبانہ سمیع وبصیر، مالک ومختار اور نافع وضار ہیں۔ اس لئے حاجات میں ان کو پکارتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام جب مبعوث ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے اپنے باپ کو مخاطب کیا:

﴿ یٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْئًا o ﴾

(مریم: ۴۲)

''اے ابا! آپ ایسے کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے

اور نہ آپ کے کسی کام آ سکتا ہے۔''

اسی تقریر میں بزرگوں کی عبادت کو شیطان کی عبادت قرار دیا، کیونکہ بزرگوں کی عبادت شیطان کے بہکانے سے ہی ہوسکتی ہے۔

﴿ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝ ﴾

(مريم : ٤٤)

''اے ابا! آپ شیطان کی عبادت نہ کیجئے، بے شک شیطان رحمٰن کا بڑا نافرمان رہا ہے۔''

پھر قوم کو مخاطب فرمایا:

﴿ اِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ ۝ ﴾

(الأنبياء : ٥٢)

''جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا، یہ مورتیاں کیا ہیں جن کی تم مجاوری کر رہے ہو۔''

دوسری جگہ پر آتا ہے:

﴿ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝ ﴾ (مريم : ٤٨)

''اور لوگو! میں تم سے جدا ہوتا ہوں اور ان معبودوں سے بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اور میں اپنے رب کو پکاروں گا، مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر (اس کی رحمت سے) محروم نہیں رہوں گا۔''

قومِ یوسف علیہ السلام:

اس قوم نے بھی اربابِ متفرقہ تجویز کر رکھے تھے۔ قوم ہود کی طرح ان کے مختلف نام رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ سیّدنا یوسف علیہ السلام نے مندرجہ ذیل الفاظ سے اس عقیدہ کی تردید فرمائی:

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡہَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ ط ﴾

(یوسف : ۳۹، ۴۰)

"اے زنداں کے ساتھیو! کیا کئی مختلف معبود اچھے ہیں یا اللہ جو ایک اور زبردست ہے، اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، ہر حکم اور فیصلے کا مالک صرف اللہ ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

قومِ موسیٰ علیہ السلام:

یہ قوم ایک زندہ حکمران کی پوجا کرتی تھی، جس کا لقب فرعون تھا۔ جس کا دعویٰ تھا:

﴿ أَنَا رَبُّكُمُ الۡأَعۡلٰى ۝ ﴾ (النازعات : ۲۴)

"میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔"

اس کے علاوہ اور اِلٰہ بھی پائے جاتے تھے۔ جن کی خود فرعون بھی پرستش کرتا تھا۔ جیسا کہ سورۃ اعراف سے ثابت ہوتا ہے، سب سے بڑا شرک اُن میں یہ تھا کہ وہ ان الٰہوں کو حاجات میں غائبانہ پکارتے تھے۔ جیسا کہ مومن آل فرعون کی تقریر سے واضح ہوتا ہے۔ تفصیل اس قصہ کی سورۃ "المؤمن" میں مذکور ہے۔

قومِ الیاس علیہ السلام:

الیاس علیہ السلام کا نام "الیاسین" بھی ہے، اور بنی اسرائیل کی کتابوں میں ان کا نام "ایلیا" آیا ہے۔ ان کا زمانہ سلیمان علیہ السلام کے بعد کا تھا۔ انہیں اللہ نے شہر بعلبک اور اس کے گرد و نواح میں رہنے والے بنی اسرائیل کے لئے اس وقت نبی بنا کر بھیجا تھا، جب ان میں بت پرستی پھیل گئی تھی، لوگ اللہ کے بجائے بعل نامی بت کے پجاری بن گئے تھے۔ غائبانہ حاجات

میں اس کو پکارتے تھے اور ہر قسم کی نذر و نیاز اور قربانی اُسی کے نام سے کرتے تھے، اور تورات کے احکام کو پس پشت ڈال دیا تھا، الیاس علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ؛

﴿ اَ لَا تَتَّقُوْنَ ۝ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ۝ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۲۴ـ۱۲۶)

''کیا تم لوگ اللہ کے عذاب سے ڈرتے نہیں کہ اس کے بجائے بتوں کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم اس قدر گم گشتۂ راہ ہوگئے ہو کہ اپنے بڑے بت (بعل) کی پرستش کرتے ہو، اور اللہ احسن الخالقین کو فراموش کر بیٹھے ہو جو تمہارا اور تمہارے گزشتہ آباء واجداد کا رب ہے؟''

قوم اصحاب کہف:

اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کئی الٰہ مانے ہوئے تھے۔ حاجات روائی اور مشکل کشائی کے لئے ان کو غائبانہ پکارتے تھے۔ اور اس باطل عقیدہ پر ان کے پاس سوائے اتباعِ ہویٰ اور تقلید آباء کے اور کوئی سند نہ تھی۔

اس ماحول میں چند نوجوانوں نے نعرۂ توحید کو بلند کیا۔ اور برسرِ عام اس زعمِ باطل کی تردید کی۔ سورۃ کہف میں ہے:

﴿ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ ﴾

(الکہف: ۱۳ـ۱۵)

''یقیناً وہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے، اور ہم نے انہیں راہِ راست کی طرف زیادہ ہدایت دی تھی، اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط رکھا، جب وہ (دعوتِ حق کے لئے) کھڑے ہوئے، اور کہا کہ ہمارا رب آسمانوں اور

زمین کا رب ہے، ہم اس کے علاوہ کسی دوسرے معبود کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے۔ ورنہ ہم بالکل بے جا بات کریں گے (پھر انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا) ہماری اس قوم نے تو اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا لئے ہیں، یہ لوگ ان کے معبود ہونے کی کوئی صریح دلیل کیوں نہیں پیش کرتے؟''

یہود و نصاریٰ کا شرک:

یہود نے سیّدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، جن کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال قبل کا ہے، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بکھری ہوئی تورات کو اکٹھا کیا، اور عبرانی زبان میں لکھی ہوئی تمام اسرائیلی کتابوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کے لئے قانون کی ایک عظیم کتاب تیار کی، جس سے متاثر ہو کر یہودیوں نے انہیں اللہ کا مجازی بیٹا کہنا شروع کر دیا، جو توحید باری تعالیٰ کی شان کے خلاف تھا اور گمراہ نصاریٰ میں سے کسی نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانا۔

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ط ﴾ (التوبة : ۳۰)

''اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔''

نصاریٰ میں سے بعض تثلیث کے قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ کو تیسرے درجہ پر سمجھتے تھے۔ ذیل کی آیت کریمہ میں ان کی تکفیر کی گئی ہے:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ط ﴾ (المائدہ : ۷۳)

''بے شک ان لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا، جنہوں نے کہا کہ اللہ تین معبودوں میں سے ایک ہے۔''

فائدہ :...... ''تثلیث'' یعنی اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تین کے مجموعے میں سے ایک ہے، یعنی باپ بیٹا اور روح القدس، یا باپ بیٹا اور ماں، تینوں مل کر ایک معبود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر ٹھہرایا۔

عیسائیوں کا ایک شرک یہ بھی تھا کہ انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے بجائے اپنا معبود اس طرح بنالیا کہ جب ان کے دنیا دار عالموں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنایا تو انہوں نے ان کی پیروی کی، چنانچہ سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو ان کی گردن میں صلیب لٹک رہی تھی (انہوں نے زمانہ جاہلیت میں عیسائیت قبول کرلی تھی) تو رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط ﴾

(التوبة : ٣١)

''ان لوگوں نے اپنے عالموں اور اپنے عابدوں کو اللہ کے بجائے معبود بنالیا۔''

(سیّدنا عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) تو میں نے کہا: عیسائیوں نے اپنے عالموں کی عبادت تو نہیں کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! انہوں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا، تو لوگوں نے ان کی بات مانی اور ان کی پیروی کی، یہی ان کی عبادت ہے۔'' [1]

مشرکین مکہ اور کفار قریش کے عقائد و اعمالِ حسنہ:

مندرجہ بالا سطور میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل شرک کی کیفیات کا تذکرہ گزرا ہے۔ ابھی ہم مشرکین مکہ کے شرک کی کیفیت کا خاکہ پیش کریں گے، تاکہ جس معاشرہ میں آپ ﷺ پیدا ہوئے اور پھر مبعوث ہوئے، اس معاشرہ اور اس دور کے شرک کی حالت و کیفیت معلوم ہوسکے اور تب ہی شرک کی مکمل صورت گری ممکن ہوگی۔

عامۃ المسلمین یہ سمجھتے ہیں یا انہیں سمجھا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار اور ذاتِ پاک باری تعالیٰ کا اعتراف ہی توحید ہے۔ (ان کا زعم باطل ہے کہ) ہم تو اللہ کو مانتے ہیں، لہٰذا ہم سچے مسلمان اور پکے موحد ہیں، اور کفار قریش اللہ ربّ العزت کی ہستی کے منکر تھے اور

[1] سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ٣٠٩٥، طبرانی کبیر ٢١٨/١٧، ٢١٩، تفسیر ابن أبي حاتم ١٧٨٤/٦ تفسیر ابن کثیر ٣٧٥/٣، سنن الکبریٰ بیهقی ١١٦/١٠، صحیح الترمذی للألبانی، رقم: ٢٤٧١.

وجودِ باری تعالیٰ کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ اس لیے وہ مشرک قرار پائے۔

یہ ایک مغالطہ اور فریب خوردگی ہے۔ اس کے برخلاف حقیقت یہ ہے کہ قریش مکہ نہ صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے قائل تھے، صفاتِ الٰہی پر بھی ایمان رکھتے تھے، بلکہ اللہ کی پرستش بھی کرتے تھے، اس سلسلہ میں قرآنِ کریم، اور احادیث رسول ﷺ کی تصریحات اور سیرت وتاریخ کی مستند وصحیح روایات ملاحظہ ہوں:

مشرکین مکہ کے عقائد ونظریات:

کتاب اللہ سے اللہ کی ذات و صفات سے متعلق مشرکین مکہ کے درج ذیل عقائد و تصورات معلوم ہوتے ہیں:

(۱) انسانوں کا خالق صرف اللہ ہے:

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ ﴾

(الزخرف: ۸۷)

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے، تو وہ کہیں گے، اللہ نے۔''

(۲) خالق ارضِ وسماء صرف اللہ ہے:

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ ﴾

(لقمٰن: ۲۵)

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے، اللہ نے۔''

(۳) رازق، مالک، مدبر الامور اللہ ہے اور موت و حیات بھی اسی کے ہاتھ میں ہے:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ط ﴾ (یونس: ۳۱)

''آپ پوچھئے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے، اور کون زندہ سے مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے، وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ۔''

(۴) زمین و آسمان، عرش عظیم اور ہر چیز کا مالک اور رب صرف اللہ ہے:

﴿ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ o قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ o سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ o ﴾ (المومنون: ۸۴-۸۷)

''اے میرے پیغمبر! آپ ان سے پوچھئے اگر تمہیں معلوم ہے تو بتاؤ کہ زمین اور اس میں رہنے والوں کا مالک کون ہے؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ ان کا مالک اللہ ہے، آپ کہیے تو پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے ہو، اے میرے پیغمبر! آپ ان سے پوچھیئے کہ ساتوں آسمانوں کا رب کون ہے، اور عرش عظیم کا رب کون ہے، وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ، آپ کہئے تو پھر اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں ہو۔''

(۵) ہر چیز کا بادشاہ اور صاحب اختیار و اقتدار اعلیٰ اللہ ہے:

﴿ قُلْ مَنْ م بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ o ﴾

(المومنون: ۸۸،۸۹)

''اے میرے پیغمبر! آپ ان سے پوچھئے کہ اگر تمہیں معلوم ہے تو بتاؤ کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے ہاتھ میں ہے، اور جو سب کو پناہ دیتا ہے، اور اس کی مرضی کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی ہے، وہ یہی جواب دیں گے کہ ہر چیز کا بادشاہ صرف اللہ ہے، آپ کہئے تو پھر تم جادو کئے ہوئے کی طرح کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو۔''

(۶) قادرِ مطلق اللہ ہے:

مشرکین کہتے تھے کہ اگر ہم اللہ کے سوا غیروں کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی طرف سے کچھ جانوروں کو حرام کہتے ہیں، اور ہمارے آباء واجداد بھی ایسا کرتے رہے ہیں تو اس میں ہمارا اور ان کا کوئی قصور نہیں ہے، یہ تو اللہ کی مشیت کے مطابق ہے، اگر اس کی مرضی نہ ہوتی جیسا کہ محمد (ﷺ) کا گمان ہے تو ہم ایسا نہ کرتے:

﴿ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ط ﴾ (الانعام : ۱٤۹)

''جن لوگوں نے شرک کیا وہ عنقریب کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کسی چیز کو اپنی طرف سے حرام قرار دیتے۔''

(۷) متصرف علی الاطلاق اللہ ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط ﴾ (العنکبوت : ٦١)

''اور اگر آپ اُن سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، اور آفتاب و ماہتاب کو کس نے اپنے حکم کا تابع بنا رکھا ہے، تو وہ کہیں گے: اللہ نے۔''

(۸) بارش برسانے والا اور زمین سے نباتات اُگانے والا اللہ ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط ﴾ (العنکبوت: ٦٣)

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمان سے پانی کس نے اُتارا ہے، جس کے ذریعہ وہ مردہ زمین کو زندہ کردیتا ہے، تو وہ کہیں گے اللہ نے۔''

(۹) العزیز (زبردست) اور العلیم (بڑا جاننے والا) اللہ ہی ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ ﴾ (الزخرف: ۹)

''اور اگر آپ اُن سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو وہ یہی کہیں گے کہ انہیں اس اللہ نے پیدا کیا ہے جو زبردست، بڑا جاننے والا ہے۔''

(۱۰) بڑی مصیبتوں میں فقط اللہ ہی کام آ سکتا ہے:

﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط ﴾ (العنکبوت: ٦٥)

''پس جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں، تو اللہ کے لئے بندگی کو خالص کر کے اُسے پکارتے ہیں۔''

مفسر شہیر علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی المتوفی سنہ ۱۲۷۰ھ اپنی معرکۃ الآراء ''تفسیر روح المعانی'' (۹۸/۱۱) ''تفسیر آیت ﴿ جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ ..... ﴾ کے تحت سیّدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت لائے ہیں کہ ''جب عکرمہ رضی اللہ عنہ کشتی میں سوار ہوئے اور انہیں طوفانِ باد نے آلیا۔'' میں رقم طراز ہیں:

((تَجْعَلُوْا يَدْعُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَيُوَحِّدُوْنَهُ قَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالُوْا: هٰذَا مَكَانُ لَا يَنْفَعُ فِيْهِ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى، قَالَ: فَهٰذَ إِلٰهُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَدْعُونَا إِلَيْهِ فَارْجِعُوا بِنَا، فَرَجَعَ وَأَسْلَمَ.))

''تو اہل کشتی صرف الٰہ واحد کو پکارنے لگے، (عکرمہ رضی اللہ عنہ نے) کہا، یہ کیا ہے؟ پس انہوں نے کہا: اس موقع پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ (اس پر) عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو ہم کو اسی طرف بلاتے تھے، ہمیں واپس لے چلو۔ چنانچہ وہ واپس لوٹ آئے اور مسلمان ہو گئے۔''

اس کے بعد موصوف نہایت دل سوزی کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

((وأيّامًا كان فالآية دالةٌ على أن المشركين لا يدعون غيره تعالٰى في تلك الحال، وأنت خبير بأن الناس اليوم إذا اعتراهم أمر خطير وخطب جسيم فى برّ أو بحر دعوا من لا يضر ولا ينفع ولا يرى ولا يسمع، فمنهم من يدعوا الخضر وإلياس، ومنهم من ينادى أبا الخميس والعباس ، ومنهم من يستغيث بأحد الأئمة ومنهم من يضرع إلى شيخ المشائخ الأمة ولا ترى فيهم أحدا يخصّ مولاه بتضرّعه ودعاه ، ولا يكاد يمرّ له ببال إنه لودعا اللّٰه تعالىٰ وحده ينجوا من هاتيك الأهوال، فبا اللّٰه تعالىٰ عليك قل لي أيّ الفريقين من هذه الحيثية أهدى سبيلا ، وأي الداعيين أقوم قيلا؟ وإلى اللّٰه تعالىٰ المشتكىٰ من زمان عصفت فيه ريح الجهالة ، وتلاطمت أمواج الضلالة، وخرقت سفينة الشريعة، واتخذت الإستغاثة بغير اللّٰه تعالىٰ للنجاة ذريعة وتعذر على العارفين الأمر بالمعروف، وصالت دون النهي عن المنكر صنوف الحتوف.)) انتهىٰ

''وہ بھی دن تھے، چنانچہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مشرکین (مکہ) مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتے تھے، اور اس حقیقت سے تو باخبر ہے

کہ آج لوگوں کو زمین پر یا سمندر میں جب کوئی بہت بڑا مہلک واقعہ اور سخت خطرناک حالت پیش آجاتی ہے تو وہ ان کو پکارنے لگتے ہیں جو نہ نفع ونقصان پر قادر ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں، بعض تو خضر اور الیاس کو پکارتے ہیں اور بعض ابوالخمیس اور عباس کو ندا دیتے ہیں۔ اور بعض کسی امام سے مدد طلب کرتے ہیں، اور بعض امت کے کسی بزرگ سے عاجزی کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور ان میں سے آپ کسی کو خاص اپنے اللہ کے سامنے گڑگڑا کر دعا کرتے نہ دیکھیں گے اور ان کے دل میں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ اگر اس نے صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا تو وہ ان خوفناک مصائب سے نجات پا جائے گا۔ پس تجھے اللہ کی قسم! مجھے بتلائیے کہ ان دونوں (مشرکین مکہ اور مسلمین عہد حاضر) میں سے کون راہِ ہدایت پر ہے، اور ان پکارنے والوں میں سے کون سیدھی صحیح بات کرتا ہے؟ اور عہد حاضر کی شکایت تو اللہ ہی کی بارگاہ میں ہے، جس میں جہالت کی آندھی چل رہی ہے، اور گمراہی کی موجوں میں طوفان وتلاطم ہے، شریعت کی کشتی میں شگاف پڑ گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو مدد کے لئے پکارنا نجات کا ذریعہ بنالیا گیا ہے، اور اہل علم وعرفان کے لئے امر بالمعروف انتہائی مشکل ہوگیا ہے اور نہی عن المنکر کی راہ میں انواع واقسام کی ہلاکتیں حائل ہوگئی ہیں۔''

(۱۱) عذاب ٹالنے والا اللہ ہے:

﴿ **رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ○ أَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ○ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ○ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَآئِدُونَ ○** ﴾ (الدخان: ۱۲۔۱۵)

''(اہل کفر کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، اس عذاب کو ہم سے ٹال دے، انہیں کہاں سے نصیحت حاصل ہوگی، اور اُن کا حال یہ ہے کہ اُن کے پاس ایک کھول کر بیان کرنے والا رسول آیا، تو اُنہوں نے اس سے منہ

پھیر لیا، اور کہا کہ یہ تو ایک سکھایا پڑھایا دیوانہ ہے، ہم چند دنوں کے لئے عذاب ٹال دیں گے، تم پھر اپنی حالت پر لوٹ آؤ گے۔''

ان آیات کریمہ کی تفسیر میں مختلف سندوں کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ؛'' جب اہل قریش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے اور آپ کے ساتھ معاندانہ روش میں برابر بڑھتے ہی رہے تو آپ نے ان کے لئے بددعا کی کہ اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد ایسے قحط کے ذریعے کر جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا۔ چنانچہ قحط پڑا اور بھوک کی شدت کا یہ حال ہوا کہ لوگ ہڈیاں اور مردار کھانے لگ گئے۔ لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تھے، لیکن فاقہ کی وجہ سے دھویں کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا۔ آخر انہوں نے کہا کہ؛

﴿ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ ﴾ (الدخان : ١٢)

'' اے ہمارے پروردگار! ہم سے اس عذاب کو ٹال دے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔''

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ؛'' اگر ہم نے یہ عذاب دور کر دیا تو پھر بھی تم اپنی پہلی حالت پر لوٹ آؤ گے۔'' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے حق میں دعا فرمائی اور یہ عذاب ان سے ہٹ گیا، لیکن وہ پھر بھی کفر وشرک پر ہی جمے رہے۔ [1]

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل عرب نے اگرچہ دین ابراہیمی کو بدل کر نیا مشرکانہ مذہب اختیار کر لیا تھا (جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی) لیکن خالق کائنات کی ہستی کے وہ نہ صرف یہ کہ قائل تھے، بلکہ اس کے نام، یعنی اللہ سے بھی واقف تھے۔ اہل ایمان کے لئے تو قرآنِ کریم کی تصریحات سے زیادہ قوی اور قطعی دلیل ممکن ہی نہیں ہے، لیکن آثارِ قدیمہ کے جدید ترین انکشافات بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ عرب اللہ کے نام سے باخبر تھے۔ علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے '' مذاہب واخلاق کے انسائیکلو پیڈیا'' سے پروفیسر '' نولدیکی'' کی تحقیق یوں نقل فرمائی ہے:

---

[1] صحيح بخاری، كتاب التفسير، رقم: ٤٨٢٢.

’’(اللہ) جو صفا کے کتبوں میں ’’ ھَلَّہٖ ‘‘لکھا ہوا ہے نابتی اور دیگر قدیم باشندگانِ عرب شمالی کے نام کا ایک جز تھا مثلاً: زید اللّٰہی ،عبد اللّٰہی ...... نابتی کتبات میں اللہ کا نام بطور ایک علیحدہ معبود کے نہیں ملتا، لیکن صفا کے کتبات میں ملتا ہے۔ متاخرین مشرکین میں اللہ کا نام نہایت عام ہے’’ ولہاسن‘‘ نے عرب قدیم کے لٹریچر میں بہت سی عبارتیں نقل کی ہیں جن میں اللہ کا لفظ بطور ایک معبود اعظم کے مستعمل ہوا ہے۔‘‘ ❶

خلاصہ :...... کفار عرب، مشرکین مکہ کے عقائد ونظریات کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ؛

(۱) تمام انسانوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے۔
(۲) خالق ارض وسماء اللہ ہے۔
(۳) رزاق، مالک اور مدبر الأمور اللہ ہے۔
(۴) موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے۔
(۵) زمین وآسمان، عرش عظیم اور ہر ایک چیز کا مالک اور رب اللہ ہے۔
(۶) ہر چیز کا بادشاہ اور صاحب اختیار واقتدار اعلیٰ اللہ ہے۔
(۷) قادر مطلق اللہ ہے۔
(۸) متصرف علی الاطلاق اللہ ہے۔
(۹) بارش برسانے والا اور زمین سے نباتات اُگانے والا اللہ ہے۔
(۱۰) ’’العزیز‘‘ اور ’’العلیم‘‘ اللہ ہے۔
(۱۱) بڑی مصیبتوں میں فقط اللہ ہی کام آسکتا ہے۔
(۱۲) عذاب ٹالنے والا اللہ ہے۔

---

❶ سیرۃ النبی ۱/ ۱۲۲، طبع سعید کراچی، طبع چھارم.

کفارِ قریش، مشرکین مکہ کے اعمال حسنہ:

مشرکین مکہ کے عقائد ونظریات کا بیان ابھی گزرا ہے، اب کفارِ مکہ کے چند اعمال حسنہ کا حال ملاحظہ ہو:

(١) اللہ کا گھر ''بیت اللہ'' انہوں نے تعمیر کیا تھا:

یاد رہے کہ مشرکین مکہ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اس درجہ پاس تھا کہ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت کہنے لگے:

((لَا تُدْخِلُوْا فِيْ بَنَائِهَا مِنْ كَسْبِكُمْ إِلَّا طَيِّبًا لَمْ تَقْطَعُوْا فِيْهِ رِحْمًا وَلَمْ تَظْلِمُوْا فِيْهِ أَحَدًا.)) [1]

''لوگو! بیت اللہ کی تعمیر میں صرف پاک کمائی خرچ کرو۔ قطع رحم کر کے یا کسی پر ظلم کر کے جو روپیہ کمایا ہو وہ یہاں نہ لگاؤ۔''

(٢) نماز پڑھتے تھے:

شاہ ولی اللہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ (١/١٢٧، طبع فاران اکیڈمی) میں لکھتے ہیں:

((وَكَانَتْ فِيْهِمُ الصَّلَاةُ، وَكَانَ " أَبُوْ ذَرٍّ " رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ قَبْلَ أَنْ يَقْدُمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ، وَكَانَ " قِسُ بْنُ سَاعِدَةَ الْأَيَادِيْ " يُصَلِّيْ.))

''اور ان میں نماز بھی مروّج تھی۔ سیّدنا أبو ذر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے تین برس پہلے سے نماز پڑھتے تھے، اسی طرح قس بن ساعدہ أیادی بھی نماز پڑھتے تھے۔''

صحیح مسلم (کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل أبي ذر رضی اللہ عنہ) میں بھی ہے کہ عہد جاہلیت میں سیّدنا أبو ذر عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ١/ ١٤٥.

(۳) حج کرتے تھے، عمرہ بجالاتے تھے اور طواف کعبہ کرتے تھے:

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے:

''بنی اسماعیل (قریش) نے سیّدنا ابراہیم و اسماعیل کا دین بدل کر بتوں کی پرستش شروع کردی، اور گمراہ امم سابقہ کے نقش قدم پر چلنے لگے، اس کے باوجود ان میں عہد ابراہیم کی کچھ عبادات باقی رہ گئی تھیں، مثلاً بیت اللہ کی تعظیم، اور اس کا طواف، حج وعمرہ اور عرفہ ومزدلفہ میں ٹھہرنا۔'' [1]

صحیح مسلم (كتاب الحج، باب لا يحج البيت مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان. رقم: ١٣٤٧) میں ہے کہ مکہ فتح ہوا تو مشرکین مکہ کو حج اور طواف کعبہ سے روک دیا گیا۔

اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ مشرکین مکہ حج بیت اللہ اور طواف کعبہ کیا کرتے تھے۔ وگرنہ روکنے کا حکم چہ معنی دارد؟

(۴) عاشورا کا روزہ بھی رکھتے تھے:

چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((إِنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.)) [2]

''یقیناً قریش دورِ جاہلیت میں یومِ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔''

(۵) زکوٰۃ دیتے تھے:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ﴾ (الأنعام: ١٣٦)

''اور اللہ نے جو کھیتی اور چوپائے پیدا کئے ہیں ان کا ایک حصہ مشرکوں نے اللہ کے لئے مقرر کردیا، اور اپنے زعم باطل کے مطابق کہا کہ یہ اللہ کے لئے ہے، اور

---

[1] سيرة ابن هشام: ١/ ٨٠

[2] صحیح بخاری، كتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان، رقم: ١٨٩٣.

یہ ہمارے معبودوں کے لئے۔‘‘

(٦) غلام آزاد کرتے تھے:

عاص بن وائل نے موت کے وقت اپنے لڑکے (سیّدنا) ہشام رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ میرے بعد میری طرف سے اتنے غلام آزاد کرنا، چنانچہ انہوں نے پچاس (۵۰) غلام آزاد کیے۔ ❶

اس طرح سیّدنا حکیم بن حزام کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے اپنے دورِ جاہلیت میں سو (۱۰۰) غلام آزاد کئے۔ ❷

(٧) قربانیاں دیتے تھے:

سیّدنا حکیم بن حزام کے متعلق آتا ہے:

((سَاقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ بَدَنَةٍ.)) ❸

’’کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں سو (۱۰۰) اونٹ قربان کئے تھے۔‘‘

(٨) اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانتے تھے:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے عرض کیا؛ یارسول اللہ!

((إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً.)) ❹

’’میں نے عہد جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام (بیت اللہ) میں اعتکاف کروں گا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے) فرمایا؛ اپنی نذر پوری کرو،

---

❶ سنن ابو داؤد بحواله حجة الله البالغه ۱ / ۱۲۷، طبع فاران اکیڈمی.

❷ مسند أبی عوانة ۷۳/۱، رقم: ۲۱۱،۲۱۰، صحیح مسلم، كتاب الإیمان، رقم: ۱۲۳/ عقب ۱۹۵ من طريق أبي معاويه.

❸ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم: ۱۲۳، مسند أبي عوانة، رقم: ۲۱۱.

❹ صحيح مسلم، كتاب الأيمان، رقم: ٤٢٩٢، صحيح بخارى، كتاب الإعتكاف، باب الإعتكاف ليلاً، رقم: ۲۰۳۲.

چنانچہ انہوں نے ایک رات اعتکاف کیا۔''

(۹) غسل جنابت بھی کیا کرتے، سنن ابراہیم (تمام خصائل فطرت) کے قائل اور فاعل تھے:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

((وَمَا زَالَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سُنَّةً مَعْمُوْلَةً عِنْدَهُمْ وَكَذٰلِكَ الْخِتَانُ وَسَائِرُ خَصَائِلِ الْفِطْرَةِ.)) ❶

''اور جنابت سے غسل کرنا ہمیشہ ابواب عبادت میں سے رہا ہے۔ اسی طرح ختنہ کرانا اور تمام خصائل فطرت بھی ابواب عبادت رہی ہیں۔''

(۱۰) نکاح کرتے تھے:

قبل از اسلام، عہد جاہلیت میں صحیح نکاح کا بھی رواج تھا۔ چنانچہ امّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جاہلیت میں چار قسم کا نکاح ہوتا تھا:

((فَنِكَاحُ النَّاسِ الْيَوْمَ.)) ❷

''ان میں سے ایک نکاح اس زمانہ کے مسلمانوں کا سا نکاح تھا۔''

(۱۱) بچوں کا نام بھی عبداللہ رکھتے تھے:

مشرکین مکہ میں ''عبداللہ'' نام رکھنے کا عام رواج تھا۔ چنانچہ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ ❸

اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عہد جاہلیت میں ''عبداللہ'' رکھا گیا تھا۔ ❹

خلاصہ :...... کفارِ مکہ کے چند اچھے اعمال و کردار کا ذکر ہوا ہے، اب خلاصہ ملاحظہ

---

❶ حجة اللّٰه البالغة، باب بيان ما كان عليه حال اهل جاهلية ١٢٧/١، طبع فاران اکیڈمی.

❷ صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب من قال لا نكاح إلا بولي.

❸ صحيح السيرة النبوية للألبانی، ص: ٩ـ١١.

❹ مستدرك حاكم، رقم: ٤٤٥٩، معجم كبير للطبرانی ٥١/١.

فرمایئے گا:

(۱) اللہ کا گھر ''بیت اللہ'' انہوں نے تعمیر کیا تھا۔

(۲) نماز پڑھتے تھے۔

(۳) حج کرتے تھے، عمرہ بجالاتے تھے اور طوافِ کعبہ بھی کرتے تھے۔

(۴) عاشوراء کا روزہ بھی رکھتے تھے۔

(۵) زکوٰۃ دیتے تھے۔

(۶) غلام آزاد کرتے تھے۔

(۷) قربانیاں دیتے تھے۔

(۸) اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانتے تھے۔

(۹) غسل جنابت بھی کیا کرتے تھے اور سنن ابراہیم (تمام خصائل فطرت) کے قائل بھی تھے اور فاعل بھی۔

(۱۰) نکاح کرتے تھے۔

(۱۱) بچوں کا نام بھی عبداللہ رکھتے تھے، وغیرہ۔

لمحہ فکریہ!......لیکن بایں ہمہ قرآنِ پاک ان کو کافر اور مشرک کہتا ہے۔ ان کی سزا جہنم بتاتا ہے یہ کیوں؟

مشرکین مکہ کو مشرک کیوں کہا گیا؟:

چنانچہ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری ''الرحیق المختوم'' (ص ۷۱۔۷۷) میں اہل جاہلیت کے اندر رائج بت پرستی کے چند اہم مراسم کا ذکر کرتے ہوئے ''عرب ادیان و مذاہب'' کی بحث میں رقم طراز ہیں:

(۱: دورِ جاہلیت کے مشرکین بتوں کے پاس مجاور بن کر بیٹھتے تھے، ان کی پناہ ڈھونڈھتے تھے، انہیں زور زور سے پکارتے تھے اور حاجت روائی و مشکل کشائی کے لئے ان سے فریاد اور التجائیں کرتے تھے، اور سمجھتے تھے کہ وہ اللہ سے سفارش

کر کے ہماری مراد پوری کرا دیں گے۔

(۲: بتوں کا حج وطواف کرتے تھے، ان کے سامنے عجز و نیاز سے پیش آتے تھے، اور انہیں سجدہ کرتے تھے۔

(۳: بتوں کے لئے نذرانے اور قربانیاں پیش کرتے، اور قربانی کے ان جانوروں کو کبھی بتوں کے آستانوں پر لے جا کر ذبح کرتے تھے، اور کبھی کسی بھی جگہ ذبح کر لیتے تھے، مگر بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ ذبح کی ان دونوں صورتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ٥ ﴾ (المائدہ : ۳)

''یعنی وہ جانور بھی حرام ہیں جو آستانوں پر ذبح کئے گئے ہوں۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ط ﴾ (الانعام : ۱۲۱)

''اُس جانور کا گوشت مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔''

(۴: بتوں سے تقرب کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ مشرکین اپنی صوابِ دید کے مطابق اپنے کھانے پینے کی چیزوں اور اپنی کھیتی اور چوپائے کی پیداوار کا ایک حصہ بتوں کے لئے خاص کر دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کا دلچسپ رواج یہ تھا کہ وہ اللہ کے لئے بھی اپنی کھیتی اور جانوروں کی پیداوار کا ایک حصہ خاص کرتے تھے۔ پھر مختلف اسباب کی بناء پر اللہ کا حصہ تو بتوں کی طرف منتقل کر سکتے تھے، لیکن بتوں کا حصہ کسی بھی حال میں اللہ کی طرف منتقل نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ٥ ﴾

(الأنعام : ۱۳۷)

''اللہ نے جو کھیتی اور چوپائے پیدا کیئے ہیں، اس کا ایک حصہ انہوں نے اللہ کے لئے مقرر کیا اور کہا یہ اللہ کے لئے ہے۔ ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شرکاء کے لئے ہے، تو جو اُن کے شرکاء کے لئے ہوتا ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا (مگر) جو اللہ کے لئے ہوتا ہے وہ ان کے شرکاء تک پہنچ جاتا ہے۔ کتنا برا ہے وہ فیصلہ جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

(۵: بتوں کے تقرب کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ مشرکین کھیتی اور چوپائے کے اندر مختلف قسم کی نذریں مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا یَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا افْتِرَآءً عَلَیْهِ ط ﴾ (الانعام: ۱۳۹)

''ان مشرکین نے کہا کہ یہ چوپائے اور کھیتیاں ممنوع ہیں۔ انہیں وہی کھا سکتا ہے جسے ہم چاہیں ...... ان کے خیال میں ...... اور یہ وہ چوپائے ہیں جن کی پیٹھ حرام کی گئی ہے (نہ ان پر سواری کی جاسکتی ہے نہ سامان لادا جاسکتا ہے) اور کچھ چوپائے ایسے ہیں جن پر یہ لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہوئے اللہ کا نام نہیں لیتے۔''

(۶: ان ہی جانوروں میں بَحِیرَہ، سَائِبَہ، وَصِیلَه اور حَامِی تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بَحِیرَة، سَائِبَہ کی بچی کو کہا جاتا ہے۔ اور سَائِبَہ اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جسے دس بارہ پے در پے مادہ بچے پیدا ہوں، درمیان میں کوئی نر نہ پیدا ہوا ہو۔ ایسی اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا، اس پر سواری نہیں کی جاتی تھی، اس کے بال نہیں کاٹے جاتے تھے۔ اور مہمان کے سوا کوئی اس کا دودھ نہیں پیتا تھا۔ اس کے بعد یہ اونٹنی جو مادہ بچہ جنتی اس کا کان چیر دیا جاتا۔ اور اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ آزاد چھوڑ دیا جاتا۔ اس پر سواری نہ کی جاتی۔ اس کا بال نہ کاٹا جاتا۔ اور مہمان کے سوا کوئی اس کا دودھ نہ پیتا۔ یہی بَحِیرَہ ہے۔ اور اس کی ماں سَائِبَہ ہے۔

وَصِیْلَہ:......اُس بکری کو کہا جاتا تھا جو پانچ دفعہ پے درپے دو دو مادہ بچے جنتی (یعنی پانچ بار میں دس مادہ بچے پیدا ہوتے) درمیان میں کوئی نر نہ پیدا ہوتا۔ اس بکری کو اس لئے ''وصیلہ'' کہا جاتا تھا کہ وہ سارے مادہ بچوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتی تھی۔ اس کے بعد اس بکری سے جو بچے پیدا ہوتے انہیں صرف مرد کھاسکتے تھے، عورتیں نہیں کھاسکتی تھیں۔ البتہ اگر کوئی بچہ مردہ پیدا ہوتا تو اس کو مرد عورت سبھی کھا سکتے تھے۔

حَامِیْ:......اُس نَر اُونٹ کو کہتے تھے جس کی جُفتِی سے پے درپے دس مادہ بچے پیدا ہوتے، درمیان میں کوئی نر نہ پیدا ہوتا۔ ایسے اونٹ کی پیٹھ محفوظ کردی جاتی تھی۔ نہ اس پر سواری کی جاتی تھی، نہ اس کا بال کاٹا جاتا تھا۔ بلکہ اسے اونٹوں کے ریوڑ میں جُفتِیْ کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور اس کے سوا اس سے کوئی دوسرے فائدہ نہ اٹھایا جاتا تھا۔ دَورِ جاہلیت کی بت پرستی کے ان طریقوں کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾

(المائدہ: ۱۰۳)

''اللہ نے نہ کوئی بحیرہ، نہ کوئی سائبہ، نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حامی بنایا ہے، لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔''

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ط ﴾ (الأنعام: ۱۴۰)

''ان (مشرکین) نے کہا کہ ان چوپایوں کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ البتہ اگر وہ مردہ ہو

تو اس میں مرد عورت سب شریک ہیں۔''

چوپایوں کی مذکورہ اقسام یعنی بحیرہ، سائبہ وغیرہ کے کچھ دوسرے مطالب بھی بیان کئے گئے ہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱/۸۹، ۹۰) جو ابن اسحاق کی مذکورہ تفسیر سے قدرے مختلف ہیں۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ یہ جانور ان کے طاغوتوں کے لئے تھے۔ [1]

اور صحیح بخاری میں مرفوعاً مروی ہے کہ؛ '' **عَمْرو بن لُحَیُ** پہلا شخص ہے، جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔'' [2]

عرب اپنے بتوں کے ساتھ یہ سب کچھ اس عقیدے کے ساتھ کرتے تھے کہ یہ بت انہیں اللہ کے قریب کر دیں گے، اور اللہ کے حضور ان کی سفارش کر دیں گے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں بتایا گیا ہے کہ مشرکین کہتے تھے:

﴿ **مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى** ط ﴾ (الزمر: ۳)

''ہم ان کی عبادت محض اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔''

﴿ **وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ** ط ﴾ (یونس: ۱۸)

''یہ مشرکین اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نفع پہنچا سکیں نہ نقصان، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

مشرکین عرب اَزلام یعنی فال کے تیر بھی استعمال کرتے تھے۔ (اَزلام، زَلَم کی جمع ہے۔ اور زلم اُس تیر کو کہتے ہیں جس میں پر نہ لگے ہوں) فال گیری کے لئے استعمال ہونے والے یہ تیر تین قسم کے ہوتے تھے۔ ایک وہ جن پر صرف ''ہاں'' یا ''نہیں'' لکھا ہوتا تھا۔ اس قسم کے تیر سفر اور نکاح وغیرہ جیسے کاموں کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ اگر فال میں ''ہاں'' نکلتا تو مطلوبہ کام کر ڈالا جاتا، اگر ''نہیں'' نکلتا تو سال بھر کے لئے ملتوی کر دیا جاتا۔ اور آئندہ پھر فال نکالی جاتی۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٦٢٣.
[2] صحیح بخاری، أیضًا.

فال گیری کے تیروں کی دوسری قسم وہ تھی جن پر پانی اور دِیَت وغیرہ درج ہوتے تھے۔ اور تیسری قسم وہ تھی جس پر یہ درج ہوتا تھا کہ ''تم میں سے ہے'' یا ''تمہارے علاوہ سے ہے'' یا ''ملحق'' ہے۔ ان تیروں کا مصرف یہ تھا کہ جب کسی کے نسب میں شبہ ہوتا تو اسے ایک سو اُونٹوں سمیت ہُبَل کے پاس لے جاتے۔ اونٹوں کو تیر والے مَہَنت کے حوالے کرتے اور وہ تمام تیروں کو ایک ساتھ ملا کر گھماتا، جھنجھوڑتا، پھر ایک تیر نکالتا۔ اب اگر یہ نکلتا کہ ''تم میں سے ہے۔'' تو وہ ان کے قبیلے کا ایک معزز فرد قرار پاتا، اور اگر یہ برآمد ہوتا کہ: ''تمہارے غیر سے ہے'' تو حلیف قرار پاتا، اور اگر یہ نکلتا کہ ''ملحق'' ہے تو ان کے اندر اپنی حیثیت پر برقرار رہتا، نہ قبیلے کا فرد مانا جاتا نہ حلیف۔ [1]

اسی سے ملتا جلتا ایک رواج مشرکین میں جوا کھیلنے اور جوئے کے تیر استعمال کرنے کا تھا۔ اسی تیر کی نشان دہی پر وہ جوئے کا اُونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹتے تھے۔

(اس کا طریقہ یہ تھا کہ جوا کھیلنے والے ایک اونٹ ذبح کر کے اسے دس یا اٹھائیس حصوں پر تقسیم کرتے۔ پھر تیروں سے قرعہ اندازی کرتے۔ کسی تیر پر جیت کا نشان بنا ہوتا اور کوئی تیر بے نشان ہوتا۔ جس کے نام پر جیت کے نشان والا تیر نکلتا وہ تو کامیاب مانا جاتا، اور جس کے نام پر بے نشان تیر نکلتا اُسے قیمت دینی پڑتی۔)

مشرکین عرب کاہنوں، عرافوں اور نجومیوں کی خبروں پر بھی ایمان رکھتے تھے۔ کاہن اسے کہتے ہیں جو آنے والے واقعات کی پیش گوئی کرے، اور راز ہائے سربستہ سے واقفیت کا دعوے دار ہو۔ بعض کاہنوں کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ ایک جن ان کے تابع ہے جو انہیں خبریں پہنچاتا رہتا ہے، اور بعض کاہن کہتے تھے کہ انہیں ایسا فہم عطا کیا گیا ہے، جس کے ذریعے وہ غیب کا پتا لگا لیتے ہیں۔ بعض اس بات کے مدعی تھے کہ جو آدمی ان سے کوئی بات پوچھنے آتا ہے اس کے قول وفعل سے یا اس کی حالت سے، کچھ مقدمات اور اسباب کے ذریعے وہ جائے واردات کا پتا لگا لیتے ہیں۔ اس قسم کے آدمی کو عراف کہا جاتا تھا۔ مثلاً وہ شخص جو چوری

[1] محاضرات خضری ۱/ ٥٦، ابن ھشام ۱/ ۱۰۲،۱۰۳.

کے مال، چوری کی جگہ اور گم شدہ جانور وغیرہ کا پتا، ٹھکانا بتاتا۔

نجومی اسے کہتے ہیں جو تاروں پر غور کر کے اور ان کی رفتار و اوقات کا حساب لگا کر پتا لگاتا ہے کہ دنیا میں آئندہ کیا حالات و واقعات پیش آئیں گے۔ ❶

ان نجومیوں کی خبروں کو ماننا درحقیت تاروں پر ایمان لانا ہے، اور تاروں پر ایمان لانے کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ مشرکین عرب نَچھتّروں پر ایمان رکھتے تھے، اور کہتے تھے کہ ہم پر فلاں اور فلاں نَچھتّر سے بارش ہوئی ہے۔ ❷

مشرکین میں بدشگونی کا بھی رواج تھا۔ اسے عربی میں طِیَرۃ کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ تھی کہ مشرکین کسی چڑیا یا ہرن کے پاس جا کر اسے بھگاتے تھے۔ پھر اگر وہ داہنے جانب بھاگتا تو اسے اچھائی اور کامیابی کی علامت سمجھ کر اپنا کام کر گذرتے اور اگر بائیں جانب بھاگتا تو اس نحوست کی علامت سمجھ کر اپنے کام سے باز رہتے۔ اسی طرح اگر کوئی چڑیا یا جانور راستہ کاٹ دیتا تو اسے بھی منحوس سمجھتے۔

اسی سے ملتی جلتی ایک حرکت یہ بھی تھی کہ مشرکین، خرگوش کے ٹخنے کی ہڈی لٹکاتے تھے، اور بعض دنوں، مہینوں، جانوروں، گھروں اور عورتوں کو منحوس سمجھتے تھے۔ بیماریوں کی چھوت کے قائل تھے۔ اور رُوح کے اُلو بن جانے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ یعنی ان کا عقیدہ تھا کہ جب تک مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے، اس کو سکون نہیں ملتا۔ اور اس کی روح اُلو بن کر بیابانوں میں گردش کرتی رہتی ہے۔ اور ''پیاس، پیاس'' یا ''مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ'' کی صدا لگاتی رہتی ہے۔ جب اس کا بدلہ لے لیا جاتا ہے تو اسے راحت اور سکون مل جاتا ہے۔ انتھیٰ ❸

یہ رسومات تب بھی شرک تھیں اور اب بھی شرک ہیں۔

---

❶ مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ٢ / ٣،٢ طبع لكهنؤ.

❷ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كفر من قال مطرنا بالنوء، ٢/٥٢ـ٥٤، طبع دار الكتب العلمية.

❸ صحيح بخارى ٢ / ٨٥١،٨٥٧، طبع المكتبة السلفيه.

عصر حاضر سے کلمہ گو مشرک لوگوں کے عقائد ونظریات کی ایک جھلک:

''تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے'' گزشتہ صفحات میں اقوام ماضیہ اور مشرکین مکہ کے جو عقائد شرکیہ بیان کیئے گئے ہیں وہ سب کے سب بلکہ اس سے بھی زیادہ گندے خیالات و نظریات عصر حاضر کے لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہود و ہنود اور نصاریٰ کے علاوہ مسلمانوں میں بھی توحید کے منافی ''شرکیہ'' عقائد کثرت سے پائے جاتے ہیں، ہم یہاں ان عقائد کی ایک جھلک پیش کریں گے۔

(۱) ایک شاعر اپنے پیر غلام مرتضی قلعہ شریف ضلع شیخوپورہ والے کی مدح میں کہتا ہے کہ یہ خدا کا نور ہے اور نبی ﷺ کا نائب ہے، بلکہ ربّ اور پیر ایک ہی ہیں، اس لئے ہمیں کعبے جا کر طواف و زیارت کی ضرورت نہیں کیونکہ پیر کا آستانہ و روضہ بذاتِ خود کعبہ ہے۔ العیاذ باللہ! اس لئے ہم یہیں طواف کریں گے۔

دِدوستی ربّ دی لوڑ نائیں قلعے والے دا پلڑا چھوڑ ناہیں
قلعے والے دے گرد طواف کر لے مکے جاونے دی کوئی لوڑ ناہیں
ایہہ قصورِ نگاہ دا نادانوں رب ہور نائیں پیر ھور ناہیں
فضل رب دا جے مطلوب ہووے قلعے والے والوں مکھ موڑ ناہیں [1]

قارئین! ذرا اس نظریہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں دیکھیے گا، اور اس کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ خود کیجیے گا۔

دوستی رب دی لوڑ نائیں ......

یہاں پر مشرک رب سے بڑھ کر قلعہ والے سے محبت جتا رہا ہے، ان کی اس روش کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط ﴾ (البقرة: ١٦٥)

---

[1] سہ حرفی رموزِ معرفت، ص: ۳.

''اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے ہونی چاہیے۔''

اور ایمان والوں کا شیوہ بیان فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّـلّٰهِ ۭ ﴾ (البقرہ: ١٦٥)

''اور ایمان والے اللہ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔''

پہلے گروہ کو تنبیہ:

﴿ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ﴾

(التوبة: ٣)

''اور اللہ اور اس کے رسول کا مشرکوں سے اب کوئی تعلق نہیں رہا، پس تم لوگ توبہ کرلو گے تو تمہارے لیے بہتر رہے گا، اور اگر تم نے اسلام سے روگردانی کی تو جان لو کہ تم اللہ کو کسی حال میں عاجز نہیں بنا سکتے ہو اور کافروں (ومشرکوں) کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ ﴾ (المائدہ: ٥٤)

''اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔''

اور دوسرے گروہ مبارک کو مزید یوں تسلی دی:

﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا ۭ ﴾ (المائدہ: ٥٥)

''یقیناً تم لوگوں کے دوست اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہیں۔''

قلع والے دے گرد طواف کرلے مکے جاونے دی کوئی لوڑ نائیں:

یہاں شاعر نے ربّ کی گستاخی کی ہے اور اس کے گھر کی بھی توہین کی ہے، اور جو اس کے گھر کی توہین کرتا ہے، اس کا انجام وہی ہوتا ہے جو انجام ہاتھیوں کے لشکر لیکر آنے والوں کا ہوا تھا۔

اور اس گھر کے طواف کے بارے میں رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ .....وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ ﴾ (الحج: ۲۹)

''......اور اپنی نذریں پوری کریں اور بیت عتیق یعنی خانہ کعبہ کا طواف کریں۔''

رب کعبہ کے طواف کا حکم دیتا ہے اور یہ قلع والے کا......

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
گر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

اور رب تعالیٰ مزید فرماتا ہے کہ؛

﴿ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝ ﴾ (الحج: ۳۲)

'' اور جو کوئی اللہ کے شعائر (نشانیوں) کی تعظیم کرتا ہے تو یہ کام دلوں کی پرہیزگاری کی دلیل ہے۔''

رب ھورنا ہیں پیر ہورنا ہیں:

کہ رب اور پیر یہ دونوں علیحدہ نہیں، بلکہ ایک ہی ہیں، جب کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾ (اخلاص: ۳۔۴)

''اس نے کسی کو نہیں جنا ہے، اور نہ ہی اس کو کسی نے جنا (و پیدا) کیا ہے اور (نہ ہی) کوئی اس کا ہمسر ہے۔''

سورہ بنی اسرائیل (آیت: ۱۱۱) میں ربّ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۝ ﴾

''اور آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ (آسمان وزمین کی) بادشاہت میں کوئی اس کا شریک ہے، اور نہ عاجزی کی بنیاد پر کوئی اس کا دوست ہے اور آپ اس کی خوب بڑائی بیان کرتے رہیں۔''

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

(النحل: ٧٤)

''پس تم لوگ اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو، بے شک اللہ جانتا ہے جب کہ تم لوگ (کچھ بھی) نہیں جانتے ہو۔''

﴿اب فیصلہ خود کریں﴾

اور اسی طرح صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے:

تو ہیں نورِ خدا قلعے والیا
نائب مصطفیٰ قلعے والیا
سانوں کعبے دے جانے دی لوڑ نہیں
کعبہ روضہ تیرا قلعے والیا

(۲) اسی طرح خواجہ غلام فرید چشتی چاچڑاں شریف والے کے دیوان، صفحہ ۲۰۷ میں لکھا ہے:

چاچڑ وانگ مدینہ جاتم تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
رنگ بنا بے رنگی آیا کیتم روپ تجلّٰی

ظاہر دے وچ مرشد ھادی باطن دے وچ اللہ

نازک مکھڑا پیر فریدا سانوں ڈسدا ہے وجہ اللہ ❶

چاچڑ وانگ مدینہ جاتم تے کوٹ مٹھن بیت اللہ:

شاعر کہتا ہے کہ چاچڑ شہر مدینہ کی طرح ہے، اور مجھے کوٹ مٹھن بیت اللہ معلوم ہوتا ہے۔(اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ هٰذِهِ الْخُرَافَاتِ.)

(۱: اس میں بیت اللہ کی توہین ہے۔

(۲: مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کے شہر کی توہین کی گئی ہے اور مدینہ کی توہین کرنا گویا رسول اللہ ﷺ کی گستاخی وتوہین ہے، جیسا کہ: ......ثمامہ بن اثال اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کرتے ہیں:

((يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى الْاَرْضِ وَجْهٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْهُكَ اَحَبَّ الْوُجُوْهِ اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ فَاَصْبَحَ دِيْنُكَ اَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَاَصْبَحَ بَلَدُكَ اَحَبَّ الْبِلَادِ اِلَيَّ ....)) ❷

''اے محمد ﷺ اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرہ سے زیادہ مرے نزدیک برا نہ تھا، لیکن اب آپ کے چہرہ انور سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ محبوب ہی نہیں ہے، اللہ کی قسم! کوئی دین مجھے آپ (ﷺ) کے دین سے زیادہ برا نہیں لگتا تھا، لیکن اب آپ ﷺ کے دین کے علاوہ کوئی دین بھاتا ہی نہیں ہے اور اللہ کی قسم! کوئی شہر آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ میری نظروں میں برا نہ تھا، لیکن اب آپ کا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب وعزیز ہے۔(اب اس کے علاوہ کوئی شہر اچھا لگتا ہی نہیں ہے۔)''

---

❶ حج فقیر برآستانہ پیر، ص ٤٥۔

❷ صحيح بخارى، كتاب المغازى، باب وفد بنى حنيفة وحديث ثمامة بن اثال (٤٣٧٢) ومسلم، كتاب الجهاد والسير، باب ربط الاسير وحَبسه وجواز المس عليه (١٧٦٤).

اس سے معلوم ہوتا ہے مدینہ سے محبت نبی ﷺ سے محبت ہے اور مدینہ کی گستاخی نبی کریم ﷺ کی گستاخی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے۔ ((بَابُ من رغب عن المدينة.)) ''جو شخص مدینہ سے نفرت کرے۔'' اور اس کے تحت حدیث ذکر کرتے ہیں:

((تَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلىٰ خَيْرٍ مَا كَانَتْ ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِ يُرِيْدُ عَوَافِي السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُشًا حَتّٰى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوْهِهِمَا.)) [1]

''تم لوگ مدینہ کو بہتر حالت میں چھوڑ جاؤ گے، پھر وہاں ایسا اجاڑ ہو جائے گا کہ وہاں وحشی جانور درند اور پرند بسنے لگیں گے، اور آخر میں مزینہ کے دو چرواہے مدینہ آئیں گے، تاکہ اپنی بکریوں کو ہانک لے جائیں، لیکن وہاں انہیں صرف وحشی جانور نظر آئیں گے۔ آخر ثنیۃ الوداع تک جب پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔''

اور اللہ کے نبی ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے۔

نوٹ:...... اگلے اشعار کا رد ''فلسفہ وحدت الوجود'' کے ضمن میں آ جائے گا۔ ان شاء اللہ

(۳) ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں
وہ تیری وعظ کی محفل یا غوث

ولی کیا مرسل آئیں ......

مذکورہ شعر میں شاعر کہہ رہا ہے کہ ولی تو ولی، سارے رسول بھی آتے ہیں حتی کہ خود حضور ﷺ بھی تیرے حلقۂ وعظ میں تشریف لاتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

---

[1] صحيح بخاری، کتاب فضائل المدينه، باب من رغب عن المدينه، رقم: ١٨٧٤.

[2] حدائق بخشش، حصه دوئم، ص: ٦.

گویا اس شعر میں منہ سے عشق رسول کا دعویٰ کرنے والے گستاخ شاعر نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا رتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھا دیا ہے اور گویا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا شاگرد بنا دیا ہے۔ (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ)

اور اس بارے سلف کی غیرت تو یہ ہے کہ امام شافعی، امام مالک اور اسحاق بن راھویہ کہتے ہیں کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں کسی اور کے قول کو لائے گا تو اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اسحاق بن راھویہ تو کہتے ہیں کہ وہ کافر مشرک ہے۔ [1]

سلف کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت دیکھئے اور اپنی بیزاری حالی نے سچ کہا ہے۔

نبی کو چاہیں خدا کر دکھائیں　　اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں　　شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(۴) احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث [2]

احد سے احمد......

یہ بھی عقیدہ وحدت الوجود سے تعلق رکھتا ہے، اور اس کا ردّ آگے آئے گا۔

(۵) ایک شخص نے اپنی کتاب ''باغِ فردوس معروف بہ گلزار رضوی'' کے صفحہ ۲۵ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں لکھا ہے:

پار بیڑے کو لگا دیتے ہیں غوث الأغواث
ڈوبی ناوؤں کو ترا دیتے ہیں غوث الأغواث

---

[1] التلخيص لوجه التلخيص لابن حزم، ص: ۱۳۷، ۱۳۸.
[2] حدائق بخشش، حصہ دوئم، ص: ۷.

میرے سرکار کی مٹھی میں ہیں عالم کے قلوب
دم میں روتوں کو ہنسا دیتے ہیں غوث الأغواث

کچھ خبر تجھ کو ہے افسردگی تحل مراد
پھول مرجھائے کھلا دیتے ہیں غوث الأغواث

جس نے یاغوث مصیبت میں پکارا دل سے
کام سب اس کے بنا دیتے ہیں غوث الأغواث

پار بیڑے کو لگا دیتے ہیں......

ان اشعار میں دو چیزیں سامنے آتی ہیں:

(۱: مدد کرنا۔

(۲: علم غیب۔

ان دونوں ہی صفات کو اللہ کے علاوہ کسی اور کے اندر تسلیم کرنا شرک ہے، اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہیں۔

دیکھئے قرآن میں ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ ﴾

(اٰل عمران : ١٦٠)

''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟ اور مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

اور سورۂ ھود میں نوح علیہ السلام کے تذکرہ میں فرمایا:

﴿ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ ﴾

(ھود : ٣٠)

''اے میری قوم کے لوگو! اگر میں نے انہیں بھگا دیا تو پھر کون میری مدد کرے گا؟ (اللہ کے سوا) کیا تم لوگ غور وفکر نہیں کرتے۔''

اور جن کو پکارا جارہا ہے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (الاعراف: ۱۹۴)

''بے شک اللہ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ تم ہی جیسے اللہ کے بندے ہیں، تو تم انہیں پکارو اور اگر تم سچے ہو تو انہیں تمہاری پکار کا جواب دینا چاہیے۔''

علم غیب کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ﴾ (انعام: ۵۹)

''اور غیب کے خزانے کی کنجیاں اسی (اللہ) کے پاس ہیں اس کے علاوہ انہیں کوئی نہیں جانتا۔''

بگڑی بنانے والا، اور ڈوبی تیرانے والا، اور پھنسی نکالنے والا، اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ (العنکبوت: ۶۵)

''پس جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کے لیے بندگی کو خالص کر کے اسے پکارتے ہیں، پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو دوبارہ شرک کرنے لگتے ہیں۔''

یعنی ڈوبتوں کو بچانے والا اللہ ہے، نہ کہ اولیاء کرام اور نہ ہی کوئی اور اللہ کے سوا۔ اور جو کسی اور کے بارے یہ عقیدہ رکھے وہ اللہ کے ساتھ اس کو شریک بناتا ہے۔

میرے سرکار کی مٹھی ......

اس شعر میں شاعر یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ دل میرے پیر کے ہاتھوں میں ہیں، جب کہ ربّ

تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ ○ ﴾ (الانعام: ٤٦)

''آپ (ﷺ) پوچھیئے تمہارا کیا خیال ہے اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے، اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو کیا اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو یہ چیزیں تمہیں دوبارہ عطا کردے۔''

یعنی اللہ کے علاوہ یہ کسی اور کے اختیار میں نہیں ہے، جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے:

((قَلْبُ ابْنِ آدَمَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الْجَبَّارِ عَزَّوَجَلَّ اِذَا شَآءَ اَنْ یُقَلِّبَهُ قَلَّبَهُ فَكَانَ یُكْثِرُ اَنْ یَقُوْلَ " یَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ ".)) [1]

اور صحیح مسلم میں ہے:

((اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ كُلَّهَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ یُصَرِّفُهُ حَیْثُ یَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: " اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ ".)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدم کی ساری اولاد کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے (اور جب چاہتا ہے) دلوں کو پھیر دیتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔''

یہ رسول اللہ ﷺ کا عقیدہ اور وہ نام نہاد مسلمان عاشق کا۔

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۱۷۳ (٦٦١٠). بسند صحیح

[2] صحیح مسلم، کتاب القدر، باب تصریف اللّٰہ تعالیٰ القلوب کیف شاء: ٢٦٥٤.

دم میں روتوں کو ہنسا دیتے ہیں ......

یہ شعر بھی شرکیہ ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں آتا ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((وَاللّٰهُ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى.)) ❶

''کہ اللہ ہی رولاتا اور ہنساتا ہے۔''

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعاء دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

((اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.)) ❷

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپ کے دانتوں کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔''

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضِلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ.)) ❸

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم والم سے، عاجزی سے، سستی سے، بزدلی، بخل، قرض چڑھ جانے اور لوگوں کے غلبہ سے۔''

یعنی غم دور کرنا، خوشیاں عطا کرنا یہ اللہ کی طرف سے ہے اور ان کو غیر کی طرف منسوب کرنا شرک ہے۔

جس نے یاغوث ......

مدد ونصرت کے بارے پیچھے گزر چکا ہے۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھله علیه اذا کان النوح ...... الخ ۲۸۸، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اھله علیه (۹۲۹).

❷ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب ابی حفص القرشی العدوی رضی اللّٰہ عنه: ۳۶۷۹.

❸ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذۃ من الجبن والکسل: ۶۳۶۹.

رہی یہ بات کہ (کام سب اس کے بنا دیتے ہیں۔ الخ) تو قرآن کہتا ہے:

﴿ اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَيَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ءَاِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ۝ ﴾ (النمل: ٦٢)

''یا وہ ذات بہتر ہے جسے پریشان حال جب پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار و دعاء کا جواب دیتا ہے، اور'' اس کی تکلیف و پریشانی) کو دور کر دیتا ہے، اور تمہیں زمین میں جانشیں بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی یہ کام کرتا ہے۔ لوگو! تم بہت کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔''

رب تعالیٰ نے دوسرے مقام پر اپنے نبی ﷺ سے فرمایا:

﴿ وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ بِخَيۡرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝ ﴾ (الانعام: ١٧)

''اور اگر اللہ تمہیں کسی تکلیف میں مبتلا کر دے، تو اللہ کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔''

ان دو آیات سے معلوم ہوا کہ قدرت، طاقت، اختیار اور کام بنانا یہ معبود برحق کا کام ہے، جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرتا ہے، گویا وہ اس کو اللہ کے مقابلہ میں ایک اور الٰہ، معبود بناتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

پھر اس (مذکورہ بالا شعر) کے نیچے حاشیہ میں لکھا ہے:

''حضور پرنور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مدرسہ کے طلبہ کہتے ہیں کہ حضور ہمیں درس دے رہے تھے کہ یکا یک آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، دست اقدس اپنی چادر میں پوشیدہ فرما لیا۔ تھوڑی دیر میں دست اقدس نکالا تو آستین سے پانی ٹپک رہا ہے اور ہاتھ تر ہے۔ ہم بوجہ جلال و ہیبت کے دریافت نہ کر سکے مگر وہ دن اور تاریخ اپنے پاس لکھ لیا، دو ماہ بعد کچھ سوداگر حاضر ہوئے اور نذر و

تحائف پیش کئے۔ حضور نے ہمارے آگاہ ہونے کے لئے اُن سے کیفیت پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ یہاں سے دو ماہ کے فاصلہ پر ہمارا جہاز ڈوبنے لگا تھا اور ہم نے یا شیخ عبدالقادر جیلانی المدد کا نعرہ لگایا۔ اسی وقت دریا میں سے ایک ہاتھ برآمد ہوا، جس نے ہمارے جہاز کو کنارے لگا دیا۔ تاریخ و دن ملایا تو صحیح ومطابق پایا۔'' ❶

مذکورہ بالا اشعار کے بعد جو اس نے حاشیہ لگایا، اس کا رد پہلے ہو چکا ہے، مزید ذیل کی سطور میں آنے والی عبارت میں ہو جائے گا۔

(۶) اولیاء کرام کو اللہ عزوجل نے بڑی طاقت دی ہے۔ ان میں جو اصحابِ خدمت ہیں اُن کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے۔ سیاہ وسفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں، یہ حضرات نبی ﷺ کے سچے نائب ہیں، اُن کو اختیارات وتصرفات حضور ﷺ کی نیابت میں ملتے ہیں، علوم غیبیہ اُن پر منکشف ہوتے ہیں، اُن میں بہت کو '' ما کان وما یکون '' اور تمام لوحِ محفوظ پر اطلاع دیتے ہیں، مگر سب حضور اقدس ﷺ کے واسطے سے، بے وسطات رسول ﷺ کوئی غیر نبی کسی غیب پر مطلع نہیں ہوسکتا۔'' ❷

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الفوز الکبیر مع فوز العظیم، صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں:

((وَلَمْ یَكُنِ الْمُشْرِكُوْنَ یُشْرِكُوْنَ اَحَدًا فِیْ خَلْقِ الْجَوْهَرِ وَتَدْبِیْرِ الْاُمُوْرِ الْعِظَامِ وَلَا یُثْبِتُوْنَ لِاَحَدٍ قُدْرَةً عَلَی الْمُمَانَعَةِ اِذْ اَبْرَمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَمْرًا اِنَّمَا كَانَ اِشْرَاكُهُمْ فِی الْاُمُوْرِ الْخَاصَّةِ. الخ))

''کہ مشرکین جواہر کو پیدا کرنے اور اہم چیزوں کا انتظام کرنے میں کسی کو شریک نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کے لیے رکاوٹ ڈالنے کی قدرت ثابت کرتے تھے، اس صورت میں جب کہ اللہ تعالیٰ کسی کام کا اٹل فیصلہ کر لے، ان کا شرک تو

---

❶ برکات قادریت، ص: ۳۵ ❷ بہار شریعت، حصہ اوّل، ص: ٦٣.

صرف ان چیزوں کے بارے میں تھا جو بعض بندوں کے ساتھ خاص ہوتی ہیں اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ شہنشاہ مطلق جل مجدہ نے بعض بندوں کو خدائی کے مرتبہ سے اعزاز بخشا ہے اور (بندوں) کی خوشی و ناخوشی سبھی بندوں کے حق میں اثر انداز ہوتی ہے، جیسا کہ بادشاہوں میں سے کوئی عظیم المرتبت بادشاہ اپنے مخصوص غلاموں کو سلطنت کے اطراف و جوانب میں بھیج دیتا ہے اور انھیں جزئی معاملات کا فرمانروا مقرر کر دیتا ہے، یہاں تک کہ بادشاہ وقت کی طرف سے کوئی صریح حکم آ جائے، لہٰذا جزئی معاملات کے انتظام کی طرف وہ خود متوجہ نہیں ہوتا ہے اور تمام عباد (رعایا) کے معاملات ان ہی (مخصوصین) کے حوالہ کر دیتا ہے اور ان لوگوں کے معاملات میں جو ان کی (مخصوصین) کی خدمت کرتے ہیں ان کو واسطہ بناتے ہیں ان کی سفارش قبول کرتا ہے، اسی وجہ سے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ مخصوص بندوں کے ذریعہ قرب خداوندی کی جستجو کے ضروری ہونے کے قائل تھے، تاکہ شہنشاہ مطلق کی محبوبیت حاصل ہو سکے اور ضرورت کے مواقع پر ان کی سفارشات ان لوگوں کے حق میں قبول کی جائیں جو ان (مقربین) کے واسطے سے قرب چاہتے ہیں اور جائز سمجھتے تھے، ان امور (خیالات) کی پاسداری میں کہ ان کو سجدہ کیا جائے اور ان کے لیے (جانور) ذبح کیے جائیں اور ان کی قسم کھائی جائے اور ضرورت کی چیزوں میں ان سے مدد مانگی جائے (ان میں) كُنْ فَيَكُوْن کا زور ہونے کی وجہ سے ...... جسے وہ ان ارواح کی طرف متوجہ ہونے کا ذریعہ بناتے تھے۔''

قارئین کرام! معذرت کہ آپ کو اتنی طویل عبارت پڑھنی پڑی، لیکن انصاف کیجیے گا کہ کیا یہ وہی عقائد نہیں جن کو مذکورہ سابقہ اور آنے والے اشعار میں بیان کیا گیا ہے؟ ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ شاہ ولی اللہ چودہ سو (۱۴۰۰) سال قدیم مشرکین کے عقائد بیان کر رہے تھے اور یہ نام نہاد مسلمانوں کے اشعار ہیں۔

اور یہی بات صحیح مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة وصفتها ووقتها (رقم: ١١٨٥) میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا اَوْ هُوَ يَطُوْفُوْنَ.))

''مشرکین تلبیہ پڑھتے ہوئے کہتے؛ اے اللہ! ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، مگر صرف ایک شریک۔ اے اللہ! تو اس کا مالک ہے اور اس کے مملوک کا مالک نہیں، یہ کلمات کہتے کہتے وہ بیت اللہ کا طواف کرتے۔''

تو اللہ کے نبی ﷺ فرماتے: ((وَيْلَكُمْ قَدْ قَدْ......)) ''تم پر اللہ کا عذاب ہو۔'' صرف ((لَبَّيْكَ ...... لَا شَرِيْكَ لَكَ.)) پر اکتفا کرو۔

قرآن میں ربّ تعالیٰ فرماتا ہے کہ؛

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط ﴾ (الزمر: ٣)

''اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو دوست بنا رکھا ہے، (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔''

غور کیجیے اے عقل والو! رہی بات نبی ﷺ کے غیب دان ہونے یا مختارِ کل ہونے کی تو قرآن واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے:

﴿ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ط ﴾

(الانعام: ٥٠)

''آپ کہیے میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔''

اور یہی بات سورۂ ھود (آیت: ۳۰) میں بیان فرمائی ہے۔ اور سورۂ اعراف (۱۸۸) میں فرمایا:

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ

اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ ط ﴾

''آپ کہیے میں تو اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، سوائے اس کے جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب کا علم رکھتا تو بہت ساری بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی ۔''

لیجیے جناب مسئلہ صاف ہوگیا، جب اللہ کے نبی ﷺ کو ہی نہ کلی اختیار ہے، نہ غیب کا علم تو باقی کہاں سے مختار وقادر اور مدد کرنے والے اور غیب دان بن گئے؟

(۷) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بارے میں یوں کہا گیا ہے:

بندہ قادر کا بھی، قادر بھی ہے عبدالقادر
سرِّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر
ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر [1]

کارِ عالم کا مدبر......

یہ عقیدہ مشرکین قدیمہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے، کیونکہ ان کے بارے تو قرآن کہتا ہے:

﴿ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾

(یونس : ۳۱)

''اور کون ہے جو تمام امور کی دیکھ بھال (تدبیر) کرتا ہے، وہ جواب میں کہیں گے کہ اللہ، تو آپ کہیے کہ پھر تم لوگ شرک سے کیوں نہیں بچتے ہو؟''

(۸) ''باغِ فردوس معروف بہ گلزارِ رضوی'' صفحہ ۲۶ میں مرقوم ہے:

لوحِ محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل
مرد عورت سے بنادیتے ہیں غوث الأغواث

اس شعر میں یہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لوحِ محفوظ میں تبدیلی

[1] حدائق بخشش، حصہ اوّل، ص: ۷۳.

کر سکتے ہیں اور عورت کو مرد بنا دیتے ہیں یعنی وہ قادر مطلق بھی ہیں اور اللہ کے فیصلہ تبدیل کرنے والے بھی۔ (معاذ اللہ) پہلی بات کا ردّ تو پیچھے کی آیات میں ہو چکا۔ عقیدہ ثانی کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ ﴾ (قٓ : ۲۹)

''میرے فیصلے بدلے نہیں جاتے اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ (الشوریٰ : ۴۹۔۵۰)

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا انہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے بے شک وہ بڑا جاننے والا، قدرت والا ہے۔''

لیجیے قرآن پڑھیئے اور اشعار پڑھیئے اور موازنہ کیجیے۔

(۹) اور اسی طرح مندرجہ ذیل شعر میں رسول اللہ ﷺ کو تقدیر بدلنے کا مجاز اور مختار کہا گیا ہے:

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کردے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پر کڑوڑا تیرا [1]

(۱۰) ''باغِ فردوس معروف بہ گلزارِ رضوی'' کے صفحہ ۲۶ حاشیہ نمبر ۵ کے تحت مرقوم ہے:

''شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ جو سلسلہ سہروردیہ کے امام ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور

[1] حدائق بخشش، حصہ اوّل، وصل اوّل، ص: ۴۔

عرض کرتی ہیں کہ حضور دعا فرمائیں میرے لڑکا پیدا ہو آپ نے لوحِ محفوظ میں دیکھا اس میں لڑکی مرقوم تھی۔ آپ نے فرمادیا کہ تیری تقدیر میں لڑکی ہے۔ وہ بی بی سن کر واپس ہوئیں۔ راستہ میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ ملے۔ آپ کے استفسار پر انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ جا تیرے گھر لڑکا ہوگا، مگر وضع حمل کے وقت لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بی بی بارگاہِ غوثیت میں اس مولود کو لے کر آئیں اور کہنے لگیں حضور لڑکا مانگوں اور لڑکی ملے؟ فرمایا: یہاں تو لاؤ، اور کپڑا ہٹا کر ارشاد فرمایا: یہ دیکھو تو یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ دیکھا تو لڑکا اور وہ یہی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے حلیہ مبارک میں ہے کہ آپ کی پستان مثل عورتوں کے تھیں۔''

(۱۱) اسی کتاب کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے:

بخدا ایسی حمایت تو نہ دیکھی نہ سنی
پاؤں پھسلے تو جما دیتے ہیں غوث الأغواث
آسرا توڑ نہ ایوب نہ لادِل پر ہراس
بخت خوابیدہ جگا دیتے ہیں غوث الأغواث

(۱۲) پھر صفحہ ۲۸ پر حاشیہ نمبر ۸ کے تحت لکھا:

''حضور پیرانِ دستگیر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور اُس کا ستر کھل جائے تو میں وہیں سے ہاتھ بڑھا کر اس کا ستر ڈھانک دوں، اور فرماتے ہیں؛ قیامت تک جو کوئی ہمارے سلسلے میں داخل ہو اور اپنے آپ کو ہمارا مرید کہے، بے شک وہ ہمارے مریدوں میں داخل ہے۔ ہمیشہ ہم اس کے حامی و ناصر و دستگیر ہیں۔ مرتے وقت اس کو توبہ کی توفیق ملے گی۔''

قارئین کرام! اس میں جو دعاویٰ کیے گئے ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ مرید کہیں

بھی ہو مجھے اس کی حالت کی خبر ہوتی ہے۔ پھر یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خبر کیوں نہ ہوئی؟ ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کی خبر گیری کو کیوں جاتے تھے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خادمہ عورت (جو کہ مسجد کی صفائی کرتی اور مسجد میں رہتی تھی) کی وفات کی خبر کیوں نہ ہوئی؟ تو پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم کیوں نہ ہوا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے بلکہ یہ افواہ ہے؟

اسی طرح موت کے وقت توبہ کی توفیق کی گارنٹی گویا موت علی الایمان کی گارنٹی دی جا رہی ہے، جب کہ یوسف علیہ السلام دعا فرمایا کرتے تھے:

﴿ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ۱۰۱)

''اے اللہ! تو مجھے بحیثیت مسلمان دنیا سے اٹھانا اور نیک لوگوں سے ملا دے۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پیچھے گزر چکی ہے کہ؛

((صَرِّفْ قَلْبِیْ طَاعَتِكَ.))

اور شعر نمبر ۶ میں تو جو بعد از وفات مدد کا دعویٰ کیا گیا ہے، گویا اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا ہے، کیوں کہ مدد و نصرت کرنا اِلٰہ کا کام ہے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اور رب تعالیٰ نے سورۃ انعام میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ط ﴾ (الانعام: ۹۴)

''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر افتراء پردازی کرتا ہے، یا کہتا ہے کہ مجھ پر وحی اتری ہے، حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں اتری، اور اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے کہ جو کہتا کہ جیسا کلام اللہ نے اتارا ہے ویسا ہی میں بھی لا سکتا ہوں۔''

لیجیے جو اللہ جیسی وحی لانے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کے لیے یہ وعیدیں ہیں اور جو الٰہی صفات کا دعویٰ کرے، اس کے لیے کیا ہوگا؟

(۱۳) ''نالہ امدادِ غریب'' میں لکھا ہوا ہے:

یا رسولِ کبریاء فریاد ہے، یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبی حال ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے میرے مشکل کشا فریاد ہے ❶

(۱۴) ایک صاحب نے رقم کیا ہے:

''انبیاء ومرسلین، اولیاء وصالحین سے ان کے وصال کے بعد استعانت واستمداد جائز ہے۔ اولیاء اللہ بعدِ انتقال بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں۔'' ❷

(۱۵) مزید لکھا ہوا ہے:

''صوفیہ کے مشائخ سختی کے وقت اپنے پیروں اور مریدوں کی نگہبانی فرماتے ہیں۔'' ❸

(۱۶) ''سیّد أحمد بدوی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جسے کوئی حاجت ہو تو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر اپنی حاجت مانگے تو میں اس کی حاجت کو پورا کروں گا۔'' ❹

قارئین کرام! حالانکہ قبروں والے تو مٹی ہوگئے، کسی کو کیا دیں گے؟

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ○ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ○ ﴾ (النحل: ۲۰، ۲۱)

''اور اللہ کے سوا وہ دوسری ہستیاں (انبیاء وصلحاء) جن کو لوگ پکارتے ہیں، کسی چیز کے بھی خالق نہیں، بلکہ وہ تو خود مخلوق ہیں، مردہ ہیں، ان میں جان کی رمق بھی باقی نہیں، انہیں تو اتنا بھی شعور نہیں کہ کب دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے۔''

---

❶ کلیاتِ امدادیه، ص: ۹۰. ❷ رساله حیات الموات، بحواله فتاویٰ رضویه ٤ / ۳۰۰.
❸ أیضًا، بحواله فتاوی رضویه ٤ / ۳۰۰.
❹ انوار الإنتباء في نداء یا رسول اللّٰه، بحواله مجموعه رسائل رضویه ۱ / ۱۸۱.

قبروں میں پڑے ہوئے سن بھی نہیں سکتے:

﴿ وَ مَآ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ ۝ ﴾ (فاطر: ۲۲)

''اور آپ انہیں نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (مدفون) ہیں۔''

کسی کو کچھ بھی نہیں دے سکتے:

﴿ وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مَا یَمۡلِکُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِیۡرٍ ۝ ﴾(فاطر: ۱۳)

''اللہ کو چھوڑ کر جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔''

(۱۷) ''اللہ کے سوا کچھ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی خلق کے لئے خاص فرمایا ہے کہ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں۔'' [1]

(۱۸) ایک صاحب رقم طراز ہیں:

ا ''بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں۔''

ب ''وفات یافتہ بزرگوں کی روح سے امداد کے مسئلہ میں علماء دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل سنت والجماعت کا ہے۔'' [2]

(یہاں اہل سنت والجماعت سے مراد فرقہ بریلوی ہے، جو انڈیا سے شروع ہوا۔)

پھر اس کے بعد مولوی قاسم نانوتوی صاحب کا مرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں جسد عنصری کے ساتھ آنے کا واقعہ نقل کیا ہے۔ یہی واقعہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب ''ارواحِ ثلاثہ'' صفحہ ۲۲۲ میں درج کیا ہے۔

(۱۹) ایک صاحب نے رقم کیا ہے:

''بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ۔'' [3]

(۲۰) اسی طرح صفحہ ۸۱ میں لکھا ہے:

---

[1] الأمن والعلی، ص: ۲۹.
[2] حاشیه سوانح قاسمی ۱/ ۳۳۲.
[3] شمائم امدادیه، ص: ۳۸.

’’فقیر مرتا نہیں صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا، جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا ہے۔ فرمایا (حضرت صاحب نے) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔‘‘

(۲۱) ’’اولیائے کرام ایک ہی جگہ سارے عالم کو اپنے کف و دست کی طرح دیکھتے ہیں اور بعید وقریب کی آوازیں سنتے، یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرتے اور صدہا کوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کر سکتے ہیں۔‘‘ ❶

(۲۳) ’’نبی ﷺ ہر آن ہر مقام پر حاضر و ناظر ہیں۔‘‘ ❷

جب کہ قرآن کہتا ہے:

﴿ وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ ﴾ (الانعام: ٦٨)

’’اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں کے خلاف باتیں بناتے ہیں تو آپ ان سے اعراض کیجیے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے لگیں اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیے۔‘‘

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ نبی ﷺ اٹھ جانے کے بعد وہاں حاضر نہیں ہوا کرتے تھے اور نہ ہی ناظر (یعنی ان کو دیکھنے والے) ہوتے تھے، اگر اٹھ جانے کے بعد بھی حاضر و ناظر ہیں تو پھر کیا ربّ تعالیٰ نے معاذ اللہ اپنے نبی ﷺ کو ایک لغو حکم صادر فرمایا؟

اور جب نبی ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہو سکتے تو کوئی اور کیسے؟

(۲۴) صرف انبیاء و اولیاء ہی نہیں، بلکہ امام بریلویت جناب احمد رضا خان بریلوی بھی

❶ جاء الحق، ص: ٢٣. ❷ تسكين الخواطر في مسئلة الحاضر والناظر، ص: ٥.

اس صفت میں ان کے شریک ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک پیروکار ارشاد کرتے ہیں:

''أحمد رضا آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں، وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔'' ❶

(۲۵) ''انبیاء کرام مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کر سکتے ہیں۔ اور ان کو اس قدر قدرت و قوت ہے، جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف کر سکتے ہیں۔'' ❷

(۲۶) ''جب حضور کچھ چاہ لیں تو اس کے خلاف نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی اس کو روک سکتا ہے اور آپ کی زبان کن کی کنجی ہے۔'' ❸

جب حضور ﷺ کچھ چاہ لیں......

مگر قرآن کہتا ہے:

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴾ (القصص: ٥٦)

''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے ہیں، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔''

سعید بن مسیّب اور انہیں ان کے والد مسیّب بن حزن صحابی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

((اَنَّ اَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ اَبُو جَهْلٍ، فَقَالَ أَیْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ. فَقَالَ اَبُوجَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اُمَیَّةَ: یَا اَبَا طَالِبٍ تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَلَمْ یَزَالَا یُكَلِّمَانِهِ حَتّٰی قَالَ آخِرُ شَیْءٍ كُلَّمَهُمْ بِهِ عَلٰی مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ ﴿ مَاكَانَ لِلنَّبِیِّ

---

❶ انوار رضا، ص: ٢٤٦. ❷ جاء الحق، ص: ١٩٥، ١٩٦.

❸ سلطنت مصطفی، ص: ٣٦.

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ [التوبه: ۱۱۳] ﴿ وَنَزَلَتْ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴾ [القصص: ٥٦].))

''جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہاں ابوجہل بھی بیٹھا ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' ایک مرتبہ کہہ دو اللہ کی بارگاہ میں (آپ کی بخشش کے لے) ایک یہی دلیل میرے ہاتھ آ جائے گی، اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا، اے ابوطالب! کیا عبدالمطلب کے دین سے تم پھر جاؤ گے؟ یہ دونوں انہی کلمات پر زور دیتے رہے، اور آخری کلمہ جو ابوطالب کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کے لیے اس وقت تک دعاءِ مغفرت کرتا رہوں گا، جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ (سورۂ براۃ رتوبہ) میں یہ آیت اتری؛'' نبی کے لیے اور مسلمانوں کے لیے مناسب نہیں ہے کہ مشرکین کے لیے دعاءِ مغفرت کریں، خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ ان کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ دوزخی ہیں۔'' اور ''سورۂ قصص'' میں یہ آیت اتری کہ؛ ''بے شک جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں عطا کر سکتے۔'' [1]

دیکھئے جناب! چاہت نبی ﷺ تو ہدایت ابو طالب ہے، لیکن کیا ابو طالب کو کلمہ توحید پڑھنا نصیب ہوسکا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

قارئین کرام! المختصر ان نام نہاد مسلمانوں کے عقائد و اعمال مشرک اقوام کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ گزشتہ اقوام کے شرک میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اکثر قومیں ''شرک فی الاسماء'' کی مرتکب رہی ہیں۔ بالکل اسی طرح آج بھی اولیاء اللہ کو خدائی ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے،

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب قصه ابی طالب: ۳۸۸٤.

کسی کو کہتے ہیں ''داتا'' تو کسی کو ''لکھ داتا'' کوئی ''غوث'' تو کوئی ''مشکل کشا'' اور ''دستگیر'' ہے۔ کسی کو ''گنج بخش'' کہتے ہیں اور کسی کا نام ''غوثِ اعظم'' اور ''قطب عالم'' رکھا ہوا ہے۔

مشرکین مکہ کام شروع کرتے وقت ''بسم اللہ، باسم لات'' کہتے تھے۔ یہ لوگ ''یا پیر استاد رکھیں لاج'' کہہ کر کام شروع کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا وظیفہ حاجات ''علی نبی'' ''اللہ پنجتن پاک'' ہے اور ان کا ورد زبان ''اللہ نبی'' جیسے کلمات ہیں۔

ہندو اپنے بچوں کے نام، مشرکانہ نام ''دیوی دتہ، گوراندتہ'' رکھتے ہیں، تو یہ لوگ اپنے بچوں کا نام ''پیراں دتہ'' اور ''میراندتہ'' رکھتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہوا کہ وہ لوگ مشرک اور کافر ہیں اور یہ لوگ کلمہ گو اور عاشق رسول؟

کس قدر بدقسمتی ہے کہ یہ نام کے مسلمان مشرکون الاوّلون کے نقش پا پر چل رہے ہیں، شرک کی شراب وہی کہنہ شراب ہے، مگر في زمانہ عشق ومحبت کے خوشنما پیمانوں میں بک رہی ہے، عشق رسول کے نام سے کتابیں لکھی گئی ہیں، جن کے سرورق ''شانِ مصطفٰی''، ''سلطنتِ مصطفٰی''، ''جاء الحق''، ''شانِ حبیب الرحمٰن''، ''حدائق بخشش''، ''بہارِ شریعت'' ایسے خوبصورت اسلامی لیبلوں سے مزین ہیں، مگر ان کے اندر زہر ہے۔ جس نے اسلامی توحید کے عقیدہ کو مجروح کر رکھا ہے۔ سم قاتل ہے۔ جس نے دین حنیف کی روح کو فنا کر دیا ہے عوام بیچارے کیا جانیں کہ زہر ہلاہل بھی تو شوگر کوٹڈ کر کے کھلائی جاسکتی ہے، مگر نتیجہ اس وقت کھلتا ہے، جب وہ بدن میں مستحیل ہو کر جان سے مار ڈالتی ہے، اسی طرح ان مے فروشوں اور محبت کے متوالوں کی آنکھ اس وقت کھلے گی۔ جب شرک کا نتیجہ عذاب جہنم کی صورت میں سامنے آئے گا۔ عرب میدانِ مسابقت میں کہتے ہیں۔

فَسَوْفَ تَرٰی اِذَا انْکَشَفَ الْغُبَارُ
ءَ فَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ أَمْ حِمَارُ

''میدان مقابلہ کا جب گرد وغبار بیٹھ جائے گا تو تجھے معلوم ہوگا کہ تو گھوڑے پر سوار تھا یا گدھے پر، ہارا ہے یا جیتا ہے۔''

کلمہ گو مشرک:

سوال :...... کیا کلمۂ توحید پڑھنے والے لوگوں کو مشرک کہا جا سکتا ہے؟

جواب :...... ہاں! کلمہ توحید پڑھنے والے لوگوں کو مشرک کہا جا سکتا ہے جب وہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد غیر اللہ کو مالک و مختار، مشکل کشا، حاجت روا، اور حلال وحرام کا مختار سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ١٠٦)

''اوران میں سے اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔''

(احمد رضا)

''اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر اللہ کے ساتھ مگر اس حالت میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔'' (پیر محمد کرم شاہ، سجادہ نشین بھیرہ، ضیاء القرآن ٤٦٢/٢)

''اوران میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود بھی شرک ہی کرتے ہیں۔''

(غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی نمبر ٣٨، تبیان القرآن ٨٧٥/٥)

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ، اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''اکثر و بیشتر انسانوں کا حال یہ بھی ہے کہ وہ اپنی زبان سے تو اللہ کے وجود اور اس کے خالق و مالک ہونے کا اقرار کرتے ہیں، لیکن عمل کی زندگی میں مشرک ہوتے ہیں، اللہ کے بجائے غیروں کی پرستش کرتے ہیں، انسانوں کو اللہ کے بیٹے اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہتے ہیں، جو شرکِ اکبر ہے، اور جس کا شرک ہونا واضح اور جلی ہے۔ شرک کی ایک دوسری قسم شرکِ خفی ہے، جس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں اور انھیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔

حسن بصری اس آیت کے ضمن میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ منافق ہے جو لوگوں کے دکھلاوے کے لیے نیک کام کرتا ہے، وہ مشرک ہے، اس لیے کہ اس نے عبادت میں اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنایا۔ وہ اگرچہ اللہ کی وحدانیت کا اعتقاد رکھتا ہے، لیکن اللہ کے لیے اپنی

عبودیت میں مخلوق نہیں ہوتا ہے، بلکہ حصولِ دنیا یا جاہ ومنزلت کی خاطر نیک عمل کرتا ہے، یہی وہ شرک ہے، جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی طور پر پایا جائے گا۔ (صحیح ابن حبان)

معلوم ہوا کہ جو نیک کام بھی لوگوں کے دکھلاوے کے لیے کیا جائے گا، وہ شرک ہے۔ ❶

سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتَّى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِيْ الْأَوْثَانَ .)) ❷

''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری امت میں سے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں گے، اور یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبائل بتوں کی پرستش کریں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کی یہ پیش گوئی اس وقت بالکل سچ ثابت ہوتی ہے، جب لوگ قبور کی عبادت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور یقیناً قبر کی پرستش کرنا بت پرستی ہی تو ہے۔ رسول اللہ ﷺ دعا فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا، لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَّسَاجِدَ .)) ❸

''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا (کہ اس کی پرستش کی جائے) اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسی قوم پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

ردّ المختار میں لکھا ہوا ہے:

((اَصْلُ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ اِتِّخَاذُ قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ مَسَاجِدَ .)) ❹

---

❶ تیسیر الرحمٰن، ص: ۷۰۱ ❷ صحیح سنن ابو داؤد للألبانی ۲/ ۹-۱۰، رقم: ٤٢٥٢، مسند أحمد ٥/ ٢٧٨، ٢٨٤، مسند أبو داؤد طیالسی، رقم: ٩٩١، مستدرك حاكم ٤/ ٤٤٨.

❸ مسند أحمد ۲/ ٢٤٦، رقم: ٧٣٥٨، مسند حمیدی، رقم! ١٠٢٥، مصنف عبدالرزاق ٨/ ٤٦٤.

❹ اکمل البیان، ص: ٤٥.

''بتوں کی پرستش کا اصل سبب صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((وَالَّذِيْنَ يَزُوْرُوْنَ قُبُوْرَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَيَحُجُّوْنَ اِلَيْهِمْ لِيَدْعُوْهُمْ وَلِيَسْأَلُوْهُمْ اَوْ لِيَعْبُدُوْهُمْ وَيَدْعُوْهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ.)) ❶

''اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے کے لیے آتے ہیں، اور وہ اس غرض سے آتے ہیں کہ انہیں پکاریں اور ان سے سوال کریں یا ان کی عبادت کی غرض سے آتے ہیں تو وہ مشرک ہیں۔''

سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰى ذِيْ الْخَلَصَةِ وَذُوْا الْخَلَصَةِ: طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ.)) ❷

''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین ذی الخلصہ پر حرکت کریں گے۔ اور ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت تھا جس کو وہ زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔''

''سرین حرکت کریں گے'' کا مطلب ہے کہ اس بت کے گرد طواف کریں گے۔

معلوم ہوا کہ قبل از قیامت امت مسلمہ میں بت پرستی، (جسے ادنیٰ سا مسلمان بھی شرک سمجھتا ہے) داخل ہو جائے گی، اور ایسے لوگ مشرک کہلانے کے حق دار ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

بعض لوگ عدم فہم کی بنیاد پر کہہ دیتے ہیں کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شرک آ جانے کا

---

❶ الرد علی الأخنائی، ص: ٥٢.

❷ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب تغیر الزمان حتی تعبد الأوثان، رقم: ٧١١٦، صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتی تعبد دوس ذا الخلصة، رقم: ٢٩٠٦، مسند أحمد ٢/ ٢٧١.

مطلق اندیشہ نہیں ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا.)) [1]

''اللہ کی قسم! مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے، بلکہ اس کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے۔''

ازالہ:

اوّلاً :......اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر شرک کا ارتکاب نہیں کرے گی۔ البتہ بعض افراد اور قبیلے شرک کریں گے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''فتح الباری: ۲۱۱/۳'' میں لکھتے ہیں:

((قَوْلُهُ: " مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوا " أَيْ عَلٰى مَجْمُوْعِكُمْ لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ أَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى.))

''رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ''کہ مجھے تمہارے متعلق شرک کا اندیشہ نہیں'' کا معنی یہ ہے کہ تم مجموعی طور پر مشرک نہیں ہوگے۔ لہٰذا امت مسلمہ میں سے بعض (افراد وقبائل) کی طرف سے شرک کا وقوع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔''

ثانیًا :......اس حدیث کا معنی ومفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے مخاطب صحابہ کرام ہوں، کہ آپ ﷺ کے بعد وہ شرک نہیں کریں گے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

((وَأَنَّ أَصْحَابَهُ لَا يُشْرِكُوْنَ بَعْدَهُ فَكَانَ كَذٰلِكَ.)) [2]

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الشهيد، رقم: ١٣٤٤.

[2] فتح الباری: ٦/ ٦١٤.

''یقیناً آپ ﷺ کے بعد آپ کے اصحاب شرک نہیں کریں گے، پس اسی طرح ہوا کہ کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ سے شرک و بدعت سرزد نہیں ہوئے۔''

پس اس حدیث سے مشرکین و مؤلین کا استدلال درست نہیں ہے۔ ((وَفِيْ هٰذَا كَفَايَةٌ لِمَن له دراية.))

أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حقیقت کے تناظر میں:

قرآنِ کریم سے یہ معلوم ہے کہ '' مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''کو پکارنا ان کی عبادت ہے، اور چونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی روا نہیں، اگر کوئی کرے گا تو مشرک ہو جائے گا۔ لہٰذا '' مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ '' کو پکارنے والے ان کی عبادت کر کے صریحاً شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس پر علماء سوء و مبتدعین سے اور تو کچھ بن نہیں پاتا، وہ سادہ لوح عوام کو یہ کہہ کر فریب دیتے ہیں کہ '' مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''سے مراد ''بت'' ہیں اور اولیاء اللہ و انبیاء اس زمرے میں نہیں آتے۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں '' مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''کا لفظ نبی پر بھی بولا گیا ہے نبی کی ماں پر بھی، اور دوسرے بزرگوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ آیاتِ قرآنی ملاحظہ ہوں:

سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾

(آیت : ۲۰، ۲۱)

''اور اللہ کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہیں، وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں، زندہ نہیں۔ اور وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ (قبروں سے) کب اٹھائے جائیں گے۔''

اب ظاہر ہے کہ ''مردہ'' کا لفظ ''بتوں'' پر نہیں بولا جاتا، بت تو بت ہی ہوتا ہے۔ پھر

قبروں میں بت کوئی بھی دفن نہیں کرتا، قبروں میں انسان ہی دفن ہوتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ الاحقاف میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ ٥ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ٥ ﴾ (الاحقاف: ٥،٦)

''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے، اور ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے، وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے انکار کردیں گے۔''

آیت (۵) میں '' مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ '' کے الفاظ موجود ہیں، جب کہ اس سے اگلی آیت (٦) میں فرمایا: '' اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے انکار کردیں گے۔''

اب سوچ لیجئے، بت بیچارے دوستی دشمنی اور اقرار وانکار کیا جانیں؟ فافہم وتدبر!

اور سورۃ الأعراف کی (آیت: ۱۹۴) میں تو فیصلہ ہی کردیا گیا ہے، فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ ﴾

''جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، تمہاری طرح کے بندے ہی ہیں (اچھا) تم اُن کو پکارو، اگر تم سچے ہو تو چاہیے کہ وہ تم کو جواب بھی دیں۔''

یعنی جن '' مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ '' کو تم پکارتے ہو، وہ تمہاری مثل بندے ہیں!

اب بھی اگر کوئی '' مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ '' سے صرف بت ہی مراد لے، تو یہ اس کی مرضی ہے، قرآنِ مجید اس کی تائید نہیں کرتا۔ ہاں بلکہ قرآنِ مجید یہ بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کسی کی بھی عبادت کی جائے، وہ '' مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ '' میں داخل ہے، اور اس کی عبادت

شرک ہے۔

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ سورۃ الکہف (الآیۃ:۱۰۲) میں ارشاد ہوا:

﴿ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ○ ﴾

’’کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بندوں کو ہمارے سوا کارساز بنائیں گے؟ ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے جہنم کی مہمانی تیار کر رکھی ہے۔‘‘

یہاں بھی ’’بندوں‘‘ پر ’’ مِنْ دُوْنِيْ ‘‘ کے لفظ کا استعمال ہوئے ہیں اور ساتھ ہی ان بندوں کو کارساز بنانے والوں کو کافر قرار دے کر جہنم کی وعید بھی سنا دی گئی ہے۔

سورۃ المائدہ میں فرمایا:

﴿ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط ﴾ (المائدہ: ۱۱۶)

’’جب اللہ فرمائے گا، اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو۔‘‘

اب دیکھ لیجئے، یہاں ’’ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ‘‘ کا لفظ عیسیٰ علیہ السلام پر بھی بولا گیا ہے جو نبی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ پر بھی، جو یقیناً ولیہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مشرک کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل ہی نہیں فرمائی۔ ذرا دیکھئے تو ان ’’ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ‘‘ کے بارے میں قرآنِ مجید کیا بیان فرما رہا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○ ﴾ (الحج: ۷۳)

’’اے لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، اسے غور سے سنو، بلاشبہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے، اگرچہ سب

کے سب جمع ہو کر بنانا چاہیں۔ اور اگر کبھی مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اسے چھڑا تک نہیں سکتے۔ طالب و مطلوب دونوں ہی کمزور ہیں۔''

اب بھی اگر کوئی ولیوں، بزرگوں، پیروں، فقیروں کو پکارے، ان کے نام کی دہائی دے، ان سے مدد چاہے، مشکلات ومصائب میں ان سے فریاد کرے، انہیں مختار و حاجت روا جانے، ان کی قبروں کے چکر کاٹے، وہاں سجدے کرے، تو یقیناً وہ عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتا ہے۔ ایسا شخص خود بھی فریب خوردہ ہے اور دوسروں کو بھی دھوکا دے رہا ہے:

﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۹)

''(یہ لوگ) اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں (یہ لوگ) اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور سمجھ نہیں رہے ہیں۔''

ذاتی اور عطائی کی بحث:

شرک کی تائید میں ایک اور عذر بار بار پیش کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ بالذات عالم الغیب، خالق، اور رازق ہے اور انبیاء و اولیاء عطائی طور پر، اللہ تعالیٰ بالذات متصرف فی الامور ہے۔ اور انبیاء و اولیاء عطائی طاقت سے متصرف ہیں، اسی طرح دوسری سب مافوق الاسباب طاقتیں اللہ تعالیٰ کو بلاواسطہ حاصل ہیں اور ان کو بالواسطہ، لہٰذا قرآن پاک میں جہاں بھی ان صفات کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے وہاں بالذات اور بالاستقلال کی نفی ہے، نہ کہ بالعرض اور بالواسطہ کی۔ حالانکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مشرکین مکہ اپنے شرکاء کو مستقل بالذات نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ محض سفارشی اور تقرب الٰہی کا ذریعہ جان کر پوجتے تھے۔ مگر پھر بھی ان کو مشرک کہا گیا ہے۔

امام رازی تفسیر کبیر ۲/۱۱۲ میں آیت ﴿ لَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ﴾ ......''پس تم اللہ کا

شریک اور مقابل نہ ٹھہراؤ'' کے تحت رقم طراز ہیں:

((إِعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ فِي الْعَالَمِ أَحَدٌ يُثْبِتُ لِلّٰهِ شَرِيْكًا يُسَاوِيْهِ فِي الْوُجُوْدِ وَالْقُدْرَةِ وَالْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ، وَهَذَا مِمَّا لَمْ يُوْجَدْ إِلَى الْآنِ ...... وَأَمَّا إِتِّخَاذُ مَعْبُوْدٍ سِوَى اللّٰهِ تَعَالَى فَفِي الذَّاهِبِيْنَ إِلٰى ذٰلِكَ كَثْرَةٌ.)) انتھٰی.

''یعنی دنیا بھر میں کوئی بھی ایسا مشرک نہیں ہے جو اللہ کا ایسا شریک مانتا ہو جو وجود، قدرت، علم اور حکمت میں اس کے برابر ہو، یہ بات ایسی ہے جو آج تک نہیں پائی گئی ...... باقی رہا اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنانا تو اس کی طرف جانے والے بہت ہیں۔''

اس عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ مشرک ہمیشہ معبود حقیقی اور معبودانِ باطلہ کے درمیان بالذات اور بالعرض کا فرق کرتے چلے آئے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ مشرکین مکہ طواف بیت اللہ کے وقت یہ تلبیہ پڑھا کرتے تھے:

((لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ.)) [1]

'' اے اللہ! ہم تیری عبادت کے لئے حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے، سوائے اُس شریک کے جو تیری مخلوق ہے، تو اُس کا بھی مالک ہے اور اُس کے اختیارات بھی تیرے قبضے میں ہیں۔''

اس تلبیہ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ اگرچہ بالذات اور مستقل طور پر اللہ کے ساتھ کارسازی، اور فریادرسی اور تصرفات و اختیارات میں کوئی بھی شریک اور حصہ دار نہیں ہے، لیکن اس کے بندوں میں ایسے بزرگ اور اہل اللہ لوگ بہرحال موجود ہیں جن کو ملکیت عطائیہ حاصل ہے، اور اسی عطاء خداوندی کی وجہ سے وہ تصرفات و

[1] صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم: ٢٨١٥.

اختیارات اور کارسازی وحاجت روائی میں اللہ کے شریک ہیں۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''بدور بازغہ'' صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴ میں لکھا ہے کہ:
''مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ جہاں کا مدبر (بالذات) تو خدا تعالیٰ ہی ہے، مگر وہ اپنے بعض بندوں کو جزوی تصرف کا اختیار دے دیتا ہے، یہی عقیدہ یہود ونصاریٰ کا ہے اور یہی عقیدہ فی زمانہ منافقین امت محمدیہ کا ہے۔''

اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ فَمَنْ؟))

''تم لوگ پہلی امتوں کے طریقوں کی قدم بقدم پیروی کروگے، یہاں تک کہ اگر وہ لوگ کسی ساہنہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں تو تم بھی اس میں داخل ہوگے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کی مراد پہلی امتوں سے یہود ونصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر کون ہوسکتا ہے؟'' [1]

ان سب دلائل و براہین سے ثابت ہوتا ہے کہ شرک یہی ہے کہ غیر اللہ کو غیر مستقل اور بالعرض معبود ومتصرف مانا جائے، یا اس خیال سے حاجات میں پکارا جائے کہ وہ اللہ کی عطا کردہ طاقت وقوت سے میری حاجت کو جانتا، غائبانہ ندا کو سنتا اور فریادرسی کرسکتا ہے، یہی وہ شرک ہے جس کی تردید کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی۔ پس قرآنِ مجید میں جہاں غیر اللہ کے عالم الغیب، متصرف فی الامور اور مالک ومختار وغیرہ ہونے کی نفی کی گئی ہے، اس سے مراد عطائی صفات ہی کی نفی ہے۔ کیونکہ بالذات ان صفات فاعلیہ کا کسی ممکن الوجود میں پایا جانا خود محال ہے، بلکہ کوئی صفت اور کوئی کمال بھی کسی مخلوق میں ذاتی نہیں ہے۔ سب عارضی

---

[1] بخاری، كتاب احاديث الانبياء، باب ما ذكر عن بنی اسرائيل ٣٤٥٦، مسلم، كتاب العلم، باب اتباع سنن اليهود ٢٦٦٩.

اور مستعار ہے۔

پس ان حقائق کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ انبیاء و اولیاء عطائی طور پر عالم الغیب متصرف فی الامور اور غائبانہ فریاد رس ہیں، اور اللہ تعالیٰ بالذات ان صفات سے متصف ہے، اور یہ کہنا کہ غیر اللہ سے ان صفات کی نفی بالذات کی نفی ہے بالعرض کی نفی نہیں ہے بالکل لغو اور فضول بلکہ شرک ہے۔

باب سوم:

شرک کے چور دروازے

اب ہم شرک کے ''چور دروازوں'' کے متعلق عرض کرتے ہیں جو ہمارا اصل موضوع ہے، شرک کے ''چور دروازوں'' سے مراد شرک کے وہ اسباب و ذرائع ہیں جن کی وجہ سے اس شجر خبیثہ کی آبیاری کی جاتی ہے، ان کا تعین کرنا اور ٹھیک ٹھاک شمار کرنا تو مشکل ہے کہ ابلیس لعین نے کن کن اور کیسے کیسے دیدہ و نادیدہ سے عوام کو اپنے خالق و مالک حقیقی سے دور کیا ہوا ہے، تاہم جو اسباب و ذرائع ہمارے معاشرے میں شرک کی ترویج کا باعث بن رہے ہیں ان میں سے اہم ترین مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جہالت
۲۔ تقلید شخصی
۳۔ نصابِ تعلیم
۴۔ فلسفہ وحدۃ الوجود
۵۔ وحدۃ الشہود
۶۔ حلول
۷۔ غلو تجاوز فی التعظیم
۸۔ اکابر پرستی
۹۔ قبر پرستی
۱۰۔ مزارات کی تعمیر اور مجاوری
۱۱۔ عرس اور میلے
۱۲۔ تبرکات وآثارِ سلف
۱۳۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز
۱۴۔ غیر اللہ کے تقرب کی خاطر ذبح کرنا
۱۵۔ غیر اللہ سے فریاد رسی
۱۶۔ توسل غیر شرعی
۱۷۔ معجزات اور کرامات میں غلط فہمی
۱۸۔ ضرب الأمثال
۱۹۔ اتباع متشابہات
۲۰۔ مادہ پرستی
۲۱۔ احداث (ایجاد بدعات)
۲۲۔ ستارہ پرستی

۲۳۔ نجومی اور پامسٹ کے پاس جانا
۲۴۔ بدشگونی اور عقیدۂ نحوست
۲۵۔ شرکیہ دم اور منتر
۲۶۔ شرکیہ تعویذات
۲۷۔ فتنۂ وطنیت
۲۸۔ کلماتِ کفر

☆

ا۔ جہالت

کتاب وسنت سے لاعلمی وہ سب سے بڑا چور دروازہ ہے جو شرک کے پھلنے پھولنے کا سبب بنتا ہے۔ جیسے علم انسان کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کراتا ہے بعینہ جہالت غیر اللہ کی عبادت کا سرچشمہ ہے۔ جہالت کے بھوت جبھی انسان کی عقل و دانش پر ڈیرہ ڈالتے ہیں۔ جب علم سے وابستگی نہ ہو۔ جہالت ایک ایسا ناسور ہے جس کی وجہ سے ہماری دینی، سیاسی، اور معاشرتی زندگی ننگ دین، ننگ آدم اور ننگ وطن کی تصویر ہے۔ جہالت ہی کے نتیجے میں انسان آباء و اجداد اور رسم ورواج کی اندھی تقلید کا اسیر ہو جاتا ہے، اور پھر اس کے نتیجے میں ضعفِ ایمان، ضعفِ عمل اور ضعفِ کردار کے امراض پیدا ہوتے ہیں، یاد رہے کہ قوم نوح نے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی عبادت بھی اپنی جہالت اور عدم علم کی بنیاد پر کرنا شروع کی تھی، جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((هَذِهِ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَكُوْا أَوْحى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوْا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ أَنْصَابًا وَسَمُّوْهَا بِأَسْمَائِهِمْ ، فَفَعَلُوْا وَلَمْ تُعْبَدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَنُسِيَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ.)) [1]

''یہ قوم نوح علیہ السلام میں سے نیک لوگوں کے نام ہیں جب یہ فوت ہو گئے تو شیطان نے اس قوم کے دل میں بات ڈالی کہ ان بزرگوں کی نشست گاہوں پر بطورِ یادگار پتھر نصب کر دینے چاہییں، اور ان پتھروں کو ان بزرگوں کے ناموں سے پکارا جانا چاہیے، چنانچہ اس قوم نے شیطان کی بات مان لی۔ مگر (ابتداء میں)

[1] صحيح بخاري، كتاب التفسير، ح: ٤٩٢٠.

ان پتھروں کی عبادت نہیں کی گئی۔ لیکن جب پہلی نسل ختم ہو گئی اور بعد میں پیدا ہونے والی نسلوں میں جہالت در آئی تو انہوں نے ان پتھروں کی عبادت شروع کر دی۔''

مذکورہ بالا روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جہالت کی وجہ سے شرک کا یہ سلسلہ بڑا قدیم ہے اور موجودہ ترقی یافتہ دور میں اس کے مظاہر گزشتہ مشرک اقوام وملل کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

۱: علامہ داؤد راز دھلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''اب بھی بہت سے کم فہم عوام کا یہی حال ہے کہ اپنی خود ساختہ عقیدت کی بناء پر کتنے ہی بزرگان کو ان کی وفات کے بعد قاضی الحاجات سمجھ کر ان کی پوجا پرستش شروع کر دیتے ہیں۔

آج ٹاٹا نگر جمشید پور بہار میں برمکان محمد اسحاق صاحب گارڈ یہ نوٹ لکھ رہا ہوں یہاں بتلایا گیا کہ بالکل اسی طرح سے ایک صاحب یہاں چونا بھٹی میں کام کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے وہ دیوانے ہو گئے اور لوگوں نے ان کو خدا رسیدہ سمجھ کر ''بابا'' بنا لیا۔ اب ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر کو مزار کی شکل میں آراستہ پیراستہ کر کے ''چونا بابا'' کے نام سے مشہور کر دیا گیا ہے اور وہاں سالانہ عرس اور قوالیاں ہوتی ہیں۔ بہت سے لوگ ان کو قاضی الحاجات سمجھ کر ان کی قبر پر ہاتھ باندھ کر اپنی عرضیاں پیش کرتے رہتے ہیں۔ خدا جانے مسلمانوں کی عقل کہاں ماری گئی ہے کہ وہ ایسے توہمات میں مبتلا ہو کر پرچم توحید کی اپنے ہاتھوں سے دھجیاں بکھیرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ. اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَإِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ. آمِیْن'' [1]

۲: حکیم فیض عالم صدیقی مرحوم رقم طراز ہیں:

''میں آپ کے سامنے ایک واقعہ حلفیہ پیش کرتا ہوں، چند روز ہوئے میرے پاس ایک عزیز رشتہ دار آئے جو شدت سے کشتہ پیری ہیں۔ میں نے باتوں باتوں

---

[1] شرح صحیح بخاری ٦/٤٠٨.

میں کہا کہ ''فلاں پیر صاحب کے متعلق اگر چار عاقل، بالغ گواہ پیش کر دوں، جنہوں نے انہیں زنا کا ارتکاب کرتے دیکھا ہو تو پھر ان کے متعلق کیا کہو گے؟ کہنے لگے: ''یہ بھی کوئی فقیری راز ہی ہوگا جو ہماری سمجھ میں نہ آتا ہوگا۔'' پھر ایک پیر صاحب کی شراب خوری اور بھنگ نوشی کا ذکر کیا تو کہنے لگے: ''بھائی جان! یہ باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں، وہ بہت بڑے ولی ہیں۔'' ❶

۳: مَلھہ پنجابی میں خار دار جھاڑی کو کہتے ہیں، علاقہ حافظ آباد میں اسٹیشن گا جر گولہ سے شمالی جانب تقریباً چار فرلانگ پر چند خار دار جھاڑیاں ہیں جو کسی زمانہ میں ایک تھیں، اور کسی وقت کوئی ''مشرک پیر'' دربار بھڑی شاہ رحمٰن کی زیارت کے لیے آتا تو وہاں جوتیاں وغیرہ اُتار کر احرام باندھتا تھا۔ اس لیے وہ پیر کا مَلھہ مشہور ہوا، اور آہستہ آہستہ پیر ملھہ یعنی خود پیر کے نام سے موسوم ہو گیا۔ آج کل اس جھاڑی کا عرس لگتا ہے اور نذر و نیاز دی جاتی ہے۔

۴: جناب جسٹس عثمان علی شاہ صاحب نے ایک انٹرویو میں یہ انکشاف کیا کہ: ''میرے دادا بھی فقیر تھے۔ ان کے متعلق مشہور تھا کہ اگر بارش نہ ہو تو اس مست آدمی کو پکڑ کر دریا میں پھینک دو تو بارش ہو جائے گی۔ انہیں دریا میں پھینکتے ہی بارش ہو جاتی تھی، آج بھی ان کے مزار پر لوگ پانی کے گھڑے بھر بھر ڈالتے ہیں۔'' ❷

محترم قارئین! یہ اور اس طرح کے دوسرے اعتقادات ضعیفہ وسقیمہ جہالت کی اندھیر نگریوں کے پیداوار ہیں، علم کی روش سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں۔

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ

---

❶ اختلاف اُمت کا المیہ، ص: ۹۴ ❷ اُردو ڈائجسٹ، ستمبر ۱۹۹۱ء

۲۔تقلید (شخصی)

شرک کا ایک بڑا چور دروازہ تقلید شخصی بھی ہے، اہل اسلام میں جب کسی گروہ کے بُرے دن آتے ہیں تو وہ اصل الاصول (کتاب وسنت) کی سنہری اور نورانی کرنوں کو چھوڑ کر تقلید آباء کے مرض لا علاج میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور پھر ظلمت وتاریکی کی ان اتھاہ گہرائیوں میں گرتا چلا جاتا ہے جن سے واپسی کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں، کیونکہ تقلید ''شرعی اُصول'' کے خلاف ہے بلکہ ''شرعی اُصول'' کی ضد ہے، شریعت اسلامیہ کا اصل الاصول ''عقیدہ توحید'' ہے۔ جب کہ تقلید عقیدۂ توحید کے سراسر منافی ہے، اور جو فعل بھی عقیدۂ توحید کے منافی ہے وہ شرک شمار کیا جائے گا۔ ہمارے اس بیان کی تفصیل مندرجہ ذیل بحث سے ہو جائے گی:

دیکھئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دو شراکتوں کی بڑی شدت سے نفی کی ہے۔ اوّلاً، عبادت کی شراکت، جس کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّ لَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ (الکهف : ۱۱۰)

''اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔''

اور ثانیاً: حکم، نظام اور امر میں شراکت، اس کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّلَا يُشۡرِكُ فِىۡ حُكۡمِهٖۤ اَحَدًا ﴾ (الکهف : ۲۶)

''اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے۔''

اور سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ وَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴾ (البقرۃ : ۲۱)

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں پیدا کیا، اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر گئے، تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

اور سورۃ الزمر میں فرمایا:

﴿ فَاعْبُدِاللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴾ (الزمر: ۲)

''پس آپ اللہ کی بندگی، اس کے لیے دین خالص کر کے کرتے رہیے۔''

ان آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبادت صرف اللہ ہی کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک اور مد مقابل نہیں، اس لیے اس کے سوا کسی کی عبادت جرمِ عظیم ہے۔ یاد رہے کہ عبادت اپنے وسیع مفہوم میں اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے، جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین کو چھوڑ کر کسی کے بھی حکم یا قانون کی پیروی کرتا ہے وہ اسے اپنا الٰہ اور رب تسلیم کرتا ہے۔ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ دین ہے، جو لوگ دین کو اپنی طرف سے مقرر کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے منصب پر پہنچا دیتے ہیں۔ ان کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾

(الشوری: ۲۱)

''کیا انہوں نے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لیے دین سازی کرتے رہتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((مَنِ اسْتَحْسَنَ فَقَدْ شَرَّعَ.)) [1]

''جس نے کسی عمل کو اپنی طرف سے اچھا جانا اس نے شریعت سازی کی۔''

اسی طرح ذخیرۂ احادیث میں یہ حدیث ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آئے، اور ان کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی (انہوں نے زمانۂ

---

[1] الاحکام للآمدی: ۱٦۲/٤.

جاہلیت میں عیسائیت قبول کر لی تھی) تو رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبة: ۳۱)

''ان یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے عالموں کو اور اپنے عابدوں کو اللہ کی بجائے معبود بنالیا۔''

(عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) تو میں نے کہا کہ عیسائیوں نے اپنے عالموں کی عبادت تو نہیں کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا ایسے نہیں ہوتا کہ جس چیز کو ان احبار و رہبان نے حرام کیا تم نے حرام کرلیا، اور جس چیز کو انہوں نے حلال کیا، تم نے حلال تسلیم کرلیا۔ تو عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ ﷺ! ایسا تو ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی ان کی عبادت ہے۔'' ❶

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت، فرمانبرداری، اطاعت اور کہا ماننے کا نام ہے۔ تو گویا جو آدمی کسی کی اطاعت و فرمانبرداری اور کہا مانتا ہے وہ اسے اپنا رب اور الٰہ تسلیم کرتا ہے، اور قرآن مجید میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو خطاب کرتے ہیں:

﴿ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ﴾

(مریم: ۴۲)

''اے ابا جان! آپ ایسے کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے، اور نہ دیکھتا ہے، اور نہ آپ کے کسی کام آسکتا ہے۔''

یہ آیت کریمہ واضح کررہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر بتوں کی عبادت کرتا تھا۔ تبھی تو انہوں نے اسے بتوں کی عبادت سے منع فرمایا۔ تھوڑا آگے چل کر ابراہیم علیہ السلام پھر اپنے باپ سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

---

❶ سنن ترمذی، کتاب التفسير، رقم: ۳۰۹۵۔ طبرانی کبیر: ۲۱۸/۱۷۔ تفسير ابن أبي حاتم: ۱۷۸۴/۶۔ تفسیر طبری: ۱۱۴/۱۰۔ صحيح الترمذي للألبانی، رقم: ۲۴۷۱.

﴿ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ﴾ (مريم : ٤٤)

''اے ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کیجیے۔''

اور سورۂ یٰس (آیت:٦٠) میں فرمایا:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

''اے آدم کے بیٹو! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو۔''

اب کوئی بھی شیطان کی عبادت و ریاضت تو نہیں کرتا، بلکہ شیطان کی تو پیروی اور اطاعت ہی کی جاتی ہے، اسی وجہ سے اطاعت کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس کے نظائر مسئلہ تقلید میں مقلدین کا اندازِ فکر بعینہ یہی ہوتا ہے کہ قول امام یا فہم امام پر بلا چون و چرا عمل کی راہیں استوار کی جاتی ہیں، حلال کو حرام اور حرام کو حلال کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ حلت وحرمت کا معیار فقط کتاب وسنت ہے، اور اگر اس سے صرفِ نظر کر لی جائے تو قانون حلت وحرمت بازیچۂ اطفال کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

اب تقلید کا معنی اور مفہوم مدنظر رکھیے، تقلید کی راجح ترین تعریف یہ ہے:

((هُوَ الْعَمَلُ بِقَوْلِ مَنْ لَيْسَ قَوْلُهُ إِحْدَى الْحِجَجِ بِلَا حُجَّةٍ مِنْهَا.)) [1]

''کہ جس کی بات شرعی دلیلوں میں سے دلیل نہ ہو، اس کی بات پر بغیر دلیل کے عمل کرنا (یعنی اس کی اطاعت کرنا)''

اب چونکہ اطاعت عبادت ہے، اور عبادت خالص اللہ رب العزت کے لیے ہے، تو پھر کسی اور کا قول لینا اور اس کی تقلید کرنا شرک ٹھہرا۔ کیونکہ پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے واضح فرما دیا کہ کسی کے حلال کو حلال کہنا، اور کسی کے حرام کو حرام تسلیم کرنا، اور کسی کے فتوے کو بغیر دلیل کے لینا یہ اس کی عبادت ہے۔ علماء اُمت تقلید کی شناعت کو جانتے تھے، اور اس کی

---

[1] التحرير لابن الهمام، ص: ٥٤٧.

قباحت اور اس کے خطرناک نتائج سے بہرہ ور تھے، اس لیے وہ اس کی نفی کرتے رہتے ، اور اطاعت رسول ﷺ پر زور دیتے رہے، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((لَا أُقَلِّدُ التَّابِعِيَّ لِأَنَّهُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ وَلَا يَصِحُّ تَقْلِيدُهُ.)) ❶

''میں کسی تابعی کی تقلید نہیں کرتا، اس لیے کہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں، ان کی تقلید جائز نہیں۔''

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ وَإِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامِيْ يُخَالِفُ الْحَدِيثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِيثِ وَاضْرِبُوْا بِكَلَامِيَ الْحَائِطَ لَا تُقَلِّدُنِيْ.)) ❷

''جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور جب میری کلام حدیث کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کرو، اور میری کلام کو دیوار پر دے مارو، میری تقلید مت کرو۔''

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((لَا تُقَلِّدُنِيْ، وَلَا تُقَلِّدْ مَالِكًا، وَلَا الشَّافِعِيَّ وَلَا الْأَوْزَاعِيَّ وَالثَّوْرِيَّ وَخُذْ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوْا.)) ❸

''تم میری تقلید نہ کرو، اور نہ ہی مالک ، شافعی ، اوزاعی اور ثوری رحمہم اللہ کی تقلید کرو، بلکہ وہاں سے مسائل اخذ کرو جہاں سے وہ کرتے تھے (یعنی قرآن و سنت)''

تقلید کی مثالیں:

ذیل کی سطور میں ہم تقلید کی چند مثالیں بھی پیش کیے دیتے ہیں، جن سے تقلید کی قباحت ، شناعت اور ہیبت واضح ہو جائے گی اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ اسے کبیرہ گناہ

❶ نور الأنوار، ص: ۲۱۹۔ طبع یوسفی. ❷ عقد الجید، ص: ٤٩.

❸ جامع بيان العلم: ١٤٩/٢۔ ایقاظ هم أولى الأبصار، ص: ١٣.

کہیں، یا شرک کہیں۔ بہر کیف فیصلہ انہیں خود کرنا ہوگا۔

☆ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۲۸۲/۳) پر ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((وَلَا إِشْكَالَ فِي ظَاهِرِ الْحَدِيثِ عَلىٰ مُقْتَضىٰ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ فَإِنَّهُ مَعْمُولٌ عَلىٰ حَالَةِ الْقَصْرِ ، وَقَدْ صَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الثَّانِيَةِ نَفْلًا وَعَلىٰ قَوَاعِدِ مَذْهَبِنَا مُشْكِلٌ جِدًّا.))

''حدیث اپنے معنی میں بالکل واضح اور ظاہر ہے، اور شافعی مذہب کی صریح مؤید بھی (یعنی حمایت میں صاف دلیل ہے) کہ اسے حالتِ قصر پر محمول کریں گے، اور دوسرے گروہ کو آپ نے نفل نماز پڑھائی لیکن (اس حدیث پر) ہمارے مذہب کے مطابق عمل کرنا بہت مشکل ہے۔''

☆ اور شیخ الہند مولوی محمود الحسن کے متعلق بھی پڑھ لیں کہ جب اُن کے اپنے امام کے قول پر زد پڑتی ہے تو حدیث کو کاٹ پھینکنے کے لیے تقلید کی درانتی کس بے دردی سے چلاتے ہیں۔ نعوذ باللہ، چنانچہ خیار مجلس کے مسئلہ میں تقریر ترمذی (ص:۴۰) پر رقم طراز ہیں:

((اَلْحَقُّ وَالْإِنْصَافُ أَنَّ التَّرْجِيعَ لِلشَّافِعِيِّ فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ ، وَنَحْنُ الْمُقَلِّدُونَ يَجِبُ عَلَيْنَا تَقْلِيدُ إِمَامِنَا أَبِي حَنِيفَةَ.))

''حق و انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ترجیح امام شافعی کو ہے (کیونکہ دلائل و احادیث ان کی مؤید ہیں) لیکن چونکہ ہم مقلد ہیں، اور ہم پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید واجب ہے۔''

☆ اور سب الذمی (یعنی مسلمان رعیت میں رہنے والا کافر، اگر شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کرتا ہے تو اس کا ذمہ ٹوٹ گیا، یہ جمہور علماء و محدثین کا قول ہے) کے متعلق ابن نجیم البحر الرائق شرح کنز الدقائق (۱۱۵/۵) پر رقم طراز ہیں:

((نَفْسُ الْمُؤْمِنُ يَمِيلُ إِلىٰ قَوْلِ الْمُخَالِفِ فِيْ مَسْئَلَةِ السَّبِّ لٰكِنْ

اِتبَاعُنَا لِلْمَذْهَبِ وَاجِبٌ.))

''(انصاف کی بات تو یہ ہے کہ) اس مسئلہ میں ایک مومن کا دل مخالف کی رائے کی طرف مائل ہوتا ہے، لیکن (کیا کریں؟) مذہب کی اتباع بھی تو واجب ہے۔''(لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)

☆ قاعدہ یہ ہے کہ قرآنی آیت اگر ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہوگی تو اسے نسخ یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا، اور اولیٰ یہ ہے کہ اسے تاویل پر محمول کیا جائے تاکہ توافق ظاہر ہو جائے۔

☆ اسی طرح اگر کوئی حدیث ہمارے اصحاب (آئمہ) کے قول کے خلاف ہو تو اسے نسخ پر محمول کیا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اپنی ہم پلہ حدیث کے معارض ہے۔ [1]

تعصب کی انتہا یہاں ہوگئی کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھ دیا:

((فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ عَلیٰ مَنْ رَدَّ قَوْلَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ.)) [2]

''اس شخص پر ریت کے ذرات کے برابر لعنتیں ہوں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ٹھکرا دے۔''

ہم نے یہ چند اقوال بطورِ مثال پیش کیے ہیں، ورنہ اس کوچہ اسرار و رموز سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ حقیقت حال اس سے کہیں زیادہ ہے۔ ایمان اور عقیدہ کی یہ جان کنی اور سلفی منہج سے انحراف تقلید شخصی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟

تقلید کے ثمرات:

علاوہ ازیں یہ تقلید شخصی ہی ہے جس نے ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا، اور وہ گروہ بندی کا شکار ہو کر رہ گئی، چنانچہ کوئی حنفی بنا تو کوئی شافعی، اور کوئی مالکی بنا تو کوئی حنبلی، پھر ایک دوسرے کو گمراہ قرار دینے کی وبا پھوٹی۔ یہاں تک کہ فتوے صادر ہوئے:

[1] اصول کرخی، اصول نمبر ۲۸، ص: ۲۵۔ مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلام۔

[2] درمختار: ۱/۱۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

''ایک حنفی مسلمان کی نماز شافعی امام کے پیچھے جائز نہیں، یا اس کے برعکس!''

گویا ابلیس لعین مسلمانوں کو لڑانے اور انہیں فرقوں میں بانٹ کر منتشر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ إِنَّا لِلّٰہِ ......

تقلید مذاہب کے سبب اسلام کو جو نقصان پہنچا، اس کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ جیسے الشیخ محمد سلطان المعصومی الحجندی المکی نے اپنی کتاب "هل المسلم ملتزم باتباع مذهب معين" ص: ۳۰ پر ذکر کیا ہے، اور جو اُمت مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ آپ رقم طراز ہیں:

''جاپان کے شہر ٹوکیو سے انہیں ایک خط موصول ہوا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جاپان کے چند روشن دماغ آدمی اسلام کی طرف مائل ہوئے تو انہوں نے اپنا ارادہ جمعیت المسلمین ٹوکیو کے سامنے ظاہر کیا، تو وہاں پر جو ہندوستان کے حنفی علماء تھے وہ کہنے لگے تم ابو حنیفہ کے مذہب کو قبول کرو۔ کیونکہ وہ سراجِ اُمت ہیں۔ لیکن جاوا (انڈونیشیا) کے شافعی علماء نے ان کو مشورہ دیا کہ تم شافعی مذہب قبول کرو تو وہ لوگ دونوں کی کھینچا تانی کی وجہ سے اسلام قبول نہ کر سکے۔''

یہ ہیں تقلید کی وہ برکات جس کے پیش نظر علماء حق ہمیشہ تقلید شخصی سے منع کرتے رہے۔ کیونکہ تقلید مذاہب اُمت مسلمہ میں فرقہ پرستی اور مذہبی تعصب کا سب سے بڑا سبب بنی۔ حتی کہ یہ اسلام قبول کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹ بن گئی۔ چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تقلید مذاہب کا دین اسلام سے دُور کا بھی واسطہ و تعلق نہیں۔

اسلام کی حقیقی تعلیمات تو یہ تھیں کہ مسلمان ہمیشہ متفق و متحد رہیں اور دین حق کی صاف ستھری اور سادہ تعلیمات کو دیکھ کر اللہ کی مخلوق بلا تردد اسلام میں داخل ہوتی رہے۔ لیکن بعض لوگوں نے تقلید کو واجب ٹھہرا کر اسلام کی روشن تعلیمات کو گہنانے کی کوشش کی اور دین حنیف کو زبردست نقصان پہنچایا۔ ونعوذ بالله من هذه الخز عبلات

۳۔ نصاب تعلیم

قرآن کی پہلی وحی نازل ہوئی تو اس میں رب تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ o ﴾

(العلق: ۱ تا ۵)

''اے پیغمبر! پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اس نے آدمی کو غلیظ منجمد خون سے پیدا کیا ہے۔ پڑھیے اور آپ کا رب بے پایاں کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم دیا، اس نے آدمی کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

اسی طرح سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَكِّیْكُمْ وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾

(البقرہ: ۱۵۱)

''جیسا کہ ہم نے تمہاری رہنمائی کے لیے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کر سناتا ہے، اور تمہیں پاک کرتا ہے، اور قرآن وسنت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

ان آیات کو مدنظر رکھتے ہوئے سوچئے کہ اسلام نے علم کو کتنی اہمیت دی ہے۔ کہ پہلی وحی ہی تعلیم وتعلم کے متعلق ہے، اور علم سکھانے کے لیے ہی اللہ برتر نے اپنے رسولوں کو معلم بنا کر بھیجا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ .)) ❶

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے: صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہے۔''

یعنی علم ایک ایسی لازوال دولت ہے جو زندگی میں بھی کام آتی ہے اور مرنے کے بعد بھی، اس کے فوائد انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور اس دولت کو کوئی لوٹ اور چھین بھی نہیں سکتا اور اپنے زور سے کوئی اس کے فوائد کو روک بھی نہیں سکتا۔

علم کیا ہے؟

اس بارے مناسب ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے اشعار کو سامنے رکھا جائے:

كُلُّ الْعُلُوْمِ سِوَى الْقُرآنِ مُشْغِلَةٌ
اِلَّا الْحَدِيْثَ وَ اِلَّا الْفِقْهَ فِی الدِّيْنِ
اَلْعِلْمُ مَا كَانَ فِيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا
وَسِوَى ذَاكَ مِنْ وَسْوَاسِ الشَّيَاطِيْنِ ❷

''قرآن وحدیث اور تفقہ فی الدین کے علاوہ تمام علوم مشغلہ ومصروفیت ہیں۔ علم وہی ہے جس میں یہ ہو کہ فلاں نے یہ حدیث بیان کی، وگرنہ صرف شیطانی وساوس ہی ہیں۔''

ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ طب، ڈاکٹری، انجینئرنگ وغیرہ کا علم؟ تو اس بارے حدیث

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الوصية، باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته : ١٦٣١.

❷ مواهب الوفى في مناقب الشافعي ، بتحقيق المؤلف الخضرى، ومنير احمد وقار، ص: ١٤٩۔ عقيده الطحاويه، ص: ٢٤۔ البداية والنهاية : ٢٥٤/١٠.

پاک ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا، جب سائل نے سوال کیا:

((اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَال: "اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهِ." قُلْت: فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟قَالَ: "اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا."قُلْت: فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ:" لَاَنْ تُعِيْنَ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعَ لِاَخْرَقٍ." قَالَ : فَاِنْ لَمْ اَفْعَل؟ قَالَ:" تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تُصَدِّقُ بِهَا عَلَى نَفْسِكَ.))

''کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پوچھا: اور کس غلام کا آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ قیمتی ہو اور مالک کی نظر میں جو بہت زیادہ پسندیدہ ہو۔ میں نے عرض کیا: : اگر مجھ سے یہ نہ ہو سکا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کسی مسلمان کاریگر کی مدد کر یا کسی بے ہنر کی۔ انہوں نے کہا: اگر میں یہ بھی نہ کر سکوں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ کر دے یہ بھی ایک صدقہ ہے جسے تم خود اپنے اوپر کرو گے۔''

یعنی اسلام نے کاریگر کی مدد اور کسی کو کوئی ہنر (چاہے وہ برتن بنانے کا ہو یا جہاز و بوٹ یا پھر وہ ہنر اسلحہ سازی کا ہو) سکھانے کو بھی صدقہ و عبادت اور ایمان کے بعد افضل ترین افعال میں شمار کیا ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ اندازِ تعلیم، نصابِ تعلیم اور مقام تعلیم و تربیت صاف شفاف اور اللہ رب العالمین، رب کائنات کو راضی کرنے والا ہو۔

کہیں ہمارا اندازِ تعلیم ......؟

آیئے! اب ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں ہمارا اندازِ تعلیم و تربیت اور مقام تعلیم و تعلم رب کو ناراض کرنے والا اور حیا باختہ تو نہیں ہے؟

گھر سے نکلتے ہوئے:

کیا گھر سے نکلتے ہوئے ہمارا بچہ، بچی (بیٹا و بیٹی، بھائی بہن) دعا پڑھتے ہیں کیا ان کو دعا یاد کرائی گئی ہے؟

اگر ہاں تو اجر پا گئی ماں، اگر نہیں تو پھر والدین دونوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْأَمِيرُ الَّذِى عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِىَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.)) [1]

''تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، پس لوگوں کا واقعی امیر ایک حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، دوسرے ہر آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، تیسری عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، چوتھا غلام اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا، پس جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا۔''

یہ حدیث صدر سے لے کر اسکول کے چپڑاسی تک کے لیے قابل غور ہے۔

یونیفارم:

کیا ہمارے بچے اور بچیوں کی یونیفارم ایسی تو نہیں کہ جن کو اسلام اور رب

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العتق، باب کراهية التطاول على الرقيق وقوله عبدى او امتى: ۲۵۵٤.

رحمٰن ناپسند فرماتا ہو......؟

اسکول میں انٹری:

کیا کبھی ہم نے غور کیا کہ ہمارے نونہال و نوجوان اسکول و کالج میں داخل ہوتے وقت اُستادوں کے وقار، بڑوں کے ادب اور چھوٹوں پر شفقت جیسے اسلامی اُصولوں کو اپناتے ہیں کہ نہیں۔

اسمبلی:

کیا ہمارے اسکول (جس بھی ادارہ میں پڑھتے ہیں) کی اسمبلی میں معمارانِ وطن کو اسلامی اقدار و تمدن کے مطابق اصلاح کے پہلوؤں پر کچھ ذہن نشین کرایا جاتا ہے یا پھر مادہ پرستی کی ترغیب؟ وہاں انہیں عمل کے ذریعے نفرت، خودداری، ہمت کا سبق ملتا ہے یا طرفداری اور احساسِ کمتری کا؟ جہاں سے اسکول کے قوانین کی خلاف ورزی پر سزا ملتی ہے کیا عملی نصاب میں ان کو دینی کوتاہیوں پر بھی اصلاح کا سبق دیا جاتا ہے؟

کلاس میں انٹری اور......؟

کیا کلاس روم میں آتے وقت بعد میں آنے والے بچے پہلے سے موجود بچوں اور اُستادوں کو سلام کرتے ہیں؟

اُستاد کا استقبال اور تعظیمی قیام

جب استاد کلاس میں داخل ہوتے ہیں تو بچے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اس کی تربیت کے لیے باقاعدہ کتابوں کے اندر سبق موجود ہیں کہ کلاس اور استاد کے آداب میں سے یہ ہے کہ جب استاد آئے تو کھڑے ہو جائیں۔ جب کہ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت کچھ اس انداز سے کی کہ:

عَنْ اَبِیْ مَجْلَز قَالَ خَرَجَ مُعَاوِیَةُ عَلیٰ ابْنِ الزُّبَیْرِ وَابْنِ عَامِرٍ فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَجَلَسَ ابْنُ الزُّبَیْرُ فَقَالَ مُعَاوِیَةُ لابُنُ عَامِرٍ اجْلِسُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : مَنْ اَحَبَّ اَنْ

يُمَثَّلُ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.)) [1]

''ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ (عبداللہ) ابن زبیر اور ابن عامر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو ابن عامر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر سے کہا بیٹھ جائیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کی خاطر کھڑے ہو جایا کریں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، کی ہوئی ذہن سازی ہے اور وہ ہماری نصابی کتب کی جو کہ کفار سے مستعار ہے۔

تالیاں:

ہم نصابی کتب میں پڑھتے ہیں کہ بچے نے تقریر کی تو دوسرے بچوں اور ٹیچرز نے اس کے لیے بہت ساری تالیاں بجائیں۔ اس طرح کھیل کے بارے میں جب کہ قرآن حکیم میں ذکر ہے کہ یہ کام مشرکین کا تھا:

﴿ وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَالْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ﴾ (الانفال: ۳۵)

''اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ وہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔''

ڈاکٹر لقمان السّلفی نے تیسیر الرحمٰن، ص: ۵۳۱ میں حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ افعال مشرکانہ ہیں۔

رقص:

رقص کے بارے میں خنساء ھنادا اپنی کتاب ''نصابی صلیبیں ص، :۴۶'' میں لکھتی ہیں کہ:

---

[1] ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی قیام الرجل للرجل: ۵۲۲۹. اس کو البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔

''رقص کسی دور میں طوائفوں کا کام ہوتا تھا، شرفاء اپنی بیٹیوں سے رقص کروانا یا انہیں رقص دکھانا تو درکنار ایسی خواتین کا اپنی خواتین کے سامنے نام لینا بھی معیوب سمجھتے تھے۔ مگر آج ٹی وی نے ہر گھر میں ''طوائفوں کے مجرے'' پہنچا دیے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ نصاب میں رقص کی ترکیب بتائی جانے لگی ہے۔ الف اے کی اُردو (لازمی، ترتیب نو) کتاب کا اقتباس ملاحظہ ہو:

''............ اب بس پہلے کوئی گیت سیدھا سادا اور میٹھا............ مگر آواز دھیمی اور نرم گرم اور زخمی دماغ کو ایک ٹھنڈا مرہم چاہیے۔ رقص ہلکا پھلکا گھنگھروؤں کا شور نہ ہو۔ پاؤں آہستہ آہستہ زمین پر پڑیں جیسے پھول برس رہے ہوں۔ برف کے گالے زمین پر اُتر رہے ہوں۔ لیکن خمار نہ ہو، نیند نہ آئے، ہمیں پھر مصروف ہونا ہے۔'' [1]

اگر اربابِ تعلیم کو ایسا ہی ادب سکھانا مقصود ہے جس میں قدم قدم پر فحاشی کی ترغیب اور اسلامی ثقافت کی پامالی کی تعلیم ہو تو کچھ عجیب نہیں کہ چند سالوں بعد ''امراؤ جان اداء'' جیسی کتب شامل نصاب کر لی جائیں۔ طوائفوں کی زبان سے بہترین ادب ملے گا۔

فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْاَبْصَار

ترویج شرک:

بچپن میں سنی اور پڑھی ہوئی باتیں اکثر یاد رہتی ہیں، اور ایک مقولہ مشہور ہے کہ ''بچپن کا علم پتھر پر لکیر کی مانند ہے۔''

یا یوں سمجھیں کہ ایک خالی برتن ہے چاہیں تو آپ اس میں بھس بھر دیں یا پھر سونا و ہیرے جواہرات یا چاہیں تو سبق توحید سے اس کو معطر اور کارآمد بنا دیں یا پھر شرک کی دیمک سے چٹوا کر گمراہی کے بعد بدبودار گھڑے میں ڈال دیں۔

مگر ہمارے مرتبین نصاب کا ظلم دیکھیے، یہ ہمارے سامنے اُردو کی چھٹی کتاب ہے، اس میں ''علی ہجویری'' کے عنوان سے سبق ہے، اس میں مرتب لکھتا ہے کہ:

---

[1] قلعہ لاہور کا ایک ایوان، ص: ۴۸۔

''اس سبق کے مطالعہ سے آپ سیکھیں گے صفحہ نمبر ۵۱، صفحہ نمبر ۵۲، داتا گنج بخش کے حالاتِ زندگی۔''

اور اسی صفحہ نمبر ۵۱ میں آگے وہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا شعر نقل کرتا ہے:

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

آگے صفحہ نمبر ۵۲ پر لکھتا ہے کہ ''کوئی انہیں گنج بخش کہتا ہے، تو کوئی داتا۔''

اور آخر میں لکھتا ہے کہ ان کے مزار کے ساتھ ایک وسیع وعریض وشان دار مسجد ہے۔

یعنی وہ بچوں کو بتانا چاہتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی گنج بخش و داتا بھی ہے اور اللہ کا کوئی اوراوتار بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی اور بھی رہنما و رہبر ہوسکتا ہے۔

آیئے اب تفصیل سے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں:

گنج بخش :...... فارسی میں ''گنج'' خزانے کو اور ''بخش'' کا معنی ہے عطا کرنا، دینا یعنی ''خزانے عطا کرنے والا۔'' [1]

جب کہ اس کے مقابلہ میں قرآن کہتا ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰـكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ ﴾

(المنٰفقون : ۷)

''اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کی ملکیت ہیں لیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔''

اور اسی طرح سورۂ حجر (آیت: ۲۱) میں فرمایا:

﴿ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ○ ﴾

''اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور اسے ہم ایک معین مقدار میں ہی اُتارتے ہیں۔''

---

[1] دیکھیے: فیروز اللغات وآئینہ اُردو لغت۔

ہاں اگر کسی کے پاس خزانے ہوتے تو اس کے سب سے زیادہ مستحق نبی ﷺ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں بایں الفاظ خزانوں کی نفی فرمائی ہے:

﴿ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ط ﴾ (الانعام: ۵۰)

''آپ کہیے! میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں (یعنی میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں بلکہ وہ اپنے خزانوں کا آپ ہی مالک ہے)''

داتا: ......لغت میں داتا کے معنی ہیں دینے والا، رازق، ضامن۔ جب کہ یہ ساری صفات اللہ رب العزت کے لیے لائق وزیبا ہیں۔جیسا کہ قرآن میں ہے:

۱۔ ﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ o ﴾ (اٰل عمران: ۸)

''اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد کج روی میں نہ مبتلا کر دے، اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔''

۲۔ ﴿ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَo ﴾

(الانعام: ۱۹)

''آپ کہیے کہ وہ اکیلا معبود ہے اور میں بے شک ان معبودوں سے اظہارِ برأت کرتا ہوں جنہیں تم لوگ اللہ کا شریک بناتے ہو۔''

۳۔ رزق کے بارے میں مشرکین سابقہ سے قرآن سوال اور ان کا جواب بیان کرتا ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ ﴾ (سبا: ۲۴)

''اے میرے نبی! آپ پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین سے تمہیں روزی کون پہنچاتا ہے؟ آپ خود ہی بتا دیجئے اللہ۔''

مظہر نورِ خدا :...... یہ جملہ ہندو عقیدے وحدت الوجود کا آئینہ دار ہے جو ہندو مذہب سے متاثر صوفیوں نے ''ہمہ اوست'' کی شکل میں اختیار کر رکھا ہے۔اس شعر کے کہنے

والے کے اپنے نظریات بھی اس شعر کی یہی تشریح کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں ''مظہر نورِ خدا'' کا تصور ہندوؤں کے خدائی اوتاروں کے عقائد سے بھی تشبیہ کا حامل ہے۔

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راهنما :......اس میں گویا علی ہجویری کو نبی ﷺ کے برابر ان کے مقابلہ میں کھڑا کیا جا رہا ہے، جب کہ قرآن یہ صفات نبی ﷺ کی بیان کرتا ہے:

﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ ﴾ (سبا : ۲۸)

''اور ہم نے آپ کو تمام بنی نوع انسان کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔''

مجمع الزوائد ج ۸، ص: ۲۶۱ (۱۳۹۴۴) میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((بُعِثْتُ اِلَى الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ.))

''میں ہر سرخ و سیاہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

اور صحیح بخاری / کتاب التیمم / رقم: ۳۳۵ میں ہے کہ:

((وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّة.))

''کہ میں تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

اور قرآن نے کہا:

﴿ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ۝ ﴾ (التغابن : ۱۲)

''اور لوگو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے رسول کی ذمہ داری تو صرف یہ ہے کہ وہ دین اسلام کو پوری صراحت کے ساتھ پہنچا دیں۔''

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہی ہر ایک کے لیے چاہے وہ ناقص ہو یا کامل راہنما ہیں۔

بدعات کی تربیت:

جہاں ہمارے ملک کا نصاب تعلیم بغیر سوچے سمجھے معمارانِ وطن کے ذہنوں میں شرک کا زہر پختہ کر رہا ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ بدعت کا پارہ بھی ان کے اعمال کو پلایا جا رہا ہے۔

ہمارے سامنے اُردو کی آٹھویں کتاب ہے، جس کے صفحہ ۲۱۳ پر عید میلاد النبیؐ کے بارے پورا سبق لکھا ہوا ہے جو کہ بدعت ہے۔

بدعت کسے کہتے ہیں؟:

((بِدْعَة هِيَ الْفِعْلَة الْمُخَالِفَةُ لِلسُّنَّة سُمِّيَتِ الْبِدْعَة...... وَهِيَ الْأَمْرُ الْمُحْدَث الَّذِیْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ وَلَمْ يَكُنْ مِمَّا اقْتَضَاهُ الدَّلِيْلُ الشَّرْعِیُ.)) [1]

''بدعت، سنت کے مخالف فعل کا نام ہے، یعنی وہ نیا کام جس پر صحابہ اور تابعین (خیر القرون کے لوگ) نہ تھے، اور نہ وہ دلائل شرعیہ (کتاب وسنت) کے مطابق ہو۔''

عید میلاد بدعت کیوں؟

عید میلاد بدعت اس لیے ہے کہ اس کو نہ تو نبی ﷺ نے منایا اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور نہ ہی تابعین و تبع تابعین حتی کہ ائمہ اربعہ (چاروں اماموں) نے بھی نہیں منایا اور نہ ہی یہ کام ان کے زمانہ میں ہوتا تھا۔

دیدار علی (بریلوی) لکھتے ہیں کہ:

''میلاد شریف کا سلف صالحین سے قرونِ اولیٰ میں کوئی ثبوت نہیں یہ بعد میں ایجاد ہوئی۔'' [2]

---

[1] كتاب التعريفات لسيد الشريف الجرجانی الحنفی، ص: ۳۳ (۲۷۳).

[2] رسول الكلام فی بيان المولد والقيام ص: ۱۵ بحواله بريلويت از احسان الهی ظهير شهيد رحمة الله عليه ص: ۱۷۳.

بدعت کا حکم:

شرک کے بعد عقیدہ وعمل کے فساد میں بدعت کا نمبر ہے۔موجودہ دور میں مسلمانوں کی زبوں حالی و ذلت و رسوائی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ توحید کے تقاضوں سے دُور اور شرک و بدعت کے شکنجے میں گرفتار ہیں ۔ بلاشبہ بدعت گمراہی کا پہلا زینہ اور شرک کا چور دروازہ ہے، اور بدعت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دین کا نقاب اوڑھ کر عوام کے سامنے آتی ہے اور بظاہر اس سے متعلق سارے اعمال اسلام ہی کا حصہ معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت یہ اسلام کے نام پر دھوکہ دہی اور ضلالت فکر وعمل کا شاخسانہ ہیں۔

تبھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنُ اَحُدَثَ فِیُ اَمُرِنَا هٰذَا مَا لَیُسَ فِیُهِ فَهُوَ رَدٌّ.)) [1]

''جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں نہیں تو وہ (بات و چیز) ناقابل قبول یعنی مردود ہے۔''

اسی طرح علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مدینہ کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ:

((فَمَنُ أَحُدَثَ فِیهَا حَدَثًا أَوُ آوَى فِیهَا مُحُدِثًا فَعَلَیُهِ لَعُنَةُ اللَّهِ وَالُمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجُمَعِینَ لَا یُقُبَلُ مِنُهُ صَرُفٌ وَلَا عَدُلٌ.)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا اس میں کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ کی ،فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ نہ اسکی کوئی فرضی عبادت قبول کی جائے گی اور نہ نفلی۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے اور ہمارے مرتبین نصاب کو ہدایت عطا فرما کر صحیح عقائد واعمال کی ترویج اور تربیت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود : ٢٦٩٧.

[2] صحیح بخاری، کتاب الجزیة، باب ذمة المسلمین وجوارهم واحدة یسعی بها ادنا هم: ٣١٧٢.

۴۔ فلسفہ وحدت الوجود

اہل تصوف کا نظریہ ''وحدت الوجود'' سراسر گمراہی، شرک اور افتراء علی اللہ ہے۔ اس کا تعلق کسی طور پر شریعت اسلامیہ سے نہیں۔ دراصل ''وحدت الوجود'' کا فلسفہ اہل تصوف نے ''ہندومت'' سے لیا ہے، ہندو جوگیوں میں شرک پھیلنے کا سب سے بڑا سبب نظریہ ''وحدت الوجود'' ہے۔ ہندو لوگ اس کو ''ہر میں ہر ہے'' سے تعبیر کرتے ہیں یعنی ہر چیز میں اللہ موجود ہے، اور فارسی زبان کے درویش اس فلسفہ کو ''ہمہ اوست'' کا نام دیتے ہیں۔

ان کے نزدیک نہ صرف انسان بلکہ کتا، بلی، خنزیر، چرند، پرند غرض دنیا کی ہر شئے رب ہے۔ ہندو درویش کہتے ہیں:

''ماس ماس سب ایک ہے کیا سؤر کیا گائے۔''

اسلام میں اس فلسفہ کی ابتداء:

فلسفہ ''وحدت الوجود'' کی داغ بیل ڈالنے والے یقیناً جنید بغدادی ہیں۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے ان کے رسائل سے توحید اور ذات و صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق جو تعلیمات اخذ کی ہیں، ان میں سے چند کا ذکر ذیل کی سطور میں کیا جاتا ہے۔

جنید بغدادی سے جب توحید کا معنی و مفہوم دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

''اللہ بندے پر بندے کی حیثیت سے موت وارد کردے اور پھر اپنی ذات میں اسے دوبارہ زندہ کردے۔'' [1]

پروفیسر صاحب مزید رقم کرتے ہیں:

''جنید نے اس امر کی صراحت بھی کی ہے کہ اللہ کی صفات اور اس کے افعال

---

[1] تاریخ تصوف، از پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ص: ۲۳۷ بحوالہ رسالة قشیریه، ص: ۱۲۶.

سب اس کی ذات میں مندرج ہیں یعنی اس میں داخل ہیں، کہ ان میں کوئی امتیاز نہیں ہے اور جب سالک توحید کے اس مقام پر ہوتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ صفات وافعال سب ذات میں مندرج ہیں۔ اس وقت وہ خود بھی بالکلیہ ذاتِ الٰہی میں جذب ہو جاتا ہے۔ یعنی من تو شدم تو من شد والا معاملہ ہو جاتا ہے۔'' ❶

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حسین بن منصور حلاج (مصلوب سنہ ۳۰۹ ھ) کو ''بغداد میں بڑے وحشیانہ طریق سے قتل کیا گیا ...... اُس نے دو لفظوں میں ایک ایسا جملہ اپنی زبان سے ادا کیا جسے اسلام نے معاف تو کر دیا ہے، مگر فراموش نہیں کیا۔ '' أَنَا الْحَقُّ ''یعنی'' میں خدا ہوں۔'' ❷

نیز کہتا ہے:

''میں وہی تو ہوں جسے میں چاہتا ہوں یا محبت کرتا ہوں اور وہ جس سے میں محبت کرتا ہوں، میں ہے۔ ہم دو روحیں ہیں جو ایک ہی جسم میں رہتی ہیں، اگر تو مجھے دیکھتا ہے تو گویا اسے دیکھتا ہے اور اگر تو اُسے دیکھتا ہے تو گویا ہم دونوں کو دیکھتا ہے۔'' ❸

اور ابن عربی بھی اسی باطل عقیدہ کے حاملین میں سے ہیں۔ اپنی پوری زندگی اس کی اشاعت اور تبلیغ میں مصروف رہے۔ چنانچہ وہ اپنی اس سعی میں کامیاب رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر مسلمان اور درویش بھی اس رو میں بہہ نکلے۔ شیخ ابن عربی اپنی مشہور تصنیف ''فتوحات مکیہ'' میں ''وحدت الوجود'' کی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

''پاک ہے وہ ذات جس نے اشیاء کو پیدا کیا اور خود عین اشیاء رہا۔'' ❹

---

❶ تاریخ تصوف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ص: ۳۲۷، مطبوعہ لاہور۔

❷ تاریخ تصوف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ص: ۲۶۴۔

❸ تاریخ تصوف از یوسف چشتی، ص: ۲۶۵۔

❹ بحوالہ اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، ص: ۱۹۲۔

اپنی دوسری تصنیف ''فصوص الحکم'' میں رقم کیا ہے:

''اے اشیاء کو پیدا کرنے والے اور خود ان میں شامل رہنے والے یقیناً تو اپنی مخلوق میں خود ملا ہوا ہے، تو جو چیز پیدا کرتا ہے وہ تیری ذات میں لا انتہاء ہے (گویا) تو ایک طرف محدود ہے اور دوسری طرف لامحدود۔'' ❶

تصوف کے یہ ''شیخ اکبر'' اس کفریہ عقیدہ میں اس قدر بے خود ہو جاتے ہیں کہ فرماتے ہیں:

'' یہ کتے اور سور ہی تو ہمارے اِلٰہ ہیں۔ اللہ تو گرجے میں پادری بنا بیٹھا ہے۔'' (نعوذ باللہ من ھذہ الخرعبلات) ❷

قرآنی آیات کی باطل تاویلات:

''شیخ اکبر'' قرآنی آیات کی باطل اور من مانی کی تاویلات کرتے ہیں اور ان کو قرآن کی اصل تعلیمات بتاتے ہیں اور ''وحدت الوجود'' کو قرآنی تصوف سے موسوم کرتے ہیں۔ لیجیے ''باطنی تفسیر یا تاویل باطل کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

سورۃ اعراف آیت ۱۵۶ میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿ قَالَ عَذَابِيٓ أُصِيبُ بِهِۦ مَنْ أَشَآءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾

''سزا تو میں جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں، مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔''

ابن عربی کے نزدیک اس کی تاویل یہ ہے:

((أَيْ عَذَابُ الشَّوْقِ الْمَخْصُوصِ بِيُ الْحَاصِلُ مِنْ جِهَتِيْ وَإِنْ كَانَ إِلَيْهَا أَلَمُ الْفِرَاقِ لَكِنَّهُ أَمْرٌ عَزِيزٌ خَطِيرٌ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ لَا تَخْتَصُّ بِأَحَدٍ دُونَ أَحَدٍ غَيْرَهُ وَشَيْءٌ دُوْنَ شَيْءٍ.)) ❸

''یعنی وہ شوق جو میری وجہ سے اور میری طرف سے حاصل ہوا اگر چہ یہ اُلم فراق

---

❶ حوله أيضًا۔

❷ تصوف: تحقیق و تجزیہ حکم نبی احمد خان نعمانی رام پوری، بحوالہ نوائے اسلام دہلی، ص: ۱۰، جولائی ۱۹۹۰ء۔

❸ تفسیر محي الدين ابن عربی، ص: ۱۲۲.

کی شدت کی وجہ سے تکلیف دہ ہے، لیکن وہ نادر اور بلند مرتبہ چیز ہے اور ''میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے'، کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی شخص اور کسی شے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔''

قارئین کرام! آپ نے اللہ تعالیٰ کی ''وسعت رحمت'' کی ناقدری ملاحظہ فرمائی۔ اب ذرا رحمت کے مقابلہ میں اس کے عذاب کی ''فضیلت'' بھی ملاحظہ فرمالیں۔ ابن عربی رقمطراز ہیں:

((وَلَعُمْرِیْ إِنَّ هٰذَا الْعَذَابَ أَعَزُّ مِنْ كِبْرِيْتِ الْأَحْمَرِ وَأَمَّا رَحْمَتُهُ فَلَا يَخْلُوْ مِنْ حَظٍّ مِنْهَا أَحَدٌ.)) ❶

''اور یہ عذاب سرخ گندھک سے زیادہ قیمتی اور کمیاب ہے۔ باقی رہی رحمت (الٰہی) تو ہر شخص کو اس میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ملتا ہے۔''

سیّد رشید رضا مصری رحمہ اللہ شیخ ابن عربی کے ''فلسفہ وحدۃ الوجود'' کا رد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((وَيُصَرِّحُ بِأَنَّ الْخَالِقَ وَالْمَخْلُوْقَ وَاحِدٌ فِيْ الْحَقِيْقَةِ وَإِنَّمَا الْإِخْتِلَافُ فِي الصُّوْرَةِ.)) ❷

''اور (ابن عربی) اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ خالق اور مخلوق میں صرف شکل وصورت کا فرق ہیں لیکن درحقیقت خالق اور مخلوق ایک ہی چیز ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت الوجود کے قائل صوفیاء کے عقائد کا خلاصہ اور نچوڑ پیش کیا ہے، جو درج ذیل ہے:

(۱: اللہ نے نہ کوئی چیز پیدا کی ہے اور نہ ان کی صورتیں بنائی ہیں، اس لیے کہ اس کے وجود کے سوا کسی اور شے کا وجود ہی نہیں۔ لہٰذا رب اپنی ذات کا خالق کیسے ہوسکتا ہے؟

(۲: اللہ نے نہ کوئی چیز پیدا کی ہے اور نہ ان کی صورتیں بنائی ہیں، اس لیے کہ اس کے وجود

---

❶ حوله أيضًا. ❷ تفسير المنار: ١٠/ ٣٧٩.

کے سوا کسی اور شے کا وجود ہی نہیں۔ لہٰذا رب اپنی ذات کا خالق کیسے ہو سکتا ہے؟

(۳: اللہ، ربّ العالمین نہیں ہے اور نہ مالک الملک ہے، اس لیے کہ اس کے وجود کے سوا کسی شے کا کوئی وجود ہی نہیں، بلکہ سب کچھ اس کی ذات ہے، لہٰذا رب اپنی ذات کا ''رب'' کیسے ہو سکتا ہے؟ (حالانکہ اللہ نے خود کو سورۃ الفاتحہ میں ربّ العالمین فرمایا ہے اس طرح یہ لوگ قرآن کو جھٹلاتے اور اس سے انکار کرتے ہیں۔)

(۴: اللہ کسی کا خالق نہیں، اس نے کسی کو کچھ نہیں دیا، کسی پر رحمت نہیں فرمائی، کسی کو ہدایت نہیں دی۔ کسی کو قسم کی کوئی نعمت عطا نہیں فرمائی، کسی کو کوئی علم نہیں سکھایا، اس کے ذریعہ نہ کسی کو خیر پہنچا نہ شر، نہ نفع نہ ضرر، نہ عطاء، نہ منع، نہ ہدایت نہ ضلالت، کیونکہ ہر چیز اللہ ہے۔ نہ کوئی عبد ہے جسے روزی دی جائے، نہ کوئی گمراہی ہے جسے ہدایت دی جائے۔ (اس طرح یہ لوگ گویا رسالت اور انبیاء و رسل کے منکر ہیں۔) [1]

قارئین! ہمارے ہاں ہمارے انتہائی قریبی دوست عبدالرحمٰن آئے تو ان کے ساتھ انہی عقائد کا حامل شفقت شاہ نامی ایک آدمی تھا، وہ کہہ رہا تھا کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں پر رحمت کی ہے، اپنا فضل کیا تو وہ سب سے بڑا جھوٹا ہے، کیونکہ وہ کسی پر بھی اپنی رحمت نہیں فرماتا اور نہ فرمائی ہے۔ کہنے لگا کہ ٹی وی پر اکثر ایک بات بیان کی جاتی ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، ایک دن میں نے اپنے گھر والوں سے کہا دیکھو میں نبی ﷺ پر سو (۱۰۰) مرتبہ درود بھیجتا ہوں یہ جملہ جب میں نے ادا کر دیا تو گھر والوں سے پوچھا کہ میں نے سو (۱۰۰) مرتبہ درود بھیجا ہے یا نہیں؟ تو جواب ہاں میں تھا، پھر کہتا ہے کہ میں نے کہا اب مجھے بتلاؤ مجھ پر اس کے بدلہ میں کون سی رحمت نازل ہوئی ہے؟ یہ سب جھوٹ ہے۔ (العیاذ باللہ)

اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق ان کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں۔ عالم عرب کے مشہور قلمکار،

---

[1] عقیدہ وحدۃ الوجود اور اتحادیوں کی تباہ کاریاں، عبدالوہاب حجازی، ص: ۱۰۹، محدث بنارس شوال سنہ ۱۴۱۰ھ

شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''فضائح صوفیہ، ص: ۴۵۔۴۴، مطبوعہ کویت'' میں رقم کرتے ہیں:

((يَعْتَقِدُ الصُّوفِيَةُ فِي الرَّسُوْلِ أَيْضًا عَقَائِدَ شَتَّى فَمِنْهُمْ مَنْ يَّزْعَمُ أَنَّ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَصِلْ إِلٰى مَرْتَبَتِهِمْ وَحَالِهِمْ وَإِنَّهُ كَانَ جَاهِلاً لِعُلُوْمِ رِجَالِ التَّصَوُّفِ كَمَا قَالَ الْبسطَامِى: خُضْنَا بَحْرًا وَقَفَ الْاَنْبِيَاءُ بِسَاحِلِهِ.))

''رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی صوفیاء مختلف عقائد رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ بلا شبہ رسول اللہ ﷺ ان کے مرتبہ و حال تک نہیں پہنچ سکتے، کیونکہ وہ اہل تصوف کے مخصوص علوم سے ناواقف تھے۔ چنانچہ (بایزید) بسطامی کا کہنا تھا کہ: ہم (معرفت کے) سمندر میں گھس گئے مگر انبیاء و رسل ساحل پر ہی کھڑے رہ گئے۔''

بہر حال شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید بیان کرتے ہیں کہ فلسفہ وحدت الوجود کے حاملین کا کہنا ہے؛

(۵: انسانوں کو اللہ اور اس کے دین کی طرف دعوت دینا ان کے ساتھ مکر و فریب ہے۔ انسان خود اپنی غایت ہے، اپنا معبود ہے، خود اللہ ہے اس سے ماوراء کوئی چیز نہیں جس کی وہ عبادت کرے یا دوسروں کو عبادت کے لیے دعوت دے۔

(۶: اللہ ہی رکوع و سجود کرتا ہے اور بندگی و اطاعت کرتا ہے۔ وہی روزہ رکھتا ہے اور بھوکا رہتا ہے۔ وہ سوتا اور جاگتا ہے۔ اسی کو بیماری لاحق ہوتی ہیں اور اسی کو شفا ملتی ہے۔ وہ تمام نقائص و عیوب سے متصف ہے۔ ہر کفر و فسق اس کے وجود کا حصہ ہے، کیونکہ اس کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔

(۷: فرعون اور دجال جیسے مدعیان الوہیت ان کے نزدیک قابل تعظیم ہیں۔ فرعون اور ابلیس دونوں عارف باللہ تھے اور ان کو نجات ملے گی۔ ان لوگوں کے نزدیک فرعون کا علم

موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تھا، کیونکہ کسی بھی چیز کی عبادت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت ہے۔ ابن عربی فرعون کے قول ﴿ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى ﴾ کی توضیح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ایک نسبت سے سب ہی رب ہیں، لیکن ان سب میں اعلیٰ وارفع میں ہوں، کیونکہ تمہارے درمیان بظاہر حکومت کا منصب بھی میرے پاس ہے۔

(۸: جن لوگوں نے لات، عزیٰ، مناۃ، ودّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر، شعری نجم، شمس، قمر، مسیح، عزیر اور ملائکہ کی عبادت کی نیز قوم نوح، عاد، ثمود، قوم فرعون، بنی اسرائیل اور جملہ مشرکین نے جتنے بتوں کی عبادت کی دراصل انھوں نے اللہ کی ہی عبادت کی! اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کی ہو، کیونکہ ہر چیز میں اللہ موجود ہے! [1]

وحدت الوجود اور وحدت ادیان:

ان لوگوں کے نزدیک ایمان وکفر وغیرہ کا تفرقہ بھی راستوں تک ہے، منزل پر نہیں۔ ہر گروہ صحیح راستے پر ہے، سلسلہ چشتیہ کے ایک مشہور بزرگ شاہ نیاز احمد بریلوی کے مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں، جن میں وحدت الوجود اور وحدتِ ادیان کی صریح وکالت کی گئی ہے۔ مثلاً:

یہ سب ادیان و ملل ہیں شاخ ہائے یک درخت
ایک جڑ سے ہیں یہ نکلی ڈالیاں سب پھوٹ پھوٹ

جو رب الحرم ہے صنم بھی وہی ہے   حرم و دیر میں یکساں دیکھتا ہوں
اسے برہمن اور اسے شیخ مانے   یہ آپس کا جھگڑا یہاں دیکھتا ہوں [2]

مولانا روم کے ملفوظات ''فیہ مافیہ'' میں لکھا ہے:

---

[1] عقیدہ وحدۃ الوجود اور اتحادیوں کی تباہ کاریاں، عبدالوہاب حجازی، ص: ۱۰۹، محدث بنارس شوال سنہ ۱۴۱۰ھ بحوالہ اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، ص: ۲۰۷، ۲۰۸۔

[2] تاریخ مشائخ چشت، از پروفیسر خلیق احمد نظامی۔

''ایمان و کفر کا تفرقہ بھی راستوں تک ہے، منزل پر نہیں۔ سب بحثیں، جھگڑیں، یہ راستہ غلط، وہ راستہ صحیح، یہ حق پر، وہ باطل پر۔ جب منزل پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ سب اختلاف راستے کے تھے اور بس، منزل مقصود سب کی ایک تھی۔'' [1]

قرآن وسنت سے اس نظریہ کا رد:

لیکن جب ہم فلسفہ وحدۃ الوجود اور وحدتِ ادیان کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو یہ گمراہ کن توہمات ﴿ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ﴾ کی طرح اڑ جاتے ہیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوٗنَ ○ ﴾ (السجدۃ : ۱۸)

''کیا جو شخص مومن ہوگا اس جیسا ہوگا جو فاسق ہوا، دونوں قسم کے لوگ برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔''

مزید فرمایا:

﴿ لَا يَسْتَوِىٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَأَصْحٰبُ الجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ ﴾ (الحشر : ۲۰)

''اہل جہنم اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے، اہل جنت ہی کامیاب لوگ ہیں۔''

مذکورہ بالا اور اس قسم کی بے شمار قرآنی آیات پکار پکار کر اعلان کر رہی ہیں کہ مومنین اور کفار کے درمیان عقیدہ و عمل کی تقسیم خود اللہ ربّ العزت نے فرمائی ہے، مگر اربابِ فلسفہ وحدۃ الوجود اس تقسیم سے راضی نہیں، سخت نالاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے شر اور فتنہ سے محفوظ رکھے۔ قرآنِ مجید اور احادیث نبویہ ﷺ اس عقیدہ کی شدت سے نفی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے باین ہے۔ ((متباين عن الخلق.)) ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وحدۃ الوجود کا نظریہ غلط اور سراسر شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

---

[1] بحوالہ افکار رومی، مولانا عبدالسلام رام پوری، ص: ۱۹۳۔

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ﴾ (طٰہٰ: ۵)

''وہ نہایت مہربان عرش پر مستوی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کی یہ صفت (استواء) سورۃ الاعراف آیت (۵۴) اور سورۂ یونس آیت (۳) میں موجود ہے۔

اکابرین وسلف صالحین سے اس فتنہ کا سدِّ باب:

جب کبھی کسی فتنہ نے سر اٹھایا تو سلف نے اس کی سرکوبی کی، لہٰذا اس فتنہ کے قلع قمع اور اس عقیدۂ شرکیہ کی بیخ کنی میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فلسفہ وحدت الوجود پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((بَطَلَ قَوْلُ اَهْلِ الْإِلْحَادِ الْقَائِلِيْنَ بِوَحْدَةِ الْوُجُوْدِ.)) [1]

''ان ملحدین کا قول باطل ہوا، جو وحدت الوجود کے قائل ہیں۔''

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب '' التفرقة بين الإسلام والزندقة '' میں لکھتے ہیں:

((وَمِنْ جِنْسِ ذٰلِكَ مَا يَدَّعِيهِ بَعْضُ مَنْ يَّدَّعِي التَّصَوُّفَ أَنَّهُ بَلَغَ حَالَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اُسْقِطَتْ عَنْهُ الصَّلٰوةُ وَحَلَّ لَهُ شُرْبُ السُّكْرِ الْمَعَاصِي فَهٰذَا مِمَّا لَا اَشُكُّ فِيْ وُجُوْبِ قَتْلِهِ إِذْ ضَرَرُهُ فِي الدِّيْنِ أَعْظَمُ.)) [2]

''ازیں قسم بعض مدعیان تصوف کا ادّعا (باطل) ہے کہ وہ عنداللہ ایسی حالت کو پہنچ گیا ہے کہ اس سے نماز ساقط ہوگئی اور اس کے لیے شراب نوشی وغیرہ گناہ حلال ہوگئے، یہ ایسی صورت ہے کہ میں اس کے قائل کے قتل کے وجوب میں کوئی شک نہیں کرتا، جب کہ اس کا دینی نقصان عظیم ہے۔''

اللہ تعالیٰ فہم حق کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (آمین)

---

[1] التفسير القيم لإبن القيم الجوزية، تفسير سورة الفاتحه.

[2] شامی، كتاب الجهاد، باب المرتد.

۵۔ فلسفہ وحدۃ الشہود

جو اسباب ہمارے معاشرے میں شرک کی ترویج کا باعث بن رہے ہیں، ان میں سے ''وحدۃ الشہود'' کا فلسفہ بھی ہے، اس کی حقیقت سیّد رشید رضا مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر المنار ۲۳۹/۱۰'' میں کچھ یوں بیان کی ہے:

((وَمَا يُسَمُّوْنَهُ الْفَنَاءَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ اَنْ يَّغِيبَ الْعَبْدُ عَنْ شُهُوْدِ نَفْسِهِ وَالشُّعُوْرِ بَارَاتِهِ وَيَبْقَى لَهُ الشُّعُوْرُ بِأَنَّهُ مَظْهَرٌ مِنْ مَظَاهِرِ بَعْضِ صِفَاتِ رَبِّهِ وَمَوْضِعُ تَجَلِّيْ مَا شَاءَ مِنْ أَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ حَتّٰى يَكُوْنَ عَزَّوَجَلَّ هُوَ الْغَالِبُ عَلٰى أَمْرِهِ ...... وَهٰذَا الْفَنَاءُ وَالشُّعُوْرُ لَا يَحْصُلُ لِمَنْ صَارَ مِنْ اَهْلِهِ إِلَّا بِقَطْعِ الْمَرَاحِلِ وَالتَّنَقُّلِ فِي الْمَرَاتِبِ الَّتِيْ مِنْ قَبْلِهِ إِلَّا الْلَّمْحَةَ بَعْدَ اللَّمْحَةِ وَالْفَيْنَةَ بَعْدا لَفَيْنَةِ وَهَذِهِ الْمَرْتَبَةُ هِيَ مَرْتَبَةُ وَحْدَةِ الشُّهُوْدِ ...... فَهَذِهِ فَلْسَفَةٌ مَادِيَّةٌ بَاطِلَةٌ اِخْتَرَعَهَا مُخَيَّلَاتُ صُوْفِيَةِ الْبُوْزِيَةِ وَالْبَرَاهِمَةِ وَهِيَ كُفْرٌ بِاللّٰهِ وَخُرُوْجٌ عَنْ مِلَلِ جَمِيْعِ رُسُلِ اللّٰهِ وَقَدْ فُتِنَ بِهَا بَعْضُ صُوْفِيَةِ الْمُسْلِمِيْنَ .))

''فلسفہ وحدت الشہود کو عام طور پر لوگ ''فنا فی اللہ'' سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کی حقیقت کچھ یوں بیان کی جاتی ہے کہ بندہ اپنی ذات کے شہود کو فراموش کردے اور اپنے عزم واحساس سے غافل ہو جائے، اور یہ سمجھنے لگ جائے کہ وہ صفات الٰہیہ میں سے کسی ایک صفت کا مظہر ہے، اور اس کے اسماء میں سے کسی اسم کی جلوہ گاہ ہے اور امر الٰہی کے سامنے بالکل بے بسی کا اظہار کرے۔

اور جب کئی ابتدائی منازل اور مشکل ترین مراحل طے کرنے کے بعد کسی شخص کو

یہ مقام حاصل ہوجاتا ہے تو وہ دائمی اور استقلالی نہیں ہوتا بلکہ یہ سعادت کبھی کبھی اور گاہے گاہے ایک آدھ لمحہ کے لیے حاصل ہوتی ہے، اس مرتبہ کو'' وحدت الشہود'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

جو کہ ایک باطل مادی نظریہ ہے، جسے ہندو برہمنوں اور بدھ مت کے جوگیوں کے تخیلات سے مستعار لیا گیا ہے۔اس عقیدہ کو اپنانے اور اختیار کرنے کے بعد انسان کافر اور جمیع انبیاء ورسل کی ملل وادیان سے خارج ہوجاتا ہے، اور نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ بہت سے مسلمان کہلانے والے صوفی منش لوگ بھی اس فتنہ کی زد میں آ گئے۔''

آج بھی علی ہجویریؒ کے دربار کے مین گیٹ (Main Gate) پر مرقوم ہے:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

مذکورہ بالا شعر اسی فلسفہ کے کسی دلدادہ کا کہا ہوا ہے۔

تاریخ فلسفہ وحدۃ الشہود:

کہا جاتا ہے کہ یہ نظریہ ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کے مقابلہ میں شیخ علاء الدولہ سمنانی المتوفی سنہ ۷۳۶ھ نے ایجاد کیا اور برصغیر پاک و ہند میں مجدد الف ثانی سرہندی نے اسے اوج کمال تک پہنچایا، مگر امر واقعہ یہ ہے کہ یہ فلسفہ ابتداء ہی سے تصوف کے ہر سلسلہ میں موجود رہا ہے۔ ابو اسماعیل ہردی (المتوفی سنہ ۴۸۱ھ) اس کے مبلغ اعظم ہیں اور علی ہجویری (المتوفی سنہ ۴۶۵) بھی اسی عقیدہ کے حامل ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب '' **کشف المحجوب** '' میں بایزید بسطامی کا ایک قول نقل کرتے ہیں، جو شطحیات کی قبیل سے ہے۔ بایزید بسطامی کہتے ہیں:

((سُبْحَانِیْ مَا أَعْظَمُ شَانِيْ.))

''میں پاک ہوں، میری عظمت کے کیا کہنے۔''

درحقیقت ان نظریات ثلاثہ (وحدت الوجود، شہود اور حلول) کے ایجاد کی غرض صرف یہ تھی کہ خالق ومخلوق، عابد ومعبود کا وہ فرق باقی نہ رہے، جو ذوق خدائی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

وحدت الشہود کے حاملین اپنے شرکیہ عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے صحیح بخاری کی مندرجہ ذیل حدیث قدسی پیش کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

((وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدُهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ.)) [1]

''اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کرکے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں، پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں۔''

ازالہ

(۱) اس حدیث پاک کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ بندہ عین اللہ ہو جاتا ہے جیسا کہ معاذ اللہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم: ٦٥٠٢.

ان لوگوں کا کہنا، بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ میری عبادت میں غرق ہو جاتا ہے اور مرتبۂ محبوبیت پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے حواس ظاہری و باطنی سب شریعت کے تابع ہو جاتے ہیں وہ ہاتھ، پاؤں، کان اور آنکھ سے صرف وہی کام لیتا ہے جس میں میری مرضی ہے۔ خلافِ شرع اس سے کوئی کام سرزد نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابن دقیق العید ''شرح اربعین نووی، ص:۴۶'' میں کہتے ہیں:

''یہ اس کی ولایت کی علامت ہے، جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اس کو نہیں سنتا، جس کے سننے کی شریعتِ اسلامیہ اجازت نہیں دیتی، اور خلاف شرع کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے اور نہ ہی اس کام کی طرف چلتا ہے جس کے کرنے کی شرعی اجازت نہیں دیتی۔'' انتہیٰ

''اور یہ عام استعمال ہے کہ فلاں حاکم کی زبان ہے، یعنی حاکم اس کے مشورہ کے بغیر بات نہیں کرتا ہے، وہی کہتا ہے جو فلاں کہتا ہے۔'' [1]

(۲) ''یا یہ فرمان علی سبیل التمثیل ہے، یعنی میں اس طرح اس کا سمع و بصر ہوتا ہوں کہ وہ میری اطاعت و خدمت کو ایسا ہی محبوب سمجھتا ہے، جیسا کہ اپنے ان اعضاء کان، آنکھ وغیرہ کو۔'' [2]

(۳) یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ میں اس کے ہر مقصد کو اس طرح فوری طور پر پورا کرتا ہوں، جیسا کہ اپنے ان اعضاء سے مقصد لے رہا ہے کیونکہ اس کا ایسا کوئی مقصد نہ ہوگا، جس میں رضاءِ الٰہی نہ ہو۔ یہ تفسیر خود اس حدیث میں ہے کہ؛

((لَئِنْ سَأَلَنِیْ لَأُعْطِیَنَّهُ وَلَئِنْ اِسْتَعَاذَنِیْ لَأُعِیْذَنَّهُ .))

''اگر اس نے مجھ سے مانگا میں ضرور دوں گا۔ اگر اس نے پناہ طلب کی تو اپنی حفاظت میں لے لوں گا۔''

کیونکہ ویسے بھی تو ہر ایک سائل کو سوال ملتا ہے اور ہر ایک پناہ مانگنے والے کو پناہ ملتی

---

[1] توحید خالص، از بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ، ص:۳۵۹۔ [2] حواله أیضًا.

ہے، مگر جو اللہ کے مقرب بندے ہیں، ان کی دعا اور استعاذہ اور مقام رکھتے ہیں، ان تین جوابوں کو امام ابن الجوزی نے بھی "دفع شبهة اللتشبيه، ص: ۴۷" میں ذکر کیا ہے۔ [1]

(۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، اہل بیت رضی اللہ عنہم اور سوا چودہ سو سال میں شہادت پانے والے لاکھوں سارے کے سارے اولیاء اللہ ہیں اور اگر اولیائے کرام کے اجسام اور اعضائے جسمانی اللہ بن جائیں تو اللہ کی ذات کے اتنے حصے اور ٹکڑے ہو جائیں کہ ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہو جائے، لہٰذا یہ نظریہ باطل و مردود ہے۔

(۵) سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کوہِ طور پر جانے لگے تو اپنا نائب سیّدنا ہارون علیہ السلام کو مقرر کر دیا، لیکن بنی اسرائیل، سیّدنا ہارون علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود شرک کرنے لگے، یعنی بچھڑے کے اردگرد جمع ہو گئے اور اس کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور جب موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام اور دیگر مومنوں سے کہا کہ تم لوگوں نے میری بڑی بری نیابت کی ہے، چالیس دن تک بھی راہِ راست پر قائم نہیں رہ سکے اور بت پرستی شروع کر دی۔ اور اللہ اور اس کے دین کی خاطر فرطِ غضب میں تختیوں کو زمین پر پٹخ دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ تختیاں پتھر کی تھیں، ٹوٹ گئیں۔ انھوں نے سمجھا کہ ہارون علیہ السلام سے تقصیر ہوئی ہے، اسی لیے ان کے سر کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے۔

قارئین کرام! اگر اولیاء کرام کے اعضاء کو اِلٰہ تسلیم کیا جائے تو اس واقعہ میں اِلٰہ کا اِلٰہ پر ناراض ہونا، اِلٰہ کا اِلٰہ کو پکڑنا اور اللہ کا اللہ کو سزا دینا لازم آئے گا اور یہ استلزام قطعی طور سے مردود اور باطل ہے۔

---

[1] حواله أيضًا.

۶۔نظریہ حلول

حلول کیا ہے؟

۱۔ ((اَلْحُلُوْلُ الْجَوَارِیُ: عِبَارَةٌ عَنْ كَوْنِ اَحَدِ الْجِسْمَيْنِ ظَرْفًا لِلْآخَرِ كَحُلُوْلِ الْمَاءِ فِی الْكُوْزِ.))

''حلول جواری یہ ہے کہ دو جسم اس طرح ایک ہو جائیں کہ وہ ایک دوسرے کا محل وظرف بن جائیں، جس طرح کہ پانی لوٹے میں حلول کر جاتا ہے۔''

۲۔ ((اَلْحُلُوْلُ السَّرَيَانِیُ عِبَارَةٌ عَنْ اِتِّحَادِ الْجِسْمَيْنِ بِحَيْثُ تَكُوْنُ الْاِشَارَةُ اِلَی اَحَدِهِمَا اِشَارَةٌ اِلَی الْآخَرِ كَحُلُوْلِ مَاءِ الْوَرْدِ في الْوَرْدِ فَيُسَمّٰی السَّارِیُ: حَالًا ، وَالْمَسْرِيُ فِيْهِ مَحَلًّا.)) [1]

''حلول سریانی کا معنی یہ ہے کہ دو جسم اس اعتبار سے ایک ہو جائیں (دو قالب یک جسم) کہ ایک کی طرف اشارہ کیا جائے تو وہ خود بخود دوسرے کی طرف اشارہ ہو، جیسا کہ پھول کا پانی پھول کے پانی میں حل ہو جاتا ہے، پس جب وہ پانی چل کر دوسرے پانی میں داخل ہو جاتا ہے تو چلنے والے کو حال: حلول کرنے والا، اور جس میں داخل ہوا وہ محلّ، حلول کا محل کہلائے گا۔''

تاریخ عقیدہ حلول:

اس عقیدہ کی تاریخ حتمی اور بالجزم طور پر بتانا تو مشکل ہے، ہاں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عقیدہ یہودیوں اور عیسائیوں اور عقائد ہندومت کا اہم جزء ہے۔

ہاں البتہ یہ بات حتمی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اس عقیدہ کا پرچار کرنے والا پہلا شخص عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ (جس نے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں منافقانہ طور پر اسلام قبول

[1] کتاب تعریفات للجرجانی، ص: ٦٧ (١١١،١٠٠).

کیا تھا۔)

اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اللہ علی رضی اللہ عنہ کے اندر حلول (داخل ہوگیا) کر گیا ہے۔ ❶

اس کے بعد بہت سارے لوگوں نے اپنے اپنے مقتداء کے بارے دعویٰ کیا کہ اس میں اللہ داخل ہوگیا ہے اور کچھ نے کہا اللہ خود ہمارے اندر داخل ہوگیا ہے۔ ❷

پھر حاجی بیکتاشی ۱۲۸۱م/۶۸۰ھ تا ۱۳۳۷م/۷۳۸ھ نے اس کو سلسلہ کے طور پر چلایا۔

اور پھر کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا کہ اللہ ہر خوبصورت جسم میں داخل ہوجاتا ہے اور وہ ان کو سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ ❸

اور کچھ نے بعض عورتوں کے بارے دعویٰ کیا ان میں اللہ حلول کر گیا ہے، اس عقیدہ کے حامل لوگوں کے اقوال واسماء نقی احمد ندوی نے اپنی کتاب ''تصوف کو پہچانیے'' کے صفحہ ۲۵ تا ۵۸ پر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اور پھر کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا کہ کائنات کی ہر چیز میں (معاذ اللہ) اللہ حلول کیے ہوئے ہے۔ جس طرح کہ حسن رضوان سنہ ۱۳۱۰ھ متوفی اپنے دیوان روض القلوب میں یہ اشعار لکھتا ہے:

فَلَيْسَ فِي الْوُجُوْدِ شَيْءٌ يُشْهَدُ
سِوَاهُ فَالْأَشْيَاءُ بِهِ تَوَحَّدَ

''موجودات میں کوئی شئے نہیں ہے، جس کا مشاہدہ کیا جاسکے، مگر وہی ذات الٰہی ساری اشیاء کے اندر وہی مضمر ہے۔ (یعنی حلول کیے ہوئے ہے۔)'' ❹

اس طرح کے مزید عقائد کے لیے مذکورہ کتاب کا صفحہ نمبر ۶۲ تا ۷۱ کا مطالعہ کیجیے۔

---

❶ الفرق بين الفرق، ص: ۲۲۵.

❷ تفصیل کے لیے دیکھئے: الفرق بين القرق، ص: ۲۲۵ تا ۲۳۸.

❸ دیکھئے: الفرق بين القرق، ص: ۲۲۶.

❹ تصوف کو پہچانیے، از نقی احمد ندوی، ص: ۶۸.

حلول کب ہوتا ہے؟

اس نظریہ کے حامل لوگوں کا یہ ذہن ہے کہ اگر کوئی شخص غیر معمولی ریاضتوں کے ذریعہ نفس کی صفائی اور روح کی بالیدگی پیدا کرے یا کسی کو ورثہ میں یہ چیزیں ملی ہوں تو ذات خداوندی اس کے اندر حلول کر جاتی ہے یعنی لاہوت ناسوت میں اور موجد موجود میں اتر آتا ہے اسی لیے ہندوؤں کے رسی منی اور بدھ مت کے بھکشو و پیر جنگلوں اور پہاڑوں میں گوشہ نشین ہو کر سخت ریاضتیں کرتے ہیں۔

یہی نظریہ عیسائیوں کا بھی ہے اور ان کی غیر معمولی ریاضتیں تاریخ کا جز بن چکی ہیں ان کے ریاضت کرنے والے اپنے بدن کو رسیوں کے ذریعہ ستون سے باندھ کر ایک ہی حالت میں قائم رہنے کی کوشش کرتے تھے، یہاں تک کہ دن گزرتے جاتے اور رسی ان کے گوشت کو کاٹ کر اندر اترتی چلی جاتی اور زخم پیدا ہو کر ان میں کیڑے پڑ جاتے، لیکن یہ لوگ اپنی یہ ریاضت ختم نہ کرتے، بلکہ اس میں اضافہ کے لیے برابر کوشاں رہتے۔ زخم کے کیڑوں میں سے کوئی کیڑا اگر گر کر الگ ہو جاتا تو وہ اس کو پھر اٹھا کر زخم پر ڈال دیتے اور کہتے کہ کھا جو تجھ کو تیرے مالک نے دیا ہے۔ (اس کی تفصیل کے لیے مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ترجمان سورۂ کہف کا مطالعہ فرمائیے۔)

یہی حالت ہے آج، آپ پاکستان ملک کے بعض جنگلوں اور پہاڑوں پر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ اور عقیدہ حلول:

شریعت اسلامیہ اس عقیدہ کا سختی سے رد کرتی ہے سلف صالحین اس سے نالاں اور ہم اس سے اظہار برأت کرتے ہیں۔

(۱) اس بات کا ردّ کہ اللہ آدم میں حلول کر گیا تھا۔

شیطان نے آدم علیہ السلام کو یوں بہکایا تھا:

﴿ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا

مِنَ الْخٰلِدِيْنَ o وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ o فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ط ﴾ (الاعراف : ۲۰ تا ۲۲)

'' (اور شیطان نے ان دونوں سے کہا) تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتہ نہ بن جاؤ یا جنت میں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ بن جاؤ اور ان دونوں کے سامنے خوب قسمیں کھائیں کہ میں تم دونوں کا بے حد خیر خواہ ہوں چنانچہ اس نے ان دونوں کو دھوکہ دے کر اپنے جال میں پھانس لیا، پس جب دونوں نے اس درخت کو چکھا......''

استدلال:

ثابت ہوا کہ ان دونوں نے اس درخت کو اس لیے کھایا کہ وہ مَلک (فرشتے) بن جائیں یا خلود حاصل کریں، اگر آدم علیہ السلام کے اندر (معاذ اللہ) اللہ خود موجود ہوتا تو ہرگز وہ ایسی تمنا نہ کرتے کیونکہ کون ایسا بیوقوف ہے، جس کے اندر اللہ جل شانہ موجود ہو وہ پھر بھی اس سے گھٹیا صفت کی خواہش کرے کہ میں فرشتہ بنوں یا کچھ اور۔

(۲) اس بات کا ردّ کہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حلول کر گیا تھا۔

﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ o ﴾ (العلق : ۱۹)

''اور اپنے رب کے سامنے سجدہ کیجیے اور اس کا قرب حاصل کیجیے۔''

استدلال:

(۱) اگر اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ہوتا تو یہ حکم کس نے دیا اور کیسے دیا؟

(۲) اگر اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو مؤمنہ نہ کہتے، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا تھا کہ؛

((اَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَتْ فِي السَّمَاءِ. قَالَ مَنْ اَنَا؟ قَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. قَالَ اَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.)) [1]

---

[1] مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ونسخ ما کان من اباحتہ : ۱۱۹۹.

”اللہ کہاں ہے؟ اس عورت نے کہا آسمان میں۔ فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔“

اگر اس کی یہ بات غلط ہوتی اور اللہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ میں موجود ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے تو مومنہ نہیں ہے، بلکہ اللہ تو میرے اندر موجود ہے اور تو کہتی ہے کہ وہ آسمان میں ہے۔ (تعالی اللہ عنہ ذلک وتقدس)

جب اللہ آپ ﷺ میں نہیں ہوسکتا تو پھر علی رضی اللہ عنہ اور دیگر انسانوں میں تو بالاولیٰ نہیں ہے۔

(۳) کیا اللہ ہر انسان کے روپ میں ہے؟

یہ عقیدہ بھی سراسر غلط ہے، کیونکہ حدیث میں آتا ہے:

((اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مجری الدم.)) [1]

”کہ شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔“

اور اس سے بڑھ کر یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى اَصْبَحَ مَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي اُذُنِهِ.)) [2]

خلاصہ حدیث رسول ﷺ یہ کہ جب انسان سوجاتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کردیتا ہے۔

اگر اللہ ہر انسان میں ہو تو (معاذ اللہ) جس کے اندر اللہ ہو اور اس میں شیطان بھی دوڑے اور اس کے کان میں پیشاب بھی کردے۔

((تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ ، نُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَنُقَدِّسُهُ.))

---

[1] مسلم، کتاب السلام، باب بیان انه یستحب عن رؤی خالیا بامرأة ...... ۲۱۷۴.

[2] بخاری، کتاب التھجد، باب اذا نام و لم یصل بال الشیطان فی اذنه: ۱۱۴۴.

(۴) کیا اللہ ہر چیز میں ہے؟

عقائد میں سے یہ عقیدہ بدترین عقیدہ ہے اور نظریات میں سے بدترین نظریہ ہے اور اس کے ماننے والے بدترین انسانوں میں سے بھی بدتر ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ: ۵)

''رحمٰن اپنے عرش پر مستویٰ ہے۔''

اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ ﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

''کہ اس ذات کی مانند تو کوئی بھی چیز نہیں ہے وہ تو سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

ہمارے رب کی صفات کو اس کے اسماء حسنیٰ میں گزر چکی ہیں۔

حلولیوں کا الٰہ:

حلولیوں کے عقیدہ کے مطابق ان کا خدا کبھی بچہ ہوتا ہے، کبھی بچی، کبھی شوہر، کبھی بیوی اور کبھی گلی کے بچوں سے پٹتا ہے تو کبھی بچے اسے پتھر مارتے ہیں......

﴿ فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾

اس عقیدہ کے متعلق فتاویٰ و آراء:

(۱) علامہ ابن حزم اندلسی المتوفی سنہ ۴۵۶ھ فرماتے ہیں:

((وَاَمَّا مَنْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ هُوَ فُلَانٌ لِاِنْسَانٍ بِعَيْنِهٖ اَوْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَحِلُّ فِيْ جِسْمٍ مِنْ اَجْسَامِ خَلْقِهٖ اَوْ اَنَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا غَيْرَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فَاِنَّهٗ لَا يَخْتَلِفُ اثْنَانِ فِيْ تَكْفِيْرِهٖ.)) [1]

''جو شخص کسی معین انسان کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ وہی انسان ہے

---

[1] الفصل فی الملل والاهواء والنحل، باب الکلام فیمن یکفر ولا یکفر ۲/ ۲۶۹.

یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلوق میں سے کسی کے جسم میں حلول کر گیا ہے......تو اس کی تفکیر میں آج تک دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔''

(۲) سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

''اس میں نصاریٰ کا ردّ کہ الٰہ غذا کا محتاج نہیں ہوسکتا تو جو غذا کھائے جسم رکھے اس جسم میں تحلیل واقع ہو۔ غذا اس کا بدل بنے وہ کیسے الٰہ ہوسکتا ہے۔'' ❶

(۳) مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کے متعلق جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان کلمات کا ایک اور معنی بھی ہوسکتا ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا میں نزول مانے اور اسے مخلوق کی سطح پر لے آئے یا مخلوق کو اس کے جائز منصب سے بڑھائے اور خدائی درجے پر پہنچا دے۔ پھر ان دونوں میں اتحاد وحلول مانے کبھی خدا کو رسول کہے اور کبھی رسول کو خدا کہے، یہ عقیدہ خالصتاً کفر وشرک ہے۔

یہ کہنا کہ فنا فی اللہ ہوکر بندہ خدا کے برابر ہو جاتا ہے خالص شرک ہے، ایسے جاہل کو فوراً توبہ کرنا لازم ہے ورنہ اسے چھوڑ دیں اس سے تعلق اس طرح رکھیں جیسے مسلمان اور مشرک کا تعلق۔'' ❷

---

❶ تفسیر خزائن العرفان مع کنز الایمان، تفسیر "سورة المائدہ" آیت: ۷۵، حاشیہ نمبر: ۱۹۳۔

❷ منہاج الفتاویٰ: ۱/ ۴۹۲.

۷۔غلو(تجاوز فی التعظیم)

شرک کا ایک چور دروازہ تجاوز فی التعظیم ''غلو'' ہے جس کی ابتداء محبت سے ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں نہایت پرزور اور رُعب دار الفاظ کے ذریعے ''غلو'' سے منع کیا گیا ہے، بلکہ ''غلو'' کی تحقیر کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ اِنَّمَا الۡمَسِيۡحُ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﴾ (النساء: ۱۷۱)

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کی شان میں حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول تھے۔''

اس لیے کہ ہر دور میں یہ برائی ان کے اندر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پائی گئی۔ انہوں نے دین میں رہبانیت اور عورتوں سے کنارہ کشی کو ایجاد کیا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرَهۡبَانِيَّةَ ۨابۡتَدَعُوۡهَا مَا كَتَبۡنٰهَا عَلَيۡهِمۡ اِلَّا ابۡتِغَآءَ رِضۡوَانِ اللّٰهِ ﴾ (الحدید: ۲۷)

''اور جو ''رہبانیت'' کی بدعت انہوں نے پیدا کی، اُسے ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا، مگر انہوں نے اللہ کی رضا کی چاہت میں ایسا کیا تھا۔''

اور اپنے علماء اور راہبوں کو اپنا معبود بنالیا اور بلکہ عیسی علیہ السلام کو اللہ کا مقام دے دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَ رُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَ الۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ ﴾ (التوبۃ: ۳۱)

''ان لوگوں نے اپنے عالموں اور اپنے عابدوں کو اللہ کی بجائے معبود بنالیا اور مسیح

ابن مریم کو بھی۔''

نبی آخر الزماں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ عیسائیوں کی کل گمراہی کی بنیاد یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو الٰہ قرار دے دیا ہے تو آپ ﷺ نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ اپنے آپ کو ''محمد رسول اللہ ﷺ '' کہلائیں، بلکہ یہ بھی حکم دیا کہ لوگ ان کے ''بندہ'' ہونے کی شہادت بھی دیں۔ چنانچہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ.)) [1]

''تم میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے سلسلہ میں غلو سے کام لیا، میں اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''

حالی نے انہی الفاظ کو اپنے انداز سے کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا بیٹا نہ بنانا
میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انساں ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اس طرح ہوں میں بھی ایک اس کا بندہ
بنانا نہ تُربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پر سر خم تم

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحدود، رقم: ٦٨٣٠۔ شرح السنة، باب تواضعه صلى الله عليه وسلم، رقم: ٣٦٨١۔ مسند أحمد: ٢٣/١، رقم: ١٥٤.

آپ بالیقین سیدِ ولد آدم ہیں، سید الأنبیاء والمرسلین ہیں، مگر آپ نے اپنے آپ کو سیّد تک کہنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ سیدنا عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں بنو عامر کے وفد میں جب دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا تو ہم لوگوں نے عرض کیا، کہ آپ ﷺ ہمارے ''سید'' (آقا) ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''سید'' تو اللہ ہے، پھر ہم نے کہا: آپ ﷺ ہم سے افضل ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((قُولُوا بِقَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجِيرَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ.)) ❶

''اچھا یہ کہہ لو، لیکن شیطان تم کو اپنا وکیل نہ بنا لے۔''

شریعت محمدیہ میں توحید الٰہی کو اتنا اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے اور شرک کے رخنوں کو اس سختی سے بند کیا گیا ہے کہ اسم پاک کے ساتھ متصل کسی انسان کے نام کے ذکر کی اجازت نہیں، حتی کہ آپ ﷺ نے اپنی ذات اور اپنے نام کے ذکر کی بھی اجازت نہیں دی۔ ایک دن ایک شخص نے سلسلہ کلام آپ ﷺ سے کہہ دیا:

((مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ.))

''جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں۔''

آپ ﷺ نے فوراً اس سے منع فرمایا اور کہا:

((اَجَعَلْتَنِىْ لِلّٰهِ نِدًّا ، بَلْ قُلْ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ.)) ❷

''تو نے مجھے اللہ کا ہم سر اور مقابل ٹھہرا دیا، بس یوں کہو جو صرف اللہ تنہا چاہے۔''

سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کے نزدیک حیرہ شہر گیا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے ''مرزبان'' (بادشاہ) کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپ تو زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں؟ جواباً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ سنن ابو داؤد، کتاب الأدب، رقم الحديث: ٤٨٠٦۔ مسند أحمد: ٢٤٩/٣۔ صحيح أبو داؤد للألبانی: ١٨٠/٣.

❷ مسند أحمد: ٢١٤/١، رقم: ١٨٣٩۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ١٣٦۔١٣٩، ١٠٩٣.

((أَرَأَيتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ؟ قُلْتُ: لَا ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوْا، لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَّسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ.)) ❶

''اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرتا تو کیا تو اُسے سجدہ کرتا؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اب بھی ایسا نہ کرو، اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ (اللہ کے علاوہ) کسی کو سجدہ کرے، تو میں عورتوں کو کہتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں، اس حق کی وجہ سے کہ جوان پر ان کے خاوندوں کا ہے۔''

شریعت نے بادشاہوں اور سرداروں کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونے سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ مطلق (قیام) کھڑا ہونے سے روک دیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اسے غلو اور شرک کے قریب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

((فَإِنَّ الْعَجَمَ كَانَ مِنْ أَمْرِهِمْ أَنْ تَقُوْمَ الْخَدَمُ بَيْنَ يَدَى سَادَتِهِمْ وَالرَّعِيَّةُ بَيْنَ أَيْدِىْ مُلُوْكِهِمْ وَهُوَ مِنْ أَفْرَاطِهِمْ فِى التَّعْظِيْمِ حَتّٰى كَادَ يُتَاخِمُ الشِّرْكَ فَنُهُوْ عَنْهُ.)) ❷

''عجم کا معمول تھا کہ خدام اپنے سرداروں کے سامنے اور رعیت اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے تھے، اور یہ تعظیم میں افراط ہے، یہاں تک کہ شرک کے قریب ہے، لہٰذا اس سے روک دیا گیا۔''

سجدہ تو سجدہ اور قیام تو قیام! شریعت اسلامیہ نے بندے کو بندے کے آگے برائے نام جھکنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ ''فقہاء عظام نے جھکنے سے نہ صرف منع فرمایا ہے بلکہ اسے فعل مجوس قرار دیا ہے۔'' ❸

سجدہ، قیام اور انحناء کی طرح کسی کی تعظیم کے لیے اس کے سامنے بیٹھ کر زمین کو چومنا

---

❶ سنن أبو داود، كتاب النكاح، باب في حق الزوج على المرأة، رقم: ٢١٤٠۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ إرواء الغليل، رقم: ١٩٩٨۔ مستدرك حاكم: ١٨٧/٢

❷ حجة الله البالغة: ٥٤٩/٢ ❸ فتاویٰ عالمگیری جلد: ٤، کتاب الكراهية، باب: ٢٨

بھی شریعت میں حرام ہے۔ کیونکہ یہ بھی سجدہ کے مشابہ ہے، چنانچہ درمختار "کتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء" میں ہے:

((وَكَذَا مَا يَفْعَلُوْنَهُ مِنْ تَقْبِيْلِ الْاَرْضِ بَيْنَ يَدَيِ الْعُلَمَاءِ وَالْعُظَمَاءِ فَحَرَامٌ وَالْفَاعِلُ وَالرَّاضِیُ بِهِ آثِمَانِ لِأَنَّهُ يَشْبَهُ عِبَادَةَ الْوَثْنِ.))

"اور اسی طرح علماء وعظماء کے سامنے زمین بوسی حرام ہے، ایسا کرنے والا اور اس فعل پر راضی رہنے والا دونوں گنہگار ہیں، کیونکہ یہ فعل بت پرستی کے مشابہ ہے۔"

حد ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ضمیر میں اپنی شرکت کو گوارا نہ فرمایا۔ بروایت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ، ایک خطیب نے نبی ﷺ کے سامنے خطبہ دیا ، اور (دورانِ خطبہ) کہا:

((مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا......))

"یعنی جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے راہ راست پالیا، اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی۔"

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((بِئْسَ الْخَطِيْبُ أَنْتَ ، قُلْ: وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ.)) [1]

"تو بُرا خطیب ہے، تم یوں کہو: جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔"

خطیب نے اطاعت کے سلسلے میں تو اللہ اور رسول ﷺ کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا، لیکن معصیت کے سلسلے میں دونوں کو ایک ہی ضمیر سے ذکر کر دیا، یعنی ((وَمَنْ يَّعْصِهِمَا)) کہا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ اپنی اس ضمیر کی شرکت کو برداشت نہیں کیا، اور انتہائی جوش وجلال میں آکر فرمایا: "تو بُرا خطیب ہے۔"

ہو جس پہ عبادت کا دھوکا مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر
جو خاص الٰہ کا حصہ ہے، بندوں میں اسے تقسیم نہ کر

---

[1] صحیح مسلم ، کتاب الجمعة، رقم: ۲۰۱۰

۸۔اکابر پرستی

''غلو'' اور ''تجاوز فی التعظیم'' کا لازمی نتیجہ ''اکابر پرستی'' ہے۔دنیا میں سب سے پہلے شرک اسی ذریعہ سے آیا۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عزیر علیہ السلام اور دوسرے ود،سواع، یغوث، یعوق اورنسر کو الٰہ بنا ڈالا گیا،ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ﴾ (التوبة: ۳۰)

''اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں،اور نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ علیہا السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔''

اور قوم نوح علیہ السلام نے کہا:

﴿ لاَ تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلاَ تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلاَ سُوَاعًا وَّلاَ يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴾ (نوح: ۲۳)

''کہ تم لوگ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو، اورتم ''ود'' کو نہ چھوڑو، اور نہ ''سواع'' کو اور نہ ''یغوث'' اور ''یعوق'' اور ''نسر'' کو۔''

قوم کے سرغنوں نے عوام الناس کو اکابر پرستی پر اُبھارتے ہوئے کہا کہ جن معبودوں کی ہمارے اورتمہارے آباء پرستش کرتے آئے ہیں،انہیں ہرگزنہیں چھوڑو،اوراُن کی عبادت پر سختی کے ساتھ جمے رہو،تم لوگ اپنے معبودوں ودّ،سواع، یغوث، یعوق اورنسر کوکسی حال میں فراموش نہ کرو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قومِ نوح جن معبودوں کی پرستش کرتی تھی:

((أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا هَلَكُوْا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوْا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ أَنْصَابًا وَسَمُّوْهَا بِأَسْمَائِهِمْ ، فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَد حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَٓئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ.)) ❶

''ود، سواع، یغوث، یعوق اورنسر قوم نوح میں نیک لوگوں کے نام تھے، جب وہ لوگ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ان کے بیٹھنے کی جگہوں پر ان کے ناموں کے مجسمے بنا کر گاڑ دو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب وہ لوگ مر گئے، اور ان کے درمیان سے علم اُٹھ گیا تو اُن مجسموں کی عبادت کی جانے لگی۔''

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ السَّلَفِ: فَلَمَّا مَا تُوْا عَكَفُوْا عَلىٰ قُبُوْرِهِمْ ثُمَّ صَوَّرُ وَاتَمَاثِيْلَهُمْ ثُمَّ طَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَعَبَدُوْهُمْ.)) ❷

''اکثر سلف کا یہ کہنا ہے کہ جب یہ لوگ فوت ہو گئے تو لوگ ان کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ گئے، اور پھر جب کچھ عرصہ گزر گیا تو انہوں نے ان کی تصویریں بنالیں، اور پھر ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔''

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن قیس کا قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((كَانُوا قَوْمًا صَالِحِيْنَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ ، وَكَانَ هُمْ أَتْبَاعٌ يَقْتَدُوْنَ بِهِمْ، فَلَمَّا مَاتُوا قَالَ اَصْحَابُهُمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَقْتَدُوْنَ بِهِمْ: لَوْ صَوَّرْنَا هُمْ كَانَ اَشْوَقُ لَنَا إِلَى الْعِبَادَةِ إِذَا ذَكَرْنَا هُمْ ، فَصَوَّرُوْهُمْ ، فَلَمَّا مَاتُوا وَجَاءَ آخَرُوْنَ رَبَّ إِلَيْهِمْ إِبْلِيْسُ ، فَقَالَ: إِنَّمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ

❶ صحيح بخاری، كتاب التفسير، رقم الحديث: ٤٩٢٠.

❷ إغاثة اللهفان : ١/٢٨٧.

وَبِهِمْ يُسْقَوْنَ الْمَطَرَ ، فَعَبَدُوهُمْ.)) [1]

''یہ اولاد آدم کے صالح لوگ تھے، جن کے کچھ متبعین اُن سے عقیدت رکھتے تھے۔ جب یہ لوگ وفات پا گئے ،تو اُن کے معتقدین نے کہا کہ اگر ہم اُن کی تصویریں بنالیں، تو عبادت میں ہمارا شوق و ذوق زیادہ ہو جائے گا۔ ہم نے یہ مجسمے بنالیے۔ جب یہ لوگ (مجسمے بنانے والے) وفات پا گئے اور دوسری نسل کے لوگ آئے ،تو شیطان اُن کے پاس آیا اور کہا ،کہ تمہارے باپ دادا تو ان تصویروں اور مجسموں کی پرستش کرتے تھے اور انہی بتوں کی وجہ سے اُن پر بارش ہوا کرتی تھی ، یہ باور کرایا تو نئی نسل والوں نے اُن بتوں کی پرستش شروع کر دی۔''

معلوم ہوا کہ بت پرستی کا آغاز بزرگوں، اولیاء اور اصحاب القبور کی اندھی عقیدت سے ہوا تھا، اور بُت پرستی درحقیقت اکابر پرستی ہے۔ بت تو صرف یادگار کے طور پر پوجے جاتے تھے۔ اصل مقصد اُن اولیاء اور اکابر کی پرستش تھا جن کے نام پر یہ بت اور مجسمے بنائے گئے تھے۔ جس طرح کہ آج کے قبر پرستوں کی نیت اصحاب القبور کی پرستش کرنا ہوتی ہے اور قبور صرف یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

سیدنا نوح علیہ السلام اسی بُت پرستی اور اکابر پرستی کی تردید کے لیے مبعوث ہوئے تھے، دجلہ اور فرات کے درمیان سرزمین عراق میں انہوں نے توحید کی دعوت کا آغاز فرمایا اور (۹۵۰) سال تک یہ کام جاری رہا۔

تاریخ کے مختلف ادوار میں ''شاہ پرستی'' کا شرک موجود رہا ہے۔ بادشاہوں کو دیوتا سمجھ کر اُنہیں سجدے بھی کیے گئے ہیں اور عوام کو بادشاہوں کے غلاموں کی حیثیت بھی دی گئی ہے۔ اسی غلامانہ اور مشرکانہ ذہنیت کی بیخ کنی کی خاطر مسلمانوں کے لیے ''شہنشاہ'' نام رکھنا ممنوع قرار دیا گیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] تفسیر ابن جریر : ۲۵۴/۱۲، سورة نوح.

((أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ.)) ❶

''قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بدترین نام اس کا ہوگا جو اپنا نام ''ملک الأملاک'' رکھے۔''

مولانا داؤد راز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''لفظ أخنیٰ کے معنی بہت ہی بدترین، بہت ہی گندہ کے ہیں کہ لوگ کسی کا نام بادشاہوں کا بادشاہ رکھیں۔ ایسے نام والے قیامت کے دن بدترین لوگ ہوں گے۔'' ❷

ایک اور روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں:

((أَخْنَعُ الْأَسْمَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ قَالَ سُفْيَانُ يَقُولُ غَيْرُهُ تَفْسِيرُهُ شَاهَانُ شَاهُ)) ❸

''اللہ کے نزدیک سب سے بدترین ناموں میں سے اس کا نام ہوگا جو ''ملک الأملاک'' اپنا نام رکھے گا۔ سفیان بیان کرتے ہیں کہ (ابو الزناد) وغیر نے کہا کہ اس کا مفہوم ہے ''شاہانِ شاہ'' یعنی شہنشاہ۔''

شاہ پرستی کی اس موذی بیماری کے خاتمے کے لیے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''آقا'' اور ''سردار'' کو ''رب'' کہنے سے منع فرما دیا ہے، اور خادم کو ''میرا بندہ'' اور ''میری لونڈی'' کہنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ أَطْعِمْ رَبَّكَ وَضِّئْ رَبَّكَ ، اسْقِ رَبَّكَ ، وَلْيَقُلْ سَيِّدِي مَوْلَايَ ، وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ عَبْدِي أَمَتِي ، وَلْيَقُلْ فَتَايَ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم: ٦٢٠٥

❷ شرح بخاری از مولانا داؤد راز: ٥٤٦/٧ ❸ صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم: ٦٢٠٦

وَفَتَاتِی وَغُلَامِی.)) ❶

''تم میں سے کوئی بھی یوں نہ کہے کہ اپنے ''رب'' کو کھانا کھلاؤ، یا اپنے ''رب'' کو وضو کرواؤ، بلکہ میرا ''سردار'' اور میرا ''آقا'' کہا کرے۔ اور تم میں سے کوئی بھی اپنے خادم اور غلام کو ''میرا بندہ'' اور ''لونڈی'' نہ کہے، بلکہ یوں کہے میرا ''خادم'' میری ''خادمہ'' میرا ''غلام''

لغوی معنوں کے اعتبار سے ''رب'' مالک اور بادشاہ کو بھی کہا جاتا ہے اور ''عبد'' اور ''أمۃ'' غلام اور خادمہ کے معنوں میں بھی آتا ہے جو شرک نہیں ہے، لیکن یہ الفاظ چونکہ مُوھم شرک ہیں یعنی ان میں اسمی مشارکت اور مشابہت پائی جاتی ہے، اس لیے معمولی مشابہت کو بھی ختم کرنے کے لیے ان الفاظ کو استعمال کرنے سے روک دیا گیا، تاکہ شرک ''اکابر پرستی'' کا راستہ بالکل ہی مسدود ہو جائے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الأدب، رقم: ٥٨٧٧

۹۔قبر پرستی

شرک کا ایک چور دروازہ ''قبر پرستی'' اور ''آثار پرستی'' ہے۔قوم نوح کے پنجتن پاک جب فوت ہوئے تو قوم اُن کی قبروں پر جھک پڑی، پھران کے بت بنائے اور پرستش شروع کردی۔قوم ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی کچھ ایسے ہی تمثال تھے جن پر نذریں نیازیں چڑھاتے اوران کے پاس چلہ کشی کرتے تھے۔قران مجید میں ہے:

﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ ﴾

(الأنبياء: ٥٢)

''جب (ابراہیم علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا، یہ مورتیاں کیا ہیں جن کی تم پوجا کر رہے ہو۔''

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے وقت بھی ایک قوم تھی، جس نے اپنے اصنام پر تکیے بنا رکھے تھے، اور وہاں معتکف ہوتے تھے:

﴿ وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾

(الأعراف: ١٣٨)

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر عبور کرایا، تو ان کا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کی عبادت کر رہے تھے، وہاں معتکف تھے۔انہوں نے کہا: اے موسیٰ! جس طرح ان کے کچھ معبود ہیں، آپ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیجیے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت انبیاء کی تصویروں، بزرگوں کی قبروں اور درختوں تک کی

پرستش ہوتی تھی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ''لات ایک صالح آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔'' ❶

مزید برآں حافظ ابن کثیر ''تفسیر القرآن'' (۲۶۷/۴) میں لکھتے ہیں:

''لات ایک سفید رنگ کا پتھر تھا، جس پر مکان بنا ہوا تھا، پردے لٹکے ہوئے تھے، اور وہاں مجاور رہتے تھے اور اس کے گرد حد مقرر کی ہوئی تھی۔''

ابن جریر نے تفسیر طبری (۲۶۷/۴) میں لکھا ہے کہ:

''عزیٰ مکہ اور طائف کے درمیان ایک درخت تھا، جس پر عظیم الشان عمارت بنی ہوئی تھی، اور اس میں پردے لٹکے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد ان سب قبوں اور تکیوں کو گرا دیا گیا اور ایسے درختوں کو کٹوا دیا گیا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

''قبیلہ انصار کے کچھ لوگ منات کے نام کا احرام باندھتے تھے۔ منات ایک بت تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان رکھا ہوا تھا (اسلام لانے کے بعد) ان لوگوں نے کہا کہ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم منات کی تعظیم کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہیں کیا کرتے تھے۔'' ❷

''ذات انواط'' ایک بیری کا درخت تھا جس کے پاس مشرک اعتکاف کرتے تھے، اور تبرک کے لیے اس پر اسلحہ لٹکاتے تھے۔ بعض جدید العہد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب اپنے لیے ذاتِ انواط کا مطالبہ کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان کی، اور فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ قُلْتُمْ كَمَا قَالَتْ بَنُوا اِسْرَائِیْلَ لِمُوْسٰی اجْعَلْ لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ. قَالَ: "إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ" لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٨٥٩

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٨٦١

مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ.)) [1]

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے تو (آج) وہی بات کہہ ڈالی جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ان لوگوں کے معبود جیسا معبود بنا دے، تو موسیٰ نے جواباً کہا: یقیناً تم جاہل قوم ہو، تم ضرور ہی پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔''

حتی کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ.))

''اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ (بل) میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔''

صحابہ نے تعجب کی بناء پر کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَمَنْ)) اور کس کی (کرو گے؟)'' [2]

علامہ داؤد راز رقم طراز ہیں:

''گوہ کے بل میں گھسنے کا مطلب یہ ہے کہ انہی کی سی چال ڈھال اختیار کرو گے۔ اچھی ہو یا بُری ہر حال میں ان کی چال چلنا پسند کرو گے۔ ہمارے زمانہ میں بعینہ یہی حال ہے۔ مسلمانوں سے قوت اجتہادی اور اختراعی کا مادہ بالکل سلب ہو گیا ہے۔ پس جیسے انگریزوں کو کرتے دیکھا، وہی کام خود بھی کرنے لگتے ہیں، کچھ سوچتے ہی نہیں کہ آیا یہ کام ہمارے ملک اور ہماری آب و ہوا کے لحاظ سے مناسب اور قرین عقل بھی ہے یا نہیں'' اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

قارئین کرام! رسول اللہ ﷺ نے جو پیشگوئی کی ہے، وہ حرف بحرف پوری ہو رہی

---

[1] سنن ترمذی، باب ما جاء لتركبن سنن من كان قبلكم، رقم: ۲۱۸۰۔ مسند أحمد، رقم: ۲۱۸۹۷۔ ابن حبان (رقم:۶۷۰۲) نے اسے صحیح کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، كتاب الاعتصام، بالكتاب والسنة، رقم: ۷۳۲۰۔ صحیح مسلم، كتاب العلم، رقم: ۶۷۸۱.

ہے۔ موجودہ دور میں انسانوں کے علاوہ حیوانات کی بھی پرستش ہوتی ہے۔ لاہور میں، گھوڑے شاہ کی خانقاہ مشہور ہے۔ مسلمان جوق در جوق وہاں جاتے ہیں، اور گوجرانوالہ میں گھوڑے شاہ کی قبر بھی اس کا واضح ثبوت ہے۔

قبروں پر قُبّے اور تکیے بنائے جاتے ہیں، جھنڈے نصب کیے جاتے ہیں، غلاف چڑھائے جاتے ہیں، اقطار عالم سے قبروں کی طرف شد رحال (ثواب کی نیت سے سفر) کیا جاتا ہے، قبروں پر جمع ہونے کو حج کا نام دیتے ہیں۔ طواف کرتے ہیں، سجدہ ریز ہوتے ہیں، زندہ مردوں کے پاس جاتے ہیں، التجائیں کرتے ہیں: اے شیخ فلاں، اے پیر فلاں' میری مشکل حل کیجیے، میری مُراد دیجیے، میرے لیے سفارش کیجیے، کئی ایسے بھی ہیں جو لاکھوں میل دور ہی سے مُردوں کو خطاب کرتے ہیں: ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ''

حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ان باتوں سے بڑی شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.)) ❶

''اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔''

مزید فرماتی ہیں کہ ''محض اس خیال سے کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے اسے کھلا نہیں رکھا گیا، بلکہ حجرہ میں رکھا گیا ہے۔'' ❷

سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے وفات سے پانچ دن قبل فرمایا:

((أَلَا وَإِنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَاءِ هِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ.)) ❸

---

❶ صحیح بخاری، كتاب الجنائز، باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور، رقم: ۱۳۳۰ ـ صحیح مسلم، كتاب المساجد، باب النهى عن بناء المسجد على القبور...... الخ، رقم: ۱۱۸٤ ❷ حواله ایضاً
❸ صحیح مسلم، كتاب المساجد، باب النهى عن بناء المسجد على القبور، رقم: ٥٣٢.

''خبردار تم سے پہلے لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے انبیاء و بزرگانِ دین کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کیں (ان کو سجدہ گاہ بنایا) دیکھو! میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔''

پھر بارگاہِ اللہ رب العزت میں دعاء کی:

((اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثْنًا)) ❶

''یا اللہ! میری قبر کو وثن (بُت) بننے سے بچائیو (کہ اس کی پرستش کی جائے۔)''

کیوں؟ اس لیے کہ:

((لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.)) ❷

''اس قوم یہودی و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔''

نبی ﷺ کا ایک اور ارشادِ گرامی ہے:

((إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ ، فَمَاتَ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ ، فَأُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❸

''یقیناً جب ان میں کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں تصویریں لٹکا دیتے۔ یہ لوگ قیامت والے دن اللہ کے ہاں بدترین مخلوق شمار ہوں گے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

((إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَمَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ.)) ❹

---

❶ مسند أحمد: ۲/ ۲٤٤۔ مسند حمیدی، رقم: ۱۰۲۵۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے مشکوٰۃ (رقم: ۷۵۰) میں اسے صحیح کہا ہے۔
❷ حوالہ مذکورہ

❸ صحیح مسلم، کتاب المساجدو مواضع الصلاة، رقم: ۵۲۸

❹ صحیح بخاری تعلیقاً ، کتاب الفتن، باب ظھور الفتن۔ مسند أحمد: ۱/ ٤۰۵،٤۳۵۔ مسند أبی یعلی: ۹/ ۲۱٦، رقم: ۵۳۱٦۔ صحیح ابن خزیمه، رقم: ۷۸۹۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۲۳۱٦۔

''بے شک لوگوں میں سے شریر ترین وہ ہیں جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ زندہ ہوں گے، اور ایسے لوگ ہوں گے جو قبروں کو مسجدیں بنائیں گے۔''

اسی طرح تین مقدس مقامات کے علاوہ کسی اور مقام کی جانب شد رحال کرنے سے منع کر دیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَشُدُّوَا الرِّحَالَ إِلَّا إِلَی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى)) [1]

''تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مقام کی طرف اہتمام کے ساتھ سفر نہ کرو (ایک) مسجد الحرام (دوسری) مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور (تیسری) مسجد اقصیٰ۔''

کہاں یہ کہ قبور کی طرف شد رحال کیا جائے؟ پھر مردوں کی نسبت عورتوں کا شرک میں واقع ہو جانا زیادہ ممکن تھا۔ اس لیے ان کو قبروں کی بکثرت زیارت سے منع فرما دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ:

((لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ.)) [2]

''ان عورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون قرار دیا ہے جو قبروں کی زیارت کے لیے بکثرت جاتی ہیں، اور ان کو مسجد بناتی ہیں اور ان پر چراغ جلاتی ہیں۔''

---

[1] صحيح بخارى، كتاب فضل الصلاة في مكة والمدينة، رقم: ١١٨٩ ـ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل المساجد الثلاثة، رقم: ١٣٩٧.

[2] سنن ترمذى، كتاب الصلاة، باب ما جاء في كراهية ان يتخذ على القبر مسجداً، رقم: ١٠٥٦ ـ مسند أحمد، رقم: ٢٦٠٣ ـ شیخ شعیب الأرناؤوط نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔

۱۰۔مزارات کی تعمیر اوران کی مجاوری

قبروں پر مزارات ، قبے اور گنبد کی تعمیر اوران کی مجاوری کفر والحاد کی ایک رسم اورشرک کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ یہ عمل کنائس الیہود اور منادر الہنود کے بالکل مترادف ہے۔جس طرح گرجاؤں اور کلیساؤں میں غیر اللہ کی پرستش ہوتی ہے بعینہ اسی طرح مزارات میں بزرگانِ دین کی بندگی کی جاتی ہے،امیر صنعانی نے اپنی کتاب ''تطہیر الاعتقاد'' میں رقم کیا ہے:

((وَالْمَشَاهِدُ اَعْظَمُ الذَّرِيْعَةِ اِلَى الشِّرْكِ وَالْاِلْحَادِ ، وَيَزُوْرُهُ النَّاسُ الَّذِيْنَ يَعْرِفُوْنَهُ زِيَارَةَ الْاَمْوَاتِ مِنْ غَيْرِ تَوَسُّل بِهِ بَلْ يَدْعُوْنَ لَهُ وَيُسْتَغْفِرُوْنَ حَتّٰى يَنْقَرِضَ مَنْ يَعْرِفُهُ أَوْ أَكْثَرَهُمْ ، فَيَأْتِيْ مِنْ بَعْدِهِمْ مَنْ يَرىٰ قَبْراً قَدْ سُيِّدَ عَلَيْهِ الْبِنَاءُ وَسُرِجَتْ عَلَيْهِ الشُّمُوْعُ وَفُرِّشَ بِالْفِرَاشِ الْفَاخِرِ فَيَعْتَقِدُ أَنَّ ذٰلِكَ لِنَفْعِ أَوْ دَفْعِ ضُرٍّ ، وَتَأْتِيْهِ السَّدَنَةُ يَكْذِبُوْنَ عَلَى الْمَيِّتِ بِأَنَّهُ فَعَلَ وَفَعَلَ ، وَأَنْزَلَ بِفُلَانٍ الضُّرُّ وَبِفُلَانِ النَّفْعَ حَتَّى يَغْرِسُو فِي جِبِلَّتِهِ كُلَّ بَاطِلٍ.)) [1]

''مزارات اور قبے شرک والحاد کا بہت بڑا ذریعہ ہیں،صاحب قبر کو جاننے والے لوگ تو محض زیارت قبور کے لیے وہاں جاتے ہیں،قبر کو وسیلہ نہیں ٹھہراتے، بلکہ صاحب قبر کے لیے دعائے خیر اوراس کے لیے بخشش اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔لیکن کچھ مدت گزر جانے کے بعد جب دوسری نسل آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس قبر پر کیا خوب ہی عمارت بنی ہوئی ہے، چراغ روشن کیے جاتے ہیں، فاخرانہ فرش بچھے ہوئے ہیں،تو وہ سمجھتی ہے ضرور اس میں ہمارے حصول نفع اور

[1] بحواله عقد الجيد

دفع ضرر کا سامان موجود ہے، اور ان کے پاس وہاں مجاوروں کی جانب سے جھوٹی حکایات منسوب کرتے ہیں کہ صاحب قبر نے بڑے بڑے کام کیے ہیں، فلاں کو اس کی قبر سے نفع ہوا اور فلاں کو نقصان پہنچا۔ حتی کہ قصے کہانیاں بیان کر کے طبیعت میں اوہام وخرافات پیدا کر دیے جاتے ہیں، جس سے وہ نذر و نیاز دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔''

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر قبے اور گنبد وغیرہ بنانے سے شدت سے منع کیا، بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خاص اس لیے روانہ فرمایا کہ جو قبر اونچی ملے اسے برابر کر دیں، اور جو بُت ملے اسے مٹا ڈالیں۔ ابوالہیاج اُسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ.)) [1]

''کیا میں تجھ کو اس کام پر مقرر نہ کروں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ تم کوئی تصویر و مجسمہ نہ چھوڑو مگر اسے مٹا دو، اور جو قبر زیادہ اونچی ہو اسے (عام قبروں کے) برابر کر دو۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ.)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

((وَفِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ كَرَاهَةُ تَجْصِيْصِ الْقَبْرِ وَالْبِنَاءِ عَلَيْهِ وَتَحْرِيْمُ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویة القبر، رقم: ۹٦۹.

[2] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن تجصیص القبر والبناء علیه، رقم: ۹۷۰۔ سنن أبو داؤد، کتاب الجنائز، رقم: ۳۲۲۵۔ سنن ترمذی، کتاب الجنائز، رقم: ۱۰۵۲.

الْقُعُوْدِ.)) ❶

''اس حدیث میں قبر کو پختہ کرنے، اس پر عمارت بنانے کی کراہت ہے اور ان پر بیٹھنے یعنی مجاوری کی حرمت موجود ہے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((نَهٰى نَبِيُّ اللّٰهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّبْنٰى عَلَى الْقُبُوْرِ ، أَوْ يُقْعَدَ عَلَيْهَا أَوْ يُصَلَّى عَلَيْهَا.)) ❷

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت بنانے، ان پر بیٹھنے (مجاوری اختیار کرنے) اور نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔''

ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَوْصٰى أَبُوْ مُوْسٰى حِيْنَ حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَقَالَ: إِذَا انْطَلَقْتُمْ بِجَنَازَتِيْ فَاسْرِعُوا الْمَشْيَ وَلَا يُتْبِعُنِي مُجَمَّرٌ وَلَا تَجْعَلُوا فِي لَحْدِيْ شَيْئًا يَحُوْلُ بَيْنِي وَبَيْنَ التُّرَابِ وَلَا تَجْعَلُوْا عَلَى قَبْرِيْ بِنَاءً ، وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ بَرِیْءٌ مِنْ كُلِّ حَالِقَةٍ أَوْ سَالِقَةٍ أَوْ خَارِقَةٍ ، قَالُوْا: أَوَ سَمِعْتَ فِيْهِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.)) ❸

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت وصیت کی کہ جب تم میرا جنازہ لے کر چلنے لگو تو جلدی چلنا، اور میرے ساتھ کوئی انگیٹھی ہو اور نہ میری لحد میں کوئی چیز رکھنا جو میرے اور مٹی کے درمیان حائل ہو، اور نہ ہی میری قبر پر کوئی عمارت بنانا، اور میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں سر منڈانے والی، چیخ و پکار کرنے والی

---

❶ شرح النووی : ۳۲/۷.

❷ مسند أبو يعلى : ۲۹۷/۲، رقم: ۱۰۲۰۔ صحيح سنن ابن ماجة ، كتاب الجنائز، رقم: ۱۵٦٤۔ مجمع الزوائد: ٦۱/۳.

❸ مسند أحمد: ۳۹۷/٤، رقم: ۱۹۵٤۷۔ شیخ شعیب الأرناؤوط نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

یا کپڑے پھاڑنے والی سے بری ہوں۔لوگوں نے پوچھا: کیا آپ نے یہ باتیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں۔''

ان احادیث کی روشنی میں فقہائے اُمت نے قبروں پر عمارات، بنانے کو حرام قرار دیا ہے، اور ان قبوں اور مزارات کے گرا دینے کا حکم صادر فرمایا ہے جو علی رغم الشریعت بنائے جاتے ہیں، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں یہ اصل موجود ہے کہ جو عمارت فتنہ وفساد کا باعث ہو، یا جس کی اساس معصیت الرسول پر ہو اس کا گرا دینا واجب [1] ہے۔خواہ وہ مسجد ہی کیوں نہ ہو چنانچہ مسجد ضرار کا قصہ اس کی بیّن اور واضح دلیل ہے۔

فائدہ:......قصہ یوں ہے کہ مدینہ میں قبیلہ خزرج کا ابو عامر الراہب نامی ایک شخص زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا، اس کا خزرج والوں میں بڑا مقام تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت مدینہ کی تو اسے دعوتِ اسلام دی، لیکن اس نے انکار کر دیا اور غزوۂ بدر کے بعد مکہ جا کر کفارِ قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف برانگیختہ کیا۔غزوۂ اُحد میں کافروں کی صف میں آگے آ کر انصار کو مخاطب کر کے اپنی تائید کی دعوت دی، جس پر انصار نے اسے بہت زیادہ بُرا کہا۔اس کے بعد اس نے روم جا کر وہاں کے بادشاہ ہرقل کو مسلمانوں کے خلاف اُکسایا، اور وہیں سے مدینہ میں اپنے منافق دوستوں کو لکھا کہ وہ ایک مسجد بنائیں جس کا مقصد اسلام کے خلاف سازش، اور مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا ہو۔اور جب وہ مدینہ واپس آئے گا تو اس کو اپنے لیے بطورِ کمین گاہ استعمال کرے گا، جب منافقین نے وہ عمارت بنا ڈالی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہم نے کمزوروں اور بیماروں کے بارش اور سردی سے بچاؤ کے لیے ایک مسجد بنائی ہے، ہماری خواہش ہے کہ آپ وہاں تشریف لے چلیں اور اس میں نماز پڑھیں۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہو

---

[1] یاد رہے کہ اس حکم پر عمل کرنا ہر شخص پر لازم نہیں ہے بلکہ یہ کام حکومت اسلامیہ کا یا اُکے سربراہ کا ہے۔تاکہ فتنہ وفساد نہ ہو۔

رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ واپسی پر چلوں گا، واپسی پر آپ مدینہ سے کچھ فاصلے پر تھے کہ وحی نازل ہوئی اور اس عمارت کی حقیقت معلوم ہوئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دو صحابہ کو بھیجا جنہوں نے اس مکان کو جلا دیا، جسے اللہ رب العزت نے ''مسجد ضرار'' کا نام دیا، یعنی جو قبا والوں کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائی گئی تھی۔'' ❶

''ان تمام قبوں کا گرا دینا واجب ہے جو قبروں پر بنائے جاتے ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت پر ہے۔'' ❷

یاد رہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ''تسویۃ القبور'' کے بارے میں مذکور حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قبروں کو بالکل مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں عام قبروں کے برابر حد شرعی تک برابر کیا جائے، یعنی ایک بالشت تک اونچا رہنے دیں جس سے معلوم ہو کہ یہ قبر ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی قبر زمین سے ایک بالشت اونچی تھی۔ ❸

امام بیہقی کی تبویب سے بھی یہ بات عیاں ہے کہ قبر کی مٹی سے زائد اس پر نہ ڈالی جائے تاکہ زیادہ بلند نہ ہو جائے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((إِنَّ السُّنَّةَ أَنَّ الْقَبْرَ لَا يُرْفَعُ عَلَى الْأَرْضِ رَفْعًا كَثِيْرًا.)) ❹

''یقیناً سنت یہ ہے کہ قبر زمین سے زیادہ بلند نہ ہو (بلکہ ایک بالشت کے برابر اونچی ہو۔)''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

❶ ملحض از تفسیر ابن کثیر: ۳/ ٤٤٠، ٤٤١۔ بتحقیق عبدالرزاق مهدی۔

❷ مجالس الأبرار، ص: ۱۲۱

❸ سنن الكبرىٰ، بَابُ لَا يُزَادُ فِي الْقَبْرِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ تُرَابِهِ لِئَلَّا يَرْتَفِعَ جِدًّا: ۳/ ٤١٠۔

❹ شرح مسلم للنووی: ۷/ ۳۱.

((وَيُرْفَعُ الْقَبْرُ مِنَ الْاَرْضِ قَدْرَ شِبْرٍ وَيُرَشُّ عَلَيْهِ الْمَاءُ وَيُوْضَعُ عَلَيْهِ الْحَصَا وَإِنْ طُيِّنَ جَازَ وَاِنَّ جُصِّصَ كُرِهَ.)) ❶

''قبر زمین سے ایک بالشت بلند کی جائے، اوراس پر پانی چھڑکا جائے، اوراس پر سنگریزہ رکھ دیں اوراگر لیپ کردیں تو جائز ہے مگر گچ سے بنانا مکروہ ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((وَلَا نَرٰى اَنْ يُزَادَ عَلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ وَنَكْرَهُ أَنْ يُجَصَّصَ أَوْ يُطِيَّنَ أَوْ يُجْعَلَ عِنْدَهُ مَسْجِدًا أَوْ عَلَمَا أَوْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ ، وَيُكْرَهُ الْآجُرُّ اَنْ يُبْنٰى بِهِ أَوْ يُدْخَلَ الْقَبْرُ وَلَا نَرٰى بِرَشِّ الْمَاءِ عَلَيْهِ بَأْسًا.)) ❷

''اور نہیں دیکھتے ہم یہ کہ زیادہ کیا جائے اس چیز پر جو کہ اس سے نکلے یعنی جو مٹی قبر سے نکلے اس کے سوا اور مٹی اس میں ڈالی نہ جائے، اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں یہ کہ گچ کی جائے یا مٹی سے لیپی جائے ،اور مکروہ ہے پکی اینٹ کہ اس سے قبر بنائی جائے یا قبر میں داخل کی جائے، اور ہمارے نزدیک قبر پر پانی چھڑکنے میں کچھ گناہ نہیں۔''

علامہ محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((ثُمَّ إِجْمَاعًا فَإِنَّ اَعْظَمَ الْمُحَرَّمَاتِ وَاَسْبَابِ الشِّرْكَ الصَّلٰوةُ عِنْدَهَا ، وَاِتِّخَاذُهَا مَسَاجِدَ ، وَبُنَائُهَا عَلَيْهِ ، وَتَجِبُ الْمُبَادَرَةُ إِلٰى هَدْمِهَا ، وَهَدْمُ الْقُبَابِ الَّتِىْ عَلَى الْقُبُوْرِ اِذْ هِىَ اَضَرُّ مِنْ مَسْجِدِ الضَّرَارِ لِأَنَّهَا أُسِّسَتْ عَلَى مَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجِبُ اِزَالَةُ كُلِّ قَنْدِيْلٍ أَوْ سِرَاجٍ عَلٰى قَبْرٍ ، وَلَا يَجُوْزُ وَقْفُهُ وَنَذْرُهُ.)) ❸

---

❶ غنية الطالبين، مترجم، ص: ٦٤٠۔ مكتبه تعمير انسانيت، لاهور.

❷ كتاب الآثار لمحمد بن حسن الشيباني ، مترجم، ص: ١٢٦.

❸ روح المعاني : ٢٣٨/١٥ مكتبه امداديه، ملتان

''اس بات پر اجماع ہے کہ سب سے بڑی حرام اور شرک کے اسباب کی چیزوں میں سے مزاروں کے پاس نماز پڑھنا ، اور ان پر مسجدیں یا عمارتیں بنانا ہے۔ ایسی اشیاء کو اور جو قبروں پر قبّے بنائے گئے ہیں انہیں گرانا واجب ہے۔ کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں، اس لیے کہ ان کی بنیادیں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر رکھی گئی ہیں، اور قبروں پر ہر قندیل اور چراغ کو گُل کرنا بھی واجب ہے، اور اس کا وقف کرنا اور نذر ماننا بھی ناجائز ہے۔''

قاضی ثناء اللہ پانی پاتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((آنچه بر قبور اولیاء عمار تهائے رفیع بنامی کنند و چراغاں روشن می کنند و ازیں قبیل هرچه می کنند حرام است یا مکروه.)) ❶

''وہ جو کچھ اولیاء کرام کی قبروں پر کیا جاتا ہے کہ اونچی اونچی عمارتیں بناتے ہیں، اور چراغ روشن کرتے ہیں، اور اس قسم کی جو چیز بھی کرتے ہیں حرام ہے یا مکروہ۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اَکْرَهُ تَجْصِيْصَ الْقُبُوْرِ وَالْبِنَاءَ عَلَيْهَا .)) ❷

''میں قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر عمارات تعمیر کرنے کو مکروہ (حرام) سمجھتا ہوں۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((وَلَمْ أَرَ قُبُوْرَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ مُجَصَّصَةً (قَالَ الرَّاوِيُّ) عَنْ طَاؤُسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ تُبْنٰى الْقُبُوْرُ أَوْ تُجَصَّصَ...... وَقَدْ رَأَيْتُ مِنَ الْوُلَاةِ مَنْ يَهْدِمُ بِمَكَّةَ مَا يُبْنٰى فِيْهَا

❶ مالا بدمنہ، ص: ٦٧ ❷ المدوّنة الكبرىٰ: ١/ ١٧٠.

فَلَمْ أَرَ الْفُقَهَاءَ يَعِيبُوْنَ ذٰلِكَ.)) ❶

’’میں نے مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبروں کو پختہ تعمیر شدہ نہیں دیکھا، طاؤس نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت کی تعمیر یا پختہ کرنے سے منع کیا ہے، اور میں نے ان حکمرانوں کو دیکھا ہے جو مکہ میں قبروں پر عمارت کو گراتے تھے اور میں نے اس کام پر فقہاء کو عیب لگاتے نہیں دیکھا۔‘‘

(فقہ جعفریہ کے) امام ابوالحسن موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ قبر پر عمارت بنانا اور اس پر بیٹھنا کیسا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

لَا يَصْلُحُ الْبِنَاءُ عَلَيْهِ وَلَا الْجُلُوسَ وَلَا تَجْصِيصُهُ وَلَا تَطْيِينُهُ. ❷

’’قبر پر عمارت تعمیر کرنا، اس پر بیٹھنا، اسے پختہ بنانا اور لپائی کرنا درست نہیں۔‘‘

قارئین کرام! قبور اولیاء پر جس قدر گنبد، قبے اور مزارات تعمیر کیے گئے ہیں اور جو کچھ عبادات وہاں بجالائی جاتی ہیں، بالکل اسی طرح گرجاؤں اور کلیساؤں میں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے، صرف ناموں کا اختلاف ہے، ہندو ایسے مقام کا نام (مندر) رکھتے ہیں، اور مسلمان مشاہد، خانقاہ اور درگاہ یا مزار شریف کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اور اسی طرح خانقاہوں کے مجاور ’’سدنۃ البد‘‘ کے مشابہ ہیں۔ علامہ بلاذری رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن قاسم کے حالات میں سندھ کی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے ’’بُد‘‘ اور ’’سدنۃ البد‘‘ پر بحث کی ہے، لکھتے ہیں:

مَاالْبُدُّ إِلَّا كَكَنَائِسِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَبُيُوْتِ نِيْرَانِ الْمَجُوْسِ. ❸

’’یعنی ’’بد‘‘ عبادت خانہ ہے جیسا کہ عیسائیوں کے گرجے، یہود کے کنیسے اور آتش پرستوں کے آتش کدے ہیں، (جن میں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے)‘‘

پھر رقم طراز ہیں:

---

❶ كتاب الأم، باب ما يكون بعد الدفن: ۱/ ۲۷۷

❷ الإستبصار، باب النهى عن تجصيص القبر و تطيينه: ۱/ ۲۱۷.

❸ بحواله جواهر البحور

وَالْبُدُّ فِيمَا ذَكَرُ و ا مَنَارَةً عَظِيمَةً يُتَّخَذُ فِي بِنَاءٍ لَهُمْ فِيهِ صَنَمٌ أَوْ أَصْنَامٌ.

''یعنی محققین کے بیان کے مطابق بدایک بہت بڑا منارہ ہے، جوکسی ایسے مکان پر بنایا جاتا ہے جس میں ایک یا ایک سے زیادہ مورتیاں رکھی ہوئی ہوں۔''

اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں:

وَكَانَ بُدُّ الْمُلْتَانِ تُهْدٰى إِلَيْهِ الْأَمْوَالُ ، يُنْذَرُ لَهُ النَّذْرُ ، وَيَحُجُّ إِلَيْهِ اَهْلُ السِّنْدِ ، فَيَطُوفُوْنَ بِهِ ، وَيَحْلِقُوْنَ رُءُ وْسَهُمْ عِنْدَهُ ، وَيَزْعُمُوْنَ أَنَّ صَنَمًا فِيهِ هُوَ أَيُّوبُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ .))

''یعنی ملتان کا ''بد'' بہت بڑا مندر تھا، اس کے لیے اموال کے تحفے تحائف لائے جاتے، اس کے لیے منتیں مانی جاتی تھیں، اہل سندھ اس کے حج کے لیے آتے تھے، سر منڈاتے تھے اور کہتے تھے کہ جو بُت اس کے اندر ہے وہ سیدنا أیوب علیہ السلام ہیں۔''

غور کریں! کیا فرق ہوا؟ صرف یہ کہ وہ ان جگہوں میں اولیاء و انبیاء کے بُت رکھ کر پوجتے تھے، اور مسلمان ان عمارات میں بزرگوں کی قبروں کی پوجا کرتے ہیں، وہ ان بزرگوں کی نذریں مان کر ''سدنۃ البد'' کو کھلاتے تھے، اور یہ قبروں کے مجاورین اور عاکفین قبور کو نیازات کھلانے میں دین و دنیا کی سعادت سمجھتے ہیں:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.)) [1]

''جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔''

---

[1] ابو داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة ، رقم: ٤٠٣١۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔إرواء الغليل ، رقم: ١٢٦٩

۱۱۔عرس اور میلے

عربی لغت کی رُو سے ''ع ر س'' کا مادہ شادی اور اس کے متعلقات میں عام طور پر مستعمل ہے۔ ❶

مگر موجودہ تصوف میں ''عرس'' اس میلے کو کہتے ہیں جو حقیقی اور فرضی قبروں پر سال بہ سال رچایا جاتا ہے۔ ❷

قبور و مزارات پر سالانہ اجتماع ''عرس'' بھی شرک کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ''تاریخ انگلستان'' سے معلوم پڑتا ہے کہ عیسائیوں کے پادریوں نے ایسے اجتماعات مقرر کر رکھے تھے۔ رومن کیتھولک میں خانقاہ پرستی کا شدت سے رواج تھا۔ خانقاہوں کے نام جاگیریں اور اوقاف کثرت سے تھے۔ جن پر پاپوں کے چیلے قابض رہتے تھے۔ جو زائرین سے ہدیے اور نذرانے وصول کر کے انہیں ''معافی نامے'' لکھ دیتے تھے، اور ''معافی نامے'' لینے والوں کو پورا یقین دلایا جاتا تھا کہ ان معافی ناموں کی بدولت انہیں مرنے کے بعد بُرے اعمال کی سزا بھگتے بغیر نجات ابدی حاصل ہو جائے گی، بدچلن مجاوروں کی وجہ سے خانقاہیں فحاشی اور سیاہ کاری کا مرکز بن گئیں اور عیسائی مذہب کا تصور صرف اس حد تک محدود ہو گیا کہ ''ان خدائی اڈوں'' پر کسی نہ کسی صورت میں پہنچ کر سند نجات حاصل کر لینا ہی سعادت کی کھلی دلیل ہے۔ ❸

اسی طرح اہل ہند میں قدیم سے یہ رسم موجود ہے کہ وہ حصول مغفرت اور تحصیل مقاصد اور دیگر اغراض کے لیے ایک دفعہ مزعومہ مقامات میں سے کسی ایک مقام پر پہنچ جانے کو کامیابی اور کامرانی کی ضمانت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہنود اسی طرح اسی غرض سے آج بھی گنگا جمنا وغیرہ پر ہر سال جمع ہوتے ہیں، نذریں اور نیازیں دیتے ہیں، اور سادھوؤں کے حضور

---

❶ مصباح اللغات، ص: ۵۴۲

❷ عرس اور میلے از مولانا عطاء اللہ حنیف

❸ تاریخ انگلستان۔

نذرانے پیش کر کے سندنجات حاصل کرتے ہیں، اوراس موقع پر وہاں اس قدر اناج اور مال وزر جمع ہو جاتا ہے کہ کسی متمول حکومت کا ''خزانہ عامرہ'' بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

بالکل یہی کیفیت نام نہاد مسلمانوں کی ہے بلکہ یہ لوگ اس سے بھی زیادہ التزام وانتظام اورعقیدت کے ساتھ قبروں پر میلے لگاتے ہیں اور اجتماعات کرتے ہیں، اور ہر علاقہ سے ان درگاہوں پر پہنچنے کے لیے ''شدرحال'' کرتے ہیں۔ پھر یہ لوگ اِن درگاہوں پر پہنچتے ہیں تو وہ سب کچھ کرتے ہیں جو ہندو میلہ گاہوں میں بجالاتے ہیں، اور روضوں کا کلس دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں، جبین نیاز کو جھکاتے ہیں، کوئی دہلیز پر جھکتا ہے تو کوئی سیڑھیوں پر ناک رگڑنے لگتا ہے، کوئی طواف میں مصروف ہوتا ہے تو کوئی مجاور بن کر بیٹھا ہے، کوئی کالے رنگ کے بکرے مجاورین قبر کے حوالے کر رہا ہے تو کوئی شمع وزیت اور درہم و دینار کی صورت میں اپنی نذر پوری کر رہا ہے، الغرض ان اعراس اور میلوں میں رسوم مشرکانہ کی ایسی نمائش ہوتی ہے کہ جسے دیکھ کر انسان کا ایمان لرز اُٹھتا ہے اور انسانیت اورخودی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیے! نبی کریم ﷺ نے ایسا اجتماع خود اپنی قبر کے لیے بھی جائز نہیں رکھا، آپ ﷺ نے وصیت فرمائی:

((لَا تَجْعَلُوا قَبْرِیْ عِیْداً.)) [1]

''تم میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔''

عید میں تین چیزیں لازم ہیں: ایک اجتماع، دوسری تعین وقت، تیسرے فرحت۔ تو ممانعت کا خلاصہ یہ ہوا کہ میری قبر پر کسی یوم معین میں سامانِ فرحت کے ساتھ اجتماع نہ کرنا۔ پس جب رسول کریم ﷺ کی قبر پر ایسا پر تکلف اجتماع و میلہ جائز نہیں، تو کسی اور کی قبر پر ایسا اجتماع کیوں کر جائز ہوگا؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

---

[1] صحیح أبو داؤد للألبانی، کتاب المناسك، باب زیارة القبور، رقم: ٢٠٤٢.

((هَذَا اِشَارَةٌ إِلىٰ سَدِّ مَدخَلِ التَّحرِيفِ كَمَا فَعَلَ الْيَهُودُ وَالنَّصارىٰ بِقُبُورِ اَنْبِيَاءِ هِمْ وَجَعَلُوهَا عِيدًا وَمَوسِمًا بِمَنْزِلَةِ الْحَجِّ.)) ❶

''اس حدیث میں تحریف کے دروازے کی بندش کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ یہودی اور عیسائی اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ انہوں نے انہیں حج کی طرح موسم اور عید بنا ڈالا۔''

تفہیمات الٰہیہ (۲/۷۴) میں لکھتے ہیں:

((وَمِنْ اَعْظَمِ الْبِدْعِ مَا اخْتَرَعُوا فِي أَمْرِ الْقُبُورِ وَاتَّخَذُوهَا عِيدًا.))

''اور بڑی بدعات میں سے یہ بھی ہے جو انہوں نے قبورِ اولیاء کے متعلق اختراع کر رکھا ہے، اور انہیں میلہ گاہ بنا لیا ہے۔''

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

((وَهَذَا مَرَضٌ...... بَعْضِ الْغُلَاةِ مِنْ مُنَافِقِيُ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمِنَا هَذَا .)) ❷

''اور یہ وہ بیماری ہے جس میں اُمت محمدیہ ﷺ کے بعض غالی قسم کے منافق مبتلا ہیں۔''

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں:

((جمع شدن برقبور که مرد ماں یک روز معین ولباسہائے فاخره و نفیس پوشیده مثل روز عید شادمان شده برقبر یا جمع مے شود رقص و مزامیر و دیگر بدعات مصنوعه مثل سجود برائے قبور و طواف کردن قبورے نما ہند حرام و ممنوع است.بلکه بعض سجده کومے شود و ہمیں است

---

❶ حجة الله البالغة، مبحث في الأذكار و ما يتعلق بها: ٢/ ٧٧

❷ حجة الله البالغة: ١/ ٦١.

محمول ایں دو حدیث لَا تَجۡعَلُوا قَبۡرِیۡ عِیۡداً ...... و ...... اَللّٰھُمَّ لَا تَجۡعَلۡ قَبۡرِیۡ وَثَنًا یُعۡبَدُ......الخ)) ❶

''یعنی قبروں پر سالانہ اکٹھ کرنا، اوراس میں عید کی طرح لباس فاخرہ پہن کر جانا، اس میں ناچ، ڈھول ڈھمکے، ان پرسجدے اور طواف سب حرام ہیں، بلکہ ان کے ارتکاب سے کفر وشرک تک کا خدشہ ہے، دو احادیث پر محمول کرتے ہوئے: ''تم میری قبر کو عید گاہ نہ بنانا'' اور ''اے اللہ! میری قبر کو بُت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے۔''

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

((لَا یَجُوۡزُ مَا یَفۡعَلُهُ الۡجُهَّالِ لِقُبُوۡرِ الۡاَوۡلِیَاءِ وَالشُّهَدَاءِ مِنَ السُّجُوۡدِ وَالطَّوَافِ حَوۡلَهَا ، وَاتِّخَاذِ السُّرُجِ وَالۡمَسَاجِدِ عَلَیۡهَا ، وَمِنَ الۡاِجۡتِمَاعِ بَعۡدَ الۡحَوۡلِ کَالۡاَعۡیَادِ وَیُسَمُّوۡنَهُ عُرۡسًا.)) ❷

''اور یہ جو جاہل (پیر اور مفاد پرست گدی نشین) اولیاء اور شہداء کی قبروں پر چراغاں کرتے ہیں، اور سجدے، طواف کرتے ہیں، اور وہاں مسجدیں بناتے ہیں اور سال بہ سال عید کی طرح وہاں جمع ہونا جس کا نام انہوں نے عُرس رکھا ہوا ہے، قطعاً ناجائز ہے۔''

مولانا محمد اسحاق لکھتے ہیں:

((مقرر کردن روز عرس جائز نیست.)) ❸

''یعنی عرس کرنا جائز نہیں۔''

پس شریعت اسلامیہ کی رُو سے عُرس کرنا، فرض ہے نہ واجب، سنت ہے اور نہ مستحب، بلکہ احادیث نبویہ ﷺ میں صراحتاً اعراس کی ممانعت آئی ہے، کیونکہ ان میں ایک تو

---

❶ ملحض از فتاویٰ عزیزیه : ۱/ ۴۰
❷ تفیسر مظهری : ۲/ ۶۵
❸ اربعین مسائل ، ص: ۲۸

مشرکین کے ساتھ مشابہت ہے، دوسرا یہ شرک کا زبردست ذریعہ ہیں، نیز ان میلوں میں بے شمار سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی نقصانات ہیں، جن کی تفصیل کے لیے یہاں گنجائش نہیں ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ان افعال شنیعہ کا ارتکاب کرنے والے حضرات صوفیہ کے نام اور حنفی مکتب کی تقلید کا دم بھرتے ہیں، حالانکہ ان صوفیاء کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ اسلام کا صافی چشمہ ان بدعات سے آلودہ نہ ہو، اور اصحاب علم و تحقیق حنفیہ کرام واشگاف طور پر ان مشرکانہ رسوم و عادات کی تردید کرتے رہے ہیں جیسا کہ ہم نے ان کے اقوال ذکر کیے ہیں۔ (فافهم)

۱۲۔ تبرکات و آثار سلف

آثارسلف اور تبرکات سے شغف بعض دفعہ انسان کو شرک تک پہنچا دیتا ہے، اسی لیے شریعت اسلامیہ نے ان سے بے اعتنائی فرمائی ہے، اس بیان سے قبل کچھ چیزیں بطورِ تمہید کے پیش خدمت ہیں، جن کا جاننا انتہائی لازمی ہے۔ یادرہے کہ ''تبرک'' کا مادہ ''ب ر ک'' ہے، اور اسی سے ''برکت'' ہے۔

برکت :......نیکی اور ثواب کثیر مانگنے کو کہا جاتا ہے ۔ امام راغب فرماتے ہیں: ''برکت، کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کے ثابت ہونے کو کہتے ہیں۔'' [1]

درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی برکت کا منبع ہے، اور وہی برکت عطا کرنے والی ذات ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ (الملك : ١)

''بے حساب برکتوں والا ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں (سارے جہان کی) بادشاہی ہے۔''

اور یا وہ چیز با برکت ہوسکتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ برکت کرے، جیسا کہ قران پاک فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ ﴾ (الأنعام : ٩٢)

''اور یہ کتاب جسے ہم نے اُتارا بڑی بابرکت ہے۔''

اور انبیاء علیہم السلام بھی مبارک ہیں، چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا ﴾ (مريم : ٣١)

---

[1] مغني المريد: ٣/ ٩٧١.

''اور اس (اللہ) نے مجھے بابرکت بنایا ہے۔''

اور بعض مقامات بھی مبارک ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَبٰرَكْنَا فِيْهَا ﴾ (الأعراف: ۱۳۷۔ الأنبياء: ۷۱)

''اور (علاقہ شام میں) ہم نے برکت رکھ دی ہے۔''

برکت کی بنیاد؟

برکت کی بنیاد کیا ہے؟ اس معاملہ میں کم از کم تین باتوں کا جاننا انتہائی ضروری ہے:

۱: یقیناً برکت کا منبع اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا اس کے علاوہ کسی اور سے برکت مانگنا شرک ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا (افتتاح کے طور پر) پڑھا کرتے تھے:

((وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ. أَنْتَ رَبِّيْ وَأَنَا عَبْدُكَ. ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا، إِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ. وَاهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ ، لَا يَهْدِيْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا ، لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ. لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ.وَالشَّرُّلَيْسَ إِلَيْكَ. أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ.)) [1]

''میں نے اپنا رُخ اس ذات کی طرف پھیر لیا جس نے سارے آسمان و زمین پیدا فرمائے ہیں، اس حال میں کہ میں نے اللہ کے سوا سب سے منہ موڑ لیا، اور

[1] سنن النسائی، کتاب الإفتتاح ، رقم الحديث: ۸۹۸۔ صحيح الكلم الطيب، رقم: ۸۷

میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم ہے اور میں اطاعت گزار ہوں۔ اے اللہ! تو ہی بادشاہ ہے، معبود برحق تو ہے، تو میرا رب ہے، اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر زیادتیاں کی ہیں، میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں، پس میرے سارے گناہ معاف فرما دے۔ تیرے علاوہ اور کون ہے جو گناہ معاف کرے، اور مجھے اچھے اخلاق کی توفیق عنایت فرما، کیونکہ یہ ہدایت و توفیق تیری ہی طرف سے مل سکتی ہے، اور بُری عادات سے مجھ کو بچا لے، اور ان عاداتِ سیئہ کو تو ہی دور کرسکتا ہے، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔

خیر و برکت ساری کی ساری تیرے ہاتھوں میں ہے، اور شر تیری طرف سے نہیں ہے۔ میں تیرے ہی بل بوتے پر زندہ ہوں اور (مرنے کے بعد) تیری ہی طرف (لوٹنے والا) ہوں۔ تو بابرکت اور عالی مرتبت ہے، میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔''

۲: شریعت غراجن اشیاء، باتوں اور اعمال سے برکت حاصل کرنے کی اجازت دیتی ہے اور انہیں متبرک ٹھہراتی ہے، وہ برکت کا سبب اور ذریعہ ہیں نہ کہ خود برکت کا منبع یعنی خود برکت نہیں دیتی ہیں۔ مثلاً علاج کے لیے ادویہ کا استعمال یا دم یہ شفاء کا سبب تو ہیں نہ کہ شفاء دینے والی، شافی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری (۱۰/۵، مع الفتح) میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ کہا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کردہ دم نہ کروں؟'' (صحابہ رضی اللہ عنہم) کہنے لگے: کیوں نہیں؟ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے (درج ذیل الفاظ میں) دم کیا:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ ، مُذْھِبَ الْبَأْسِ ، إِشْفِ أَنْتَ الشَّافِيُ لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا.))

''اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری کو دُور کرنے والے! شفاء عطا فرما۔ تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے علاوہ اور کوئی شفا دینے والا نہیں، ایسی شفاء عطا فرما جو بیماری باقی نہ چھوڑے۔''

اور ایسے ہی صحیح بخاری (۱۰/۳۸ مع الفتح) میں ہے کہ ''کھنبی ''مَنْ'' کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔ یعنی شفاء کا سبب ہے۔

مزید برآں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کلونجی موت کے علاوہ ہر مرض کی دواء ہے۔''[1]

اور جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا تھا: ''میں کسی خاتون کو نہیں جانتی جو اِن (جویریہ) سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے بابرکت ثابت ہوئی ہو۔''[2]

یعنی یہ باعث برکت ثابت ہوئیں نہ کہ برکت دینے والی۔ یعنی منبع برکت، اس قصہ کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کر لی ہے تو ان کی قوم قبیلہ بنی مصطلق کے جتنے بھی قیدی ان کے پاس تھے ان سب کو انہوں نے آزاد کر دیا۔ کیوں کہ یہ لوگ اب رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار بن گئے تھے۔ چنانچہ ان کے سو قیدی رہا کیے گئے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم برکت تھی۔ اور اس کا باعث سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنی تھیں۔ اور ایسے ہی ان مبارک اشیاء کا حکم ہے جو خیر، نشو ونما اور زیادتی واضافہ کا باعث ہوتی ہیں۔ پس ان سب میں برکت ڈالنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔

۳: حصول برکت کے لیے دلیل کتاب وسنت ہے۔ بطورِ معجزہ جب رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی نکلا تو آپ نے ارشاد فرمایا: مبارک پانی لے لو، اور برکت اللہ کی جانب سے ہے۔''[3]

---

[1] صحیح بخاری مع الفتح: ۱۰/ ۱۲۱
[2] بخاری مع الفتح: ۱۰/ ۱۲۱.
[3] صحیح بخاری مع الفتح: ۱۰/ ٤٣٣

برکت حاصل کرنے کا حکم:

جو شخص قبروں کے پجاری کی طرح کسی درخت، پتھر، خطۂ زمین، غار، کنواں اور قبر سے برکت حاصل کرے تو یہ حرام اور وہ مشرک ہوگا۔ کیونکہ جاہلیت کے کاموں میں سے یہ تھا کہ وہ درختوں، پتھروں، قبروں اور بعض خطۂ زمین سے برکت حاصل کیا کرتے تھے اور پھر اس میں غلو سے کام لیتے تھے۔

ایک اشکال اور اس کا ازالہ:

اشکال :......بعض افراد ناسمجھی کی بناء پر کہتے ہیں کہ ''حجر اسود کو بوسہ دینا، اور ''رکن یمانی'' کو چھونا جب باعث برکت ہے تو پھر قبروں اور درختوں سے برکت حاصل کیوں نہیں کی جاسکتی؟

ازالہ :......''حجر اسود'' کو بوسہ دینا اور ''رُکن یمانی'' کو چھونا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بندگی اور تعظیم ہے اور اس کا شرعی طور پر حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے اسے مخاطب ہو کر فرمایا:

((إِنِّی أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّی رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.)) [1]

''یقیناً میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ دے سکتا ہے، اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

آثارِ سلف کے ذریعے سے تبرک:

آثارِ سلف سے تبرک، مثلاً ان کے جھوٹے (باقی ماندہ) کو پینا، انہیں اور ان کے لباس کو برکت کے لیے چھونا، اور ان کے پسینہ کو ملنا وغیرہ۔ سب کئی وجوہ کے باعث ناجائز اور غلط ہے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۵۹۷۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۳۰٦۷.

ا: بزرگ اور اولیاء فضل و برکت میں نبی ﷺ کے قریب بھی نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ نبی ﷺ کے برابر ہوں۔

ب: بزرگوں کے اندر نیکی وتقویٰ پائے ثبوت کو نہ پہنچنے کی وجہ سے ان سے برکت حاصل کرنا جائز نہیں، کیونکہ نیکی وتقویٰ کا تعلق دل سے ہے اور یہ غیبی معاملہ ہے، یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نہ بتائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ کے بارے میں دلیل موجود ہے:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴾

(الحجرات : ۷)

''اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے اور کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسند بنا دیا ہے، یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔''

علاوہ ازیں بہت سی آیاتِ قرآنی واحادیث نبویہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان و تقویٰ پر دلالت کرتی ہیں:

باقی لوگوں کے لیے ہم صرف یہ گمان کر سکتے ہیں کہ وہ نیک لوگ ہیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی اُمید کرتے ہیں۔

۳: اگر ہم کسی کے متعلق یہ گمان کر لیں کہ وہ نیک و پرہیزگار ہے لیکن اس کے بُرے خاتمے سے متعلق ہم یقیناً بے خبر ہیں اور اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ.)) [1]

''یقیناً اعمال کی جزا اور سزا کا تعلق خاتمہ سے ہے۔''

---

[1] مسند احمد، رقم: ۲۲۸۳۵۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ٦٤٩٣

لہٰذا نشان (باقیات) سے برکت حاصل کرنے کے وہ قابل نہیں۔

۴: نبی ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے سے برکت حاصل کرنا اس کو خود فریبی اور تکبر و غرور میں مبتلا کر دے گا، بلکہ یہ اس کے سامنے اس کی بے جا تعریف سے زیادہ ہوگا جو اس کے لیے مضر ہے۔

۵: پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے علاوہ کسی سے برکت حاصل نہیں کی، نہ آپ کی زندگی میں اور نہ بعد میں۔ اگر کسی اور سے برکت حاصل کرنا نیکی ہوتا تو یہ لوگ ہم سے پہلے برکت حاصل کرتے۔ پھر انہوں نے سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے کیوں برکت حاصل نہ کی؟ جن کے حق میں نبی ﷺ نے اسی دنیا میں جنت کی خوش خبری دے دی تھی، اسی طرح تابعین نے بھی کسی سے برکت حاصل نہ کی، پھر دوسرے تابعین نے کیوں نہ ان بزرگانِ دین سے برکت حاصل کی، جو نیکی وتقویٰ میں مسلّم تھے؟ اور خاص کر سعید بن المسیب، علی بن الحسین، اویس قرنی اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم، پس معلوم ہوا کہ برکت حاصل کرنا صرف نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

شرک کی شہ رگ کاٹ کر رکھ دی:

اسلاف کے آثار سے تبرک اور انہماک چونکہ شرک کا ذریعہ ہے، اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کئی مواقع پر شرک کی شہ رگ کاٹ کر رکھ دی، آپ کی اسی سیرت کا شاہکار ملاحظہ ہو۔ سیدنا نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ النَّاسُ يَأْتُونَ الشَّجَرَةَ الَّتِي يُقَالُ لَهَا شَجَرَةَ الرِّضْوَانِ فَيُصَلُّونَ عِنْدَهَا ، فَبَلَغَ ذَلِكَ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ فَأَوْعَدَهُمْ فِيهَا وَأَمَرَ بِهَا فَقُطِعَتْ .)) [1]

''لوگ ''شجرة الرضوان'' کے پاس (یعنی اس درخت کے پاس جس کے نیچے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت الرضوان لی تھی) آ کر

---

[1] طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۰۰

نمازیں پڑھتے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا اور اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا، پس اُسے کاٹ دیا گیا۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اس درخت کو کاٹنے میں حکمت یہ تھی کہ لوگ فتنہ سے محفوظ رہ سکیں ، جہاں اس کی تعظیم میں حد سے بڑھ کر اسے نفع و نقصان کا مالک نہ سمجھنے لگیں۔'' ❶

---

❶ فتح الباری: ٦/ ٧٣

۱۳۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز دینا

''نذر'' کا لفظی معنی واجب کرنا ہے، اور اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ آدمی اپنے اوپر کسی چیز کو واجب کر دے جو کہ شرعی طور پر اس پر واجب نہیں ہے۔

اور اگر کوئی شخص کہے: اللہ کے لیے مجھ پر واجب ہے کہ میں عشاء کی نماز پڑھوں گا تو یہ نذر نہ ہوگی، کیونکہ نماز مسلمان پر فرض ہے، جبکہ نذر اس کام میں واقع ہوتی ہے جو کہ فرض نہیں، اور نذر فرائض سے ہٹ کر ایک زائد عمل ہے۔ [1]

نذر و نیاز صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو لوگ انفاق مال اور نذر میں حکم الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں، وہ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، ان مشرکوں کا کوئی مددگار نہیں، اللہ جو چاہے ان پر عذاب کرے۔

﴿ وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ۝ ﴾ (البقرة: ٢٧٠)

'' اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو یا کوئی منت مانتے ہو، تو اللہ بے شک اُسے جانتا ہے، اور ظالموں (مشرکوں) کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

یعنی مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اور غیر اللہ کے تقرب کے لئے نذر و نیاز کے طور پر ذبح کرتے تھے۔ اس لئے نبی ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ ان (مشرکین) کی مخالفت میں اس بات کا اعلان کر دیں کہ میری ہر قسم کی عبادت، نماز اور ذبح وغیرہ اللہ کے تقرب اور خوشنودی کے لئے ہے۔

﴿ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِيۡ وَنُسُكِيۡ وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِيۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ ﴾ (الأنعام: ١٦٢)

---

[1] فتح الباری: ٥٢٥/١١۔ تفسیر الطبری: ١٢٩/١٢۔ لسان العرب "مادة" نذر۔ فتح القدیر: ٣٢٤/٥۔ زاد المیسر: ٢٦٧/١.

''آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ربّ العالمین کے لئے ہے۔''

زائرین بیت اللہ شریف کو حکم ہوتا ہے:

﴿ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ ﴾ (الحج: ۲۹)

''اور (وہ حج کرنے والے) اپنی نذر پوری کریں۔''

شاہ صاحب لکھتے ہیں؛''اور منتیں اپنی مرادوں کے واسطے جو مانا ہو وہ ادا کریں، اصل منت اللہ کی ہے اور کسی کی نہیں۔'' [1]

سورۃ دھر (الآیۃ: ۷) میں ''عباداللہ'' کی تعریف میں اس وصف کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جو اللہ کی نذر و نیاز مانتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں:

﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ ۝ ﴾ (الدهر: ۷)

''وہ (مومنین) نذر پوری کرتے ہیں۔''

نذر لغیر اللہ کی ممانعت:

مشرکین مکہ کے عقائد و اعمال شرکیہ میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ اپنے مویشی اور کھیتی باڑی میں غیر اللہ کی نیاز اور حصہ مقرر کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ ۝ ﴾ (النحل: ۵۶)

''اور ہم نے انہیں جو روزی دی ہے، اس میں سے ان معبودوں کے لئے حصہ نکالتے ہیں جن کے معبود ہونے کی انہیں کوئی خبر نہیں، اللہ کی قسم! تم جو افترا پردازی کرتے ہو اس کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔''

مشرکین مکہ کا ایک شرک اور ان کی باطل پرستی یہ تھی کہ جن جمادات و شیاطین کے

---

[1] موضح القرآن.

بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے، انہی کو اپنا معبود بناتے، اور ان کے تقرب کے لئے اللہ کی دی ہوئی روزی کا ایک حصہ خرچ کرتے، ان پر چڑھاوے چڑھاتے، ان کی نذریں مانتے، اور جانوروں کو ان کے نام سے ذبح کرتے تھے۔

بلکہ مشرکین اپنی زرعی پیداواروں اور جانوروں کا ایک حصہ اللہ کے لئے اور دوسرا حصہ اپنے بتوں اور معبودوں کے لئے قرار دیتے تھے، بتوں کا حصہ پروہتوں اور سادھوؤں پر خرچ کرتے، اور جب وہ پورا خرچ ہوجاتا تو اللہ کا حصہ بھی بتوں ہی کے لئے خاص کردیتے، اور کہتے کہ اللہ تو مالدار ہے، تو جو حصہ بتوں کا ہوتا وہ تو اللہ کو بہر حال پہنچتا ہی نہیں تھا (یعنی صدقہ اور صلہ رحمی وغیرہ پر خرچ نہیں ہوتا تھا) اور جو حصہ اللہ کا ہوتا اسے بھی بتوں پر خرچ کردیتے تھے۔

﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ (الانعام: ۱۳۶)

’’اور اللہ نے جو کھیتی اور چوپائے پیدا کئے ہیں ان کا ایک حصہ مشرکوں نے اللہ کے لئے مقرر کردیا، اور اپنے زعم باطل کے مطابق کہا کہ یہ اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے معبودوں کے لئے تو جو حصہ ان کے معبودوں کا ہوتا ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا ہے اور جو اللہ کا حصہ ہوتا ہے وہ ان کے معبودوں کو پہنچ جاتا ہے، ان کا فیصلہ بڑا برا ہے۔‘‘

اسی طرح فرمایا کہ زمین کی کل پیداوار، باغات اور مزروعات اور اثمار مختلفہ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نعمتیں ہیں، ان کے کھانے پینے اور استعمال سے بدونِ سند کے مت روکو۔ ہاں دو باتوں کا خیال رکھو۔ ایک یہ کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا حق لازم ادا کرو۔ دوسرے فضول اور بے موقعہ خرچ مت کرو۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴾ (انعام: ۱۴۱)

’’وہی ہے جس نے چھپروں پر چڑھائے اور بے چڑھائے ہوئے باغات پیدا کئے ہیں، اور کھجوروں کے درخت اور کھیتیاں پیدا کی ہیں جن کے دانے اور پھل مختلف قسم کے ہوتے ہیں، اور زیتون اور انار پیدا کئے ہیں جن میں سے بعض ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور بعض مشابہ نہیں ہوتے، جب ان کے پھل تیار ہو جائیں تو کھاؤ، اور اسے کاٹنے کے دن اس کی زکاۃ دو، اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

مذکورہ آیت کریمہ میں وارد لفظ ﴿ اٰتُوْ حَقَّهٗ ﴾ میں اللہ تعالیٰ کے حق لازم زکوٰۃ، عشر وغیرہ کی ادائیگی کا حکم ہے، اور ﴿ لَا تُسْرِفُوْا ﴾ میں کسی غیر کا حق لازم سمجھ کر ادا کرنے کی نفی بھی موجود ہے، تفسیر الخازن (۱۶۳/۲) میں ہے:

((قَال مقاتل: لَا تُشْرِكُوا الْأَصْنَامَ فِي الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ.))

’’یعنی مقاتل فرماتے ہیں؛ کھیتی اور جانوروں میں اپنے معبودوں کو ان کی نیاز ٹھہرا کر (شریک نہ کرو)۔‘‘

اسی طرح احادیث نبویہ ﷺ میں غیر اللہ کے لئے نذر ماننے سے منع کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ.)) [1]

---

[1] سنن أبي داؤد، كتاب الأيمان والنذور، رقم: ۳۳۱۳، طبراني كبير ۷۵/۲، رقم: ۱۳۴۱، سنن الكبرىٰ للبيهقى ۱۰/ ۸۳، حافظ ابن حجر نے ’’التلخيص الجبير‘‘ ۴/ ۱۵۵۱، ج: ۲۰۷۰ میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

’’جس نذر میں اللہ کی نافرمانی ہواس کو پورا نہ کرنا۔‘‘

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَذَرَ أَنْ يَّعْصِىَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ.)) ❶

’’جو شخص ایسی نذر مانے جو اللہ کی نافرمانی پر مبنی ہو تو اسے پورا کرکے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرے۔‘‘

منع پر اجماع اُمت:

علامہ حصفکی ’’الدرالمختار‘‘ (۱/۱۵۵) میں رقم طراز ہیں:

((وَاعْلَمْ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِ وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلٰى ضَرَائِحِ الْاَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ فَهُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ.))

’’جان لو کہ اکثر لوگ مردہ بزرگوں کے نام پر جو نذریں، نیازیں دیتے ہیں، اور جو روپے پیسے، تیل اور چراغ وغیرہ بطورِ نذر کے مزارات اولیاء پر تقرب کی غرض سے لائے جاتے ہیں، یہ سب کچھ بالاجماع باطل اور حرام ہے۔‘‘

اور ’’درمختار‘‘ ہی کی شرح ’’ردّ المحتار‘‘ (المعروف فتاویٰ شامی) میں اس کی شرح بایں الفاظ کی گئی ہے:

((......بَاطِلٌ وَّ حَرَامٌ لِوُجُوهٍ مِنْهَا: إِنَّهُ نَذْرٌ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهُ عِبَادَةٌ ، وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُوْنُ لِمَخْلُوقٍ وَمِنْهَا: أَنَّ الْمَنْذُوْرَ لَهُ مَيِّتٌ ، وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ ، وَمِنْهَا: أَنَّهُ ظَنٌّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ ، وَإِعْتِقَادُهُ ذٰلِكَ كُفْرٌ.)) ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الأیمان والنذور، رقم: ٦٦٩٦، سنن ترمذی، کتاب النذور والأیمان، رقم: ١٥٢٦.

❷ ردّ المحتار ١٢٨/٢، طبع بیروت.

''......یعنی غیر اللہ کی نذر و نیاز دینا کئی وجوہات سے باطل اور حرام ہے، جن میں سے (ایک) یہ ہے کہ نذر عبادت ہے، اور عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں ہے، (دوسرا) جس کی نذر دی جاتی ہے وہ مر چکا ہے اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا، (تیسرا) اگر ناذر (نذر ادا کرنے والا) کا یہ خیال ہو کہ منذور لہ (جس کے لیے نذر مانی گئی) اللہ کے سوا متصرف فی الامور ہے تو اس کا یہ اعتقاد صریح کفر ہے۔''

علامہ احمد الرومی الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَا يَجُوزُ أَنْ يُنْذَرَ لِلْقُبُوْرِ الشَّمَعَ وَلَا الزَّيْتَ وَلَا غَيْرَ ذٰلِكَ فَإِنَّهُ نَذْرُ مَعْصِيَةٍ لَا يَجُوْزُ الْوَفَاءُ بِهِ بَلْ يَلْزَمُ الْكُفَّارَةُ مِثْلَ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ .)) [1]

'' قبروں کے لئے شمع، تیل وغیرہ نذر ماننا جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ معصیت و نافرمانی کی نذر ہے جو پوری کرنا جائز نہیں بلکہ اس پر قسم کے کفارے جیسا کفارہ لازم آئے گا۔''

علامہ صنع اللہ الحنفی فرماتے ہیں:

''ذبح اور نذر لغیر اللہ باطل ہے، کیونکہ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ﴾ (الأنعام: ۱۶۲)

''آپ کہہ دیجئے یقیناً میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا (اس) اللہ ربّ العالمین کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔''

لہٰذا نذر لغیر اللہ اسی طرح شرک ہے جیسا کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا شرک ہے۔ [2]

---

[1] مجالس الأبرار، ص: ۲۰، مطبوعہ الریاض.

[2] مغنی المرید ۳/ ۱۱۳۷.

جو چیز غیر اللہ کی نذر کی جائے حرام ہے:

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''غیر اللہ کی نذر و منت حرام ہے اور منذور وغیرہ خواہ شیرینی ہو یا رخونی، ہر امیر وفقیر پر اس کا کھانا حرام ہے۔'' [1]

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اور اگر منذور غیر خدا جانور ہو تو عندالذبح اس پر خدا کا نام لینا کچھ مفید نہیں پڑتا۔ اور وہ مردار اور خنزیر کی طرح حرام ہی رہتا ہے۔'' [2]

---

[1] فتاویٰ عبدالحی لکھنوی.

[2] تفسیر عزیزی ۱/ ٦٩١

۱۴۔ غیر اللہ کے تقرب کی خاطر ذبح کرنا

غیر اللہ کے تقرب کی خاطر ذبح کرنا شرک کا ذریعہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور لعنت کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ.)) [1]

''جو شخص غیر اللہ کے (تقرب) کی خاطر ذبح کرے، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''

حتی کہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی قبر یا بت کے نام پر ایک مکھی جیسی حقیر شے کو بھی قربان کر دیا جائے تو یہ بھی شرک ہے، اور اس کی سزا جہنم ہے۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِيْ ذُبَابٍ، وَدَخَلَ النَّارَ رَجُلٌ فِيْ ذُبَابٍ، قَالُوْا: وَكَيْفَ ذٰلِكَ؟ قَالَ مَرَّ رَجُلَانِ عَلَى قَوْمٍ لَهُمْ صَنَمٌ لَا يُجَاوِزُهُ أَحَدٌ حَتَّى يُقَرِّبَ لَهُ شَيْئًا، فَقَالُوْا لِأَحَدِهِمَا! قَرِّبْ، قَالَ: لَيْسَ عِنْدِي شَيْءٌ، فَقَالُوْ لَهُ! قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَابًا، فَقَرَّبَ ذُبَابًا، فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُ، قَالَ: فَدَخَلَ النَّارَ، وَقَالُوْا لِلْآخَرِ: قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَابًا، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأُقَرِّبَ لِأَحَدٍ شَيْئًا دُوْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، قَالَ: فَضَرَبُوْا عُنُقَهُ، قَالَ: فَدَخَلَ الْجَنَّةَ.)) [2]

''ایک شخص مکھی کی وجہ سے جنت میں جا پہنچا، اور ایک جہنم میں چلا گیا، لوگوں نے عرض کیا، یہ کیسے؟ تو فرمایا کہ دو شخص چلے چلتے ایک بت پرست قوم کے پاس

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، رقم: ٥١٢٤، سنن نسائى، كتاب الضحايا، رقم: ٤٤٢٧، صحيح الجامع الصغير، رقم: ٥١١٢.

[2] كتاب الزهد للامام أحمد، ص: ٣٣، رقم: ٨٤، حلية الأولياء ١/ ٢٦٢، رقم: ٦٤٦. موقوف صحيح "مغنى المريد: ٣/ ١٠٦٠

سے گزرے جو کسی مسافر کو اُن کے بت پر کچھ بھینٹ چڑھائے بغیر نہیں گزرنے دیتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک کو کہا: ہمارے بت کے یہاں کچھ چڑھاوا چڑھاؤ! اس نے (معذرت کرتے ہوئے) کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں یہ (عمل) ضرور کرنا ہوگا، اگر چہ ایک مکھی ہی کیوں نہ ہو۔ پس اس نے مکھی قربان کردی، اور اس کی جان بچ گئی۔ لیکن وہ جہنم میں داخل ہوا۔ دوسرے کو بھی ایسا ہی کہا (کہ تو بھی کسی چیز کا چڑھاوا چڑھا دے) تو اس نے جواب دیا کہ میں غیر اللہ کے نام پر کوئی بھی چیز چڑھاوا نہیں چڑھا سکتا، اس کو (یہ جواب سنتے ہی) انہوں نے شہید کردیا، تو وہ جنت میں جا پہنچا۔''

کسی صاحب قبر ولی، امام یا نبی کے نام پر ذبح کرنا تو کہاں جائز ہوگا، مطلق قبر کے پاس ذبح کرنے کی بھی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ط ﴾ (المائدہ: ۳)

''اور جسے کسی بت کے آستانہ پر ذبح کیا گیا ہو، (تم پر حرام ہے)۔''

مشرکین مکہ نے بیت اللہ کے ارد گرد بہت سے پتھر نصب کر رکھے تھے، جن پر جانوروں کو ذبح کرتے، اور ان کے گوشت کو ٹکڑے بناتے تھے، وہ لوگ ان پتھروں کی تعظیم کرتے تھے، اور ذبح کے ذریعہ ان پتھروں کے تقرب کی نیت کرتے تھے۔ انہی پتھروں کو ''انصاب'' کہا جاتا تھا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور ان ذبائح کو حرام قرار دیا، چاہے ذبح کے وقت ان پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اس لئے ایسے پتھروں کے پاس ذبح کرنا شرک باللہ ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ ﴿ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ میں تقریباً یہی حکم بیان کیا گیا ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ؛ ﴿ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ﴾ میں ان جانوروں کا حکم بیان کیا گیا ہے، جنہیں بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو، اور ﴿ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ میں ان جانوروں کا جنہیں انبیاء و اولیاء کے

لئے ذبح کیا گیا ہو۔ [1]

اسلام میں تو اللہ تعالیٰ کے لئے بھی ایسی جگہ ذبح کرنا جائز نہیں، جہاں غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جاتا ہو۔ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْحَرَ إِبِلاً بِبُوَانَةَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلاً بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ " قَالُوا: لَا، قَالَ: " هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِهِمْ؟" قَالُوا: لَا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ.)) [2]

''ایک شخص نے مقامِ بوانہ پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا زمانۂ جاہلیت میں وہاں کسی بت کی پوجا ہوتی تھی؟ لوگوں نے کہا؛ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا وہاں جاہلیت کی کوئی عید منائی جاتی تھی؟ لوگوں نے کہا نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے کہا کہ اپنی نذر پوری کرو، اللہ کی نافرمانی کر کے نذر نہیں پوری کی جائے گی۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فتاویٰ عزیزی (ص:۵۱۶) میں رقم طراز ہیں:

وَفِي غَرَائِبِ أَبِي عُبَيْدٍ وَبُسْتَانِ الفَقِيهِ وَكَنزِ العِبَادِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ ذَبْحُ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ عِنْدَ الْقُبُورِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ "لَا عَقَرَ فِي الْإِسْلَامِ يَعْنِيْ عِنْدَ الْقُبُوْرِ" هٰكَذَا فِيْ سُنَنَ أَبِيْ دَاؤدَ.

''اور غرائب أبي عبید اور بستان الفقیہ اور کنز العباد میں ہے کہ جائز نہیں ہے ذبح

[1] تفسیر ابن کثیر ۲/ ۴۷۵، تحقیق عبدالرزاق مهدی.

[2] سنن أبو داؤد، کتاب الأیمان والنذور، رقم: ۳۳۱۳، سنن ابن ماجة، کتاب الکفارات، رقم: ۲۱۳۱، البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ المشکاة، رقم: ۳۴۳۷.

کرنا گائے اور بکری کو قبروں کے نزدیک، اس واسطے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ''عقر'' یعنی قبروں کے نزدیک ذبح کرنا اسلام میں نہیں۔ ایسا ہی سنن أبوداؤد میں ہے۔''

کتاب اللہ میں چار مقامات پر غیر اللہ کے لئے ذبح کو حرام کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ط ﴾ (البقرة: ١٧٣)

''اللہ نے تم پر مردہ، خون، سور کا گوشت اور اس جانور کو حرام کر دیا ہے جسے غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو۔'' [1]

ابن جریر رحمہ اللہ نے بعض سلف سے ﴿ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ کی تفسیر ﴿ مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ نقل فرمائی ہے۔ [2]

اسی طرح سیوطی رحمہ اللہ نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ﴿ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ کی تفسیر ﴿ مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ نقل فرمائی ہے۔ [3]

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کی تفسیر میں مرقوم ہے:

((أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ لَوْ أَنَّ مُسْلِمًا ذَبَحَ ذَبِيحَةً وَقَصَدَ بِهَا التَّقَرُّبَ إِلَى غَيْرِ اللّٰهِ صَارَ مُرْتَدًّا وَذَبِيحَتُهُ ذَبِيحَةُ مُرْتَدٍّ.)) [4]

''یعنی علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ذبح کیا کسی نے کوئی ذبیحہ اور قصد کیا اسی ذبح سے تقرب غیر اللہ کا، تو وہ شخص مرتد ہو جائے گا، اور اس کا ذبیحہ مرتد کے ذبیحہ کے مانند ہوگا۔''

فتح البیان (۱/۲۴۰) اور فتح القدیر (۱/۱۷۰) میں ہے:

---

[1] تیسیر الرحمن، ص: ٥١٤. [2] تفسیر طبری ٢/ ٩٠.

[3] تفسیر الدر المنثور ٢/ ١٣٢، طبعة مركز هجر للبحوث والدراسات.

[4] بحواله فتاویٰ عزیزی، ص: ٥٣٧، فتح البیان ١/ ٢٤٠.

((وَمِثْلُهُ مَا يَقَعُ مِنَ الْمُعْتَقِدِيْنَ لِلْأَمْوَاتِ مِنَ الذَّبْحِ عَلٰى قُبُوْرِهِمْ فَإِنَّهُ مِمَّا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الذَّبْحِ لِلْوَثْنِ.))

''فوت شدہ بزرگوں کے (جاہل) معتقدین کا ان کی قبروں پر ذبح کرنے کا یہی حکم ہے، بلاشبہ یہ ﴿ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ میں داخل ہے، اور اس میں اور بت کے لئے ذبح کرنے میں کوئی فرق نہیں۔''

شریعت نے اس بارے میں اس قدر احتیاط برتی ہے کہ کسی ''اُمیر'' یعنی حاکم کے آنے پر اس کی تعظیم کے نقطۂ نظر سے ...... نہ کہ ضیافت اور مہمانی کے طور پر...... اگر جانور ذبح کیا جائے گا تو وہ بھی حرام ہوگا، جامع الرموز (ص:۴۴۹) اور مجمع الانہار (۴۹۰/۲) میں ہے:

((ذَبْحٌ لِقُدُوْمِ الْأَمِيْرِ وَنَحْوِهِ كَوَاحِدٍ مِنَ الْعُظَمَاءِ يَحْرُمُ لِأَنَّهُ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَوْ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى ، وَلَوْ ذُبِحَ لِلضَّيْفِ لَا يَحْرُمُ لِأَنَّهُ سُنَّةُ الْخَلِيْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِكْرَامُ الضَّيْفِ اِكْرَامُ اللّٰهِ .))

''حاکم یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر ذبح کیا تو حرام ہوگا، کیونکہ یہ غیراللہ (کی تعظیم) کے لئے پکارا گیا ہے۔ اگر چہ (بوقت ذبح) اللہ کا نام ذکر کیا گیا۔ اور اگر مہمان کی خاطر ذبح کیا تو حرام نہ ہوگا کیونکہ مہمانی تو سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور مہمان کی تکریم اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے۔''

بحرالرائق (۱۹۲/۸) میں ہے:

((وَلَوْ ذَبَحَ لِأَجْلِ قُدُوْمِ الْأَمِيْرِ أَوْ قُدُوْمِ وَاحِدٍ مِنَ الْعُظَمَاءِ وَذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى يَحْرُمُ أَكْلُهُ لِأَنَّهُ ذَبَحَهَا لِأَجْلِهِ تَعْظِيْمًا لَهُ.))

''بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کیا اور اس پر (بوقت ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا تو اس کا کھانا حرام ہے، کیونکہ اس جانور کو بادشاہ وغیرہ کے آنے پر اس کی تعظیم کے لئے ذبح کیا گیا ہے۔''

۱۵۔ غیر اللہ سے فریاد رسی اور دعا کرنا

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''استغاثہ'' کا معنی ''مدد طلب کرنا'' ہے، جو درحقیقت مشکلات کے حل کے لئے فریاد کناں ہونے کا نام ہے، جیسے ''استنصار'' کا معنی ''طلب نصرت'' اور ''استغاثہ'' کا معنی ''مدد طلب کرنا'' ہے۔ ❶

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

((وَمِنْ أَنْوَاعِهِ أَيِ الشِّرْكِ ، طَلَبُ الْحَوَائِجِ مِنَ الْمَوْتٰى ، وَالِاسْتِغَاثَةِ بِهِمْ ، وَالتَّوَجُّهُ إِلَيْهِمْ وَهَذَا أَصْلُ شِرْكِ الْعَالِمِ ، فَإِنَّ الْمَيِّتَ قَدْ انْقَطَعَ عَمَلُهُ وَهُوَ لَا يَمْلِكُ لِنَفْسِهِ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا فَضْلًا لِمَنْ اسْتَغَاثَ بِهِ.)) ❷

''مردوں سے مدد طلب کرنا اور حاجات طلب کرنا شرک کی ایک قسم (یعنی چور دروازہ) بلکہ اصل شرک ہے، درحقیقت مرنے کے بعد آدمی کا سلسلہ عمل منقطع ہوجاتا ہے، وہ پکارنے والے کے لئے تو کیا؟ خود اپنی ذات کے لئے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوتا۔''

اور شیخ صنع اللہ الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

((هَذَا وَإِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ فِيمَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ جَمَاعَاتٌ يَدَّعُونَ أَنَّ لِلْأَوْلِيَاءِ تَصَرُّفَاتٌ فِي حَيَاتِهِمْ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ، وَيُسْتَغَاثُ بِهِمْ فِي الشَّدَائِدِ وَالْبَلِيَّاتِ وَبِهِمْ تَكْشِفُ الْمُهِمَّاتُ ، فَيَأْتُونَ قُبُورَهُمْ

---

❶ الفتاویٰ ۱/ ۱۰۳.

❷ مدارج السالکین ۱/ ۳٤٦، مغنی المرید ۱/ ۱۱۹٤، تیسیر العزیز الحمید، ص: ۲۳۰.

وَيُنَادُوْنَهُمْ فِيْ قَضَاءِ الْحَاجَاتِ ، مُسْتَدِلِّيْنَ عَلىٰ أَنَّ ذَالِكَ مِنْهُمْ كَرَامَاتٌ وَقَالُوْا: مِنْهُمْ أَبْدَالُ وَ نُقَبَاءُ ، وَأَوْتَادُ وَنُجَبَاءُ ، وَسَبْعُوْنَ وَسَبْعَةٌ ، وَأَرْبَعُوْنَ وَأَرْبَعَةُ ، وَالْقُطْبُ هُوَ الْغَوْثُ لِلنَّاسِ ، وَعَلَيْهِ الْمَدَارُ بِلَا اِلْتَبَاسٍ ، وَجَوَّزُوْا لَهُمُ الذَّبَائِحَ وَالنُّذُوْرَ ، وَأَثْبَتُوا لَهُمْ فِيْهَا الْأُجُوْرَ.)) ❶

''آج کل مسلمانوں میں کئی ایسے گروہ پیدا ہو چکے ہیں، جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اولیاء کرام اپنی زندگیوں میں اور مرنے کے بعد بھی مختلف اُمور میں تصرف کی طاقت رکھتے ہیں، مشکلات و شدائد میں ان سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔ لہٰذا اس عقیدے کے تحت وہ ان کی قبروں پر حاضری دیتے ہیں اور قضائے حاجات کے لئے ان کو پکارتے ہیں، اور دلیل یہ پکڑتے ہیں کہ ایسا کرنا ان کی کرامات ہیں، اور کہتے ہیں کہ اولیاء کرام میں سے بعض ابدال اور بعض اوتاد اور بعض نقباء اور بعض نجباء ہیں، ستر (۷۰) اور چوالیس (۴۴) کی تعداد ذکر کرتے ہیں، اور قطب اسے قرار دیتے ہیں جو لوگوں کی ہر طرح کی مدد کر سکے، اور اسے عالم کا مدار تصور کرتے ہیں، ان اولیاء کے لئے جانور ذبح کرنا اور نذریں ماننا جائز سمجھتے ہیں، اور اس کا بہت زیادہ اجر و ثواب ذکر کرتے ہیں۔''

مزید لکھتے ہیں:

''اس کلام میں افراط و تفریط ، بلکہ ابدی ہلاکت ہے، اور ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ہے، کیونکہ ان معتقدات میں شرک کی بو پائی جاتی ہے، اس کے علاوہ کتاب اللہ سے تصادم اور ائمہ کرام کے عقائد کی مخالفت اور اجماع امت کا انکار بھی۔'' ❷

مزید فرماتے ہیں:

''لوگوں کا یہ کہنا کہ اولیاء کرام کو ان کی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی حق تصرف ہے، اللہ تعالیٰ کے فرامین کی روشنی میں مردود ہے؛

---

❶ مغنى المريد ۱/ ۱۱۹۵، تيسير العزيز الحميد، ص: ۲۳۲.
❷ حواله أيضًا.

﴿ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط ﴾ (النمل : ٦٠)

''کیا ہے کوئی معبود اللہ کے ساتھ؟''

﴿ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ط ﴾ (الأعراف : ٥٤)

''خبردار! اسی کے لئے پیدا کرنا اور حکم ہے۔''

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ط ﴾ (المائدہ : ١٢٠)

''اللہ کے لئے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔''

یہ تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو خلق، تدبر، تصرف اور تقدیر کا حق حاصل ہے، ان امور میں کسی صورت کسی غیر اللہ کا کوئی حصہ نہیں، پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے ملک، قہر اور تصرف کے تحت ہے۔'' [1]

مزید رقم کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی ﴿ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ فرمایا ہے، اس سے مراد '' مِنْ غَيْرِهٖ '' ہے، یعنی اللہ کے سوا کوئی بھی چیز (خواہ وہ ولی ہو، جسے آپ مدد کے لئے پکاریں یا شیطان) جو اپنے نفس کی مدد پر قدرت نہیں رکھتا وہ دوسروں کی کیا مدد کرسکتا ہے؟''

مزید فرماتے ہیں:

''غیر اللہ کے لئے یہ تصور کیونکر ہوسکتا ہے، کہ وہ تصرف کرسکتا ہے، یہ بڑا گھٹیا قول اور عظیم شرک ہے۔ اور مرنے کے بعد تصرف پر قادر ہونے کا عقیدہ تو اور زیادہ بدترین اور برے درجے کی بدعت ہے۔ کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ﴾ (الزمر : ٣٠)

''یقیناً خود آپ ﷺ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔''

نیز فرمایا:

---

[1] حواله أيضًا.

﴿ اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ ﴾ (الزمر: ٤٢)

''اللہ تعالیٰ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے، انہیں تو روک لیتا ہے۔''

مزید فرمایا:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ (آل عمران: ١٨٥)

''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴾ (المدثر: ٣٨)

''ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے۔''

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ.)) [1]

''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔''

یہ تمام نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ میت کی تمام حس وحرکت ختم ہو جاتی ہے، اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں اور روح روک لی جاتی ہے، اور وہ اس کے اچھے یا برے اعمال کی مرہون ہوتی ہے، تو جو اپنے نفس کی حرکت سے عاجز ہیں، وہ دوسروں کے لئے کیا تصرف کر سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو فرما رہا ہے کہ روحیں میرے پاس ہیں، اور یہ ملحد کہتے ہیں کہ روحیں آزاد ہیں، اور تصرف کرتی ہیں۔ ﴿ قُلْ ءَ اَنْتُمْ أَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ﴾...... ''کیا تمہیں زیادہ علم ہے یا اللہ کو......'' [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الوصية، رقم: ١٦٣١.

[2] حواله أيضًا.

مزید فرماتے ہیں:

''ان کا یہ عقیدہ کہ مشکلات و شدائد میں ان سے پناہ مانگی جاسکتی ہے، ان کے سابقہ بیان شدہ نظریہ سے بھی زیادہ قبیح اور شنیع ہے، کیونکہ یہ عقیدہ ظاہراً قرآنِ حکیم کی اس آیت کریمہ کے ساتھ متصادم و متعارض ہے۔''

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ ﴾ (النمل: ٦٢)

''بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ ﴾ (الأنعام: ٦٣)

''آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے نجات دیتا ہے۔''

اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ بات ثابت اور طے فرمادی ہے کہ مصائب کو ٹالنے والا صرف اللہ ہے۔ اور کوئی نہیں، اور بے کس اور لاچار انسانوں کی دعا وہی قبول کرسکتا ہے۔'' [1]

کچھ آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

''جو شخص کسی غیر اللہ میں خواہ وہ نبی ہو، یا ولی ہو، یا روح یہ عقیدہ رکھے کہ انہیں اِزالہ مشکلات یا قضاء حاجات میں کس حد تک قدرت یا تائید حاصل ہے تو وہ بڑی خطرناک وادئ جہالت میں گر چکا ہے، بلکہ جہنم کے گڑھے کے کنارے پر کھڑا ہے......'' [2]

---

[1] تيسير العزيز الحميد، ص: ٢٣٣، ٢٣٤.

[2] أيضًا.

مزید فرماتے ہیں:

''ان لوگوں کا یہ کہنا کہ اولیاء میں ابدال، نقباء، اوتاد اور نجباء ہوتے ہیں ...... یہ سب ان کے گھڑے ہوئے جھوٹ اور بہتان ہیں۔ جیسا کہ قاضی ابن العربی، ابن الجوزی اور ابن تیمیہ رحمہم اللہ وغیرہ نے بڑی وضاحت سے ذکر کیا ہے۔'' انتہیٰ [1]

یاد رہے کہ عالم اسباب کے تحت ظاہری امور میں ایک دوسرے کی مدد کرنا، اور ایک دوسرے سے مدد چاہنا نہ شرک ہے نہ حرام، بلکہ امور خیر میں لازم ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کی جائے، جیسا کہ مسیح علیہ السلام نے کہا:

﴿ مَنْ أَنْصَارِيْٓ إِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوٰرِيُّوْنَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ ط ﴾ (الصف : ١٤)

''دعوت إلی اللہ کی راہ میں میری کون مدد کرے گا، حواریوں نے کہا، ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔''

اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ اگر تمہارے بھائی دین کی خاطر تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد تم پر لازم ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ط ﴾ (الأنفال : ٧٢)

''اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد کرنی واجب ہے۔''

پھر اس کا عام قاعدہ اور اصول بتلایا:

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط ﴾ (المائدہ : ٢)

''اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں آپس میں تعاون کرو، اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو۔''

---

[1] تيسير العزيز الحميد، ص: ٢٣٤، ٢٣٥، توحيد إله العالمين، ص: ٢٦٣، ٢٦٦.

جو لوگ ایسی آیات پڑھ کر مافوق الاسباب امور میں استغاثہ واستمداد کو جائز کرتے ہیں وہ سراسر دھوکا دیتے ہیں، کیونکہ یہ سب امور ظاہریہ ہیں۔ اسباب ومسببات کے ماتحت ہیں اور انسان کے اختیار کی چیزیں ہیں، استمداد وہ حرام ہے جو مافوق الاسباب امور میں ہو جو اللہ عزوجل نے صرف اپنے اختیار میں رکھے ہوئے ہیں، مثلاً اولاد دینا، رزق عطا کرنا، فقر و غناء، نفع وضرر اور عزت و ذلت۔ ان امور میں غیر سے مدد طلب کرنا خواہ وہ نبی ہو یا ولی، امام ہو یا شہید، زندہ ہو یا مردہ، حاضر ہو یا غائب شرک ہے۔ ایسے تصرفات کی تو جناب سیّد الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارک سے بھی نفی کر دی گئی ہے۔

﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ (آل عمران : ١٢٨)

''(اے پیغمبر ﷺ!) آپ کے اختیار میں کچھ نہیں۔''

﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ ﴾ (القصص : ٥٦)

''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے ہیں۔''

حافظ محمد بن عبدالھادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((أَنَّهُ يُعْطِي وَيَمْنَعُ ، وَيَمْلِكُ لِمَنْ اسْتَغَاثَ بِهِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لِضَرٍّ وَّ النَّفْعِ ، وَأَنَّهُ يَقْضِي حَوَائِجَ السَّائِلِيْنَ وَيُفَرِّجُ كُرُبَاتِ الْمَكْرُوْبِيْنَ ، وَأَنَّهُ يَشْفَعُ فِيمَنْ يَشَاءُ ، وَيُدْخِلُ الْجَنَّةَ مَنْ يَشَاءُ ، فَدَعْوىٰ الْمُبَالَغَةِ فِيْ هَذَا التَّعْظِيمِ مُبَالَغَةٌ فِي الشِّرْكِ وَانْسِلَاخٌ مِنْ جُمْلَةِ الدِّيْنِ.))[1]

''(یعنی نبی ﷺ کی شان میں مبالغہ کر کے یہ کہنا کہ) آپ کو عطا اور منع کی طاقت حاصل ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر جو شخص آپ ﷺ سے مدد طلب کرے آپ اس کے لئے نفع، نقصان کے مالک ہیں، اور سائلین کی حاجات کو پورا کر سکتے ہیں اور مصیبت زدوں کی مصیبتوں کو رفع کر سکتے ہیں، اور جس کی چاہیں شفاعت کریں، جسے چاہیں جنت میں لے جائیں۔ پس آپ ﷺ کی تعظیم میں ایسا

[1] فتح المجید، ص: ١٤٦.

مبالغہ کرنا شرک میں مبالغہ کرنا اور دین اسلام کی قید سے بالکل آزاد ہو جانے کے مترادف ہے۔''

غیر اللہ کو متصرف فی الامور ماننے میں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کی شرکت لازم آتی ہے، یا پھر اس کا بیکار اور بے فعل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ط ﴾ (إبراهيم : ٢٧)

''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ o تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ o ﴾ (اٰل عمران : ٢٦، ٢٧)

''آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے اللہ! حقیقی بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ذلیل بنا دیتا ہے، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر بڑا قادر ہے، تو رات کو دن میں، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور زندہ کو مردہ سے، اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔''

یہ آیات قرآنیہ اللہ تعالیٰ کے افعال وصفات کی خبر دے رہی ہیں، پس اگر یہی تصرفات کسی غیر میں مانے جائیں، تو اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا خود ذاتِ باری تعالیٰ بھی یہ کام کرتا ہے یا نہیں؟ اگر کرتا ہے تو ''تحصیل حاصل'' اور اللہ کا فعل عبث اور بے کار ٹھہرتا ہے یا ''شرک في

التصرف'' لازم آتا ہے، اور اگر نہیں آتا تو ان نصوص کے برعکس ذاتِ باری تعالیٰ کا ''تعطل'' ماننا پڑے گا، حالانکہ اس کی یہ شان ہے:

﴿ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَانٍ ۝ ﴾ (الرحمن: ۲۹)

''ہر روز وہ ایک شان میں ہے۔''

یعنی وہی گناہ بخشتا ہے، مصائب دور کرتا ہے، اولاد دیتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے اور کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کے بندوں کو مختار اور متصرف فی الامور سمجھ رکھا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

((وَالَّذِيْنَ يَزَوْرُوْنَ قُبُوْرَ الْاَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَيَحُجُّوْنَ إِلَيْهِمْ لِيَدْعُوْهُمْ وَيَسْأَلُوْهُمْ أَوْلِيَعْبُدُوْهُمْ وَيَدْعُوْهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هُمْ مُشْرِكُوْنَ .)) ❶

''اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے لئے آتے ہیں، اور انہیں پکارتے اور ان سے سوال کرنے کی غرض سے آتے ہیں یا اس لئے آتے ہیں کہ ان کی عبادت کریں، اور انہیں اللہ کے علاوہ پکاریں تو ایسے لوگ مشرک ہیں۔''

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

((وَالدُّعَاءُ مِنْ جُمْلَةِ الْعِبَادَاتِ فَمَنْ دَعَا الْمَخْلُوْقِيْنَ مِنَ الْمَوْتٰى وَالْغَائِبِيْنَ وَاسْتَغَاثَ بِهِمْ وَلَا اِسْتِحْبَابٍ كَانَ مُبْتَدِعًا فِي الدِّيْنِ مُشْرِكًا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ مُبْتَدِعَ بِدْعَةٍ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ .)) ❷

''دعا بھی عبادات میں سے عبادت ہے، جو شخص مردہ یا غائبین مخلوقات کو پکارتا ہے اور ان سے مدد طلب کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اس کا حکم نہ تو وجوباً دیا ہے اور نہ ہی استحباباً، ایسا شخص دین میں مبتدع، ربّ

---

❶ الرد على الأخنائی، ص: ۵۲.

❷ کتاب الوسیلة بحواله توحید خالص، ص: ۵۰۷ از شیخ بدیع الدین شاه راشدیؒ.

العالمین کے ساتھ مشرک ہے اور ایسی بدعت کا مرتکب ہو رہا ہے، جس پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔''

یعنی زندہ اور مردہ اولیاء وانبیاء کو پکارنا اس لئے جائز نہیں کہ ''پکار'' عبادت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ.))

''کہ دعا ہی عبادت ہے۔''

اور پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ (المؤمن: ٦٠)

''اور تمہارے رب نے کہہ دیا ہے، تم سب مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بے شک جو لوگ کبر کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے، وہ عنقریب ذلت ورسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔''[1]

مذکور حدیث سے صراحت سے معلوم ہوا کہ ''پکار'' عبادت ہے، لہٰذا جاہل لوگوں کا دور سے ہی کہہ دینا کہ ''**یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ**'' شرک ہے۔ جناب قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود۔ پس نسبت کردن اعدام وایجاد واعطاء رزق یا اولاد یا دفع مرض وغیرہ آن بسوئے شاہ کفر است. ﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾ [الاعراف: ۱۸۸]))[2]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۲۹۶۹، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث ''حسن صحیح ہے'' مزید دیکھیں صحیح الترمذي للألبانی رحمہ اللہ تعالیٰ، رقم: ۲۳۷۰.

[2] إرشاد الطالبین فارسی، ص: ۱۸، طبع لاہور، بحوالہ مشاهد التوحید، ص: ۳۳۱، ۳۳۲، طبع انجمن إشاعة التوحید والسنّة، شرقپور.

''اولیاء کرام معدوم کو پیدا کرنے، اور موجود کو نابود کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ پیدا کرنے، معدوم کرنے، رزق پہنچانے اور اولاد دینے، بلا دور کرنے، مرض سے شفا بخشنے وغیرہ کی ان سے اُمید کر کے مدد طلب کرنا کفر ہے، کیونکہ آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ کہہ دیجئے! میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا ہو۔''

قرآنِ مجید میں اس مسئلہ کو دو طرح سے بیان کیا گیا ہے، ایک طرف تو اثبات ہے یعنی یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ''پکارا جانا'' صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اسی کو پکارو اور اسی سے استغاثہ کرو، اور دوسری طرف نفی کا انداز اختیار کیا ہے کہ اس کے سوا کسی کو مت پکارو۔ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے، بغاوت اور سرکشی ہے، بلکہ غیر کو پکارنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اسے اِلٰہ سمجھنا، صرف آیات کریمہ ملاحظہ ہوں۔

آیاتِ اثبات:

﴿ أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ ﴾

(الأعراف : ٥٥)

''تم لوگ اپنے رب کو نہایت عجز و انکساری اور خاموشی کے ساتھ پکارو، بے شک وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ط إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾

(الأعراف : ٥٦)

''اور اللہ کو خوف اور امید کے ساتھ پکارا کرو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

﴿ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط ﴾ (المؤمن: ٦٠)

''تم سب مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔''

دوسرا انداز (یعنی اندازِ نفی):

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ o وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ o ﴾ (یونس: ١٠٦، ١٠٧)

''اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے، اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ آپ کے لئے کوئی بھلائی چاہے تو اس کے فضل وکرم کو کوئی روک نہیں سکتا ہے۔''

فائدہ: ...... ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛ اس آیت کریمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مخاطب ہیں، جب معاملہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر اللہ کو پکارنے سے منع کر دیا گیا اور بفرضِ محال اگر انہوں نے پکار لیا تو وہ ظالموں سے ہو جائیں گے، تو پھر دوسروں کو تو اور زیادہ ڈرنا اور بچنا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ شرک کو ظلم عظیم قرار دیا گیا ہے:

﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ o ﴾ (لقمان: ١٣)

''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' [1]

دوسرے مقام پر فرمایا:

---

[1] تیسیر العزیز الحمید، ص: ٢٣٦.

﴿ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴾ (الشعراء: ۲۱۳)

''پس تم اللہ کے علاوہ کسی اور معبود کو نہ پکارو کہ تو بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط ﴾ (القصص: ۸۸)

''اور اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہ پکارنا، اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔''

اس آیت کریمہ میں '' لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ '' کے آخر میں آنے کا مطلب صاف ظاہر ہے، جس کو پکارا جائے وہی '' اِلٰه '' ہوتا ہے، پس جو شخص '' لَا اِلٰهَ '' کا اقرار کر لینے کے بعد بھی کسی اور کو پکارے تو اس کے شرک میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ (المؤمنون: ۱۱۷)

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے، بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔''

اللہ کی پکار اور انبیاء علیہم السلام:

یہ بات واضح ہے کہ عام انسانوں کی طرح انبیاء علیہم السلام پر بھی مصائب آئے ہیں۔ حصول نفع اور دفع مضرت کی خواہشات ان میں موجود تھیں، مگر کسی پیغمبر نے کسی حالت میں ماسوائے اللہ کے کسی کو نہیں پکارا، نہ رغبت میں نہ رہبت میں، نہ طمع میں اور نہ خوف میں، بلکہ ہر حال میں اپنے رب ہی کو پکارتے تھے۔ اسی کی طرف جھکتے اور اسی پر بھروسہ کرتے تھے۔

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا

لَنَا خٰشِعِيْنَ o ﴾ (الأنبياء: ۹۰)

''بے شک وہ لوگ یعنی انبیاء خیر کے کاموں کی طرف سبقت کرتے تھے اور ہمیں امید و بیم کی حالت میں پکارتے تھے اور ہمارے لئے خشوع و خضوع اختیار کرتے تھے۔''

سیدنا آدم علیہ السلام:

جب آپ سے خطا سرزد ہوئی تو آپ نے اپنے رب کو اس طرح پکارا:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سكتة وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (الأعراف: ۲۳)

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، اور اگر تو نے ہمیں معاف نہیں کیا اور ہم پر رحم نہیں کیا، تو ہم یقیناً خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

سیدنا نوح علیہ السلام:

سیّدنا نوح علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے دعا فرمائی:

﴿ رَبِّ اغْفِرْلِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا o ﴾ (نوح: ۲۸)

''اے میرے رب! تو مجھے معاف کر دے اور میرے ماں باپ کو بھی اور ان مومن مردوں اور عورتوں کو بھی جو میرے گھر میں داخل ہوں اور ظالموں کے لئے صرف تباہی و بربادی میں اضافہ کر۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ o ﴾

(ابراهيم: ٤١)

''اے ہمارے رب! تو مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو اس دن معاف

کردے، جب حساب ہوگا۔''

فائدہ :...... ڈاکٹر لقمان سلفی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں: ''مفسرین لکھتے ہیں کہ والدین کے لئے انہوں نے یہ دُعا اُس وقت کی تھی جب نہیں جانتے تھے کہ وہ دونوں اللہ کے دشمن ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی ماں مسلمان ہوگئی تھیں۔ ایک قرأت میں ''وَالِدِيْ '' آیا ہے، یعنی دعا میں صرف اپنے والد کو مراد لیا تھا۔ ایک دوسری قرات میں ''وَلَدَيّ '' آیا ہے، یعنی میرے دونوں بیٹوں، اسماعیل اور اسحاق کو بھی معاف کردے۔'' [1]

سیدنا ایوب علیہ السلام:

قرآنِ مجید میں ہے، اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا:

﴿ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ ﴾ (الأنبیاء: ۸۳)

''یقیناً مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔''

سیدنا یونس علیہ السلام:

یونس علیہ السلام کو مچھلی نے جب لقمہ بنالیا تو اُنہوں نے دعا کی:

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ﴾

(الأنبیاء: ۸۷)

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو تمام عیوب سے پاک ہے، میں بے شک قصوروار تھا۔''

فائدہ :...... سیّدنا سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یونس کی دعا جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ تھی، جب بھی کوئی مسلمان اپنے رب سے کسی حاجت کے لئے یہ دعا کرے گا، قبول کی جائے۔'' [2]

---

[1] تیسیر الرحمٰن، ص: ۷۳۵.

[2] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۵۰۵، مسند أحمد ۱/ ۱۷۰، مسند البزار (کشف الأستار) رقم: ۳۱۵، مستدرك حاکم ۱/ ۵۰۵ و ۲/ ۳۸۲، ۳۸۳، صحیح الترمذی للألبانی، رقم: ۲۷۸۵.

سیدنا زکریا علیہ السلام:

زکریا علیہ السلام کو اولاد کی ضرورت تھی، انہوں نے بھی رب کو پکارا۔

﴿ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ ﴾

(الأنبياء: ٨٩)

''اے میرے رب! مجھے تنہا نہ چھوڑنا، اور تو ہی بہترین وارث ہے۔''

سیدنا یعقوب علیہ السلام:

یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے، تو آپ نے کہا:

﴿ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ ط ﴾ (یوسف: ١٨)

''(میں) اللہ سے ہی مدد مانگتا ہوں۔''

اور دوسری جگہ کہا:

﴿ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّىْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ط ﴾ (یوسف: ٨٦)

''میں اپنا درد و غم اور حزن و اَلم اللہ سے کہتا ہوں۔''

سیدنا یوسف علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی نعمت یوسف علیہ السلام پر تمام کردی، والدین اور بھائیوں کو ان کے پاس پہنچا دیا، اور انہیں علم نبوت، علم تعبیر الرؤیا، اور مصر کی عظیم بادشاہت سے نوازا تو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ؛

﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِىْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِىْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ١٠١)

''اے میرے رب! تو نے مجھے بادشاہت عطا کی اور خوابوں کی تعبیر کا علم دیا، اور اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے! دنیا و آخرت میں تو ہی میرا یار و مددگار

ہے، تو مجھے بحیثیت مسلمان دنیا سے اٹھا، اور نیک لوگوں سے ملا دے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم:

رسول اللہ ﷺ کی دعائیں بہت کثرت سے ہیں جو حدیث اور وظائف کی کتابوں میں پھیلی ہوئی ہیں، ان کے مطالعہ سے معلوم ہوجائے گا کہ جب بھی آپ ﷺ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ سے کی، آپ اپنے رب سے زیادتی علم کی دعا کرتے۔

﴿ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۝ ﴾ (طٰهٰ: ۱۱٤)

''اے میرے رب! مجھے اور زیادہ علم دے۔''

فائدہ:......نواب صدیق حسن لکھتے ہیں:

((وَمَا أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَلَبِ الزِّيَادَةِ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا فِيْ الْعِلْمِ.)) [1]

''یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو علم کے سوا کسی چیز میں زیادتی طلب کرنے کی نصیحت نہیں کی۔''

پس غیر اللہ میں سے کسی کو دعاء کے قابل سمجھنا، اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابر کرنے کے مترادف ہے اور یہی شرک ہے۔ قیامت کے دن مشرکین جہنم کے اندر اس حقیقت کا اعتراف کرلیں گے کہ؛

﴿ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴾

(الشعراء: ۹۸،۹۷)

''اللہ کی قسم! یقیناً ہم تو کھلی غلطی میں واقع تھے، جب کہ تمہیں ربّ العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے۔''

عباد قبور اپنے شرکیہ اُمور کے اثبات کے لئے بعض احادیث کا سہارا لیتے ہیں، لیکن وہ استدلال یا تو غلط فہم کی اساس پر ہے یا وہ احادیث باعتبارِ سند ضعیف، منکر، بلکہ بعض موضوع تک ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ. [2]

---

[1] فتح البیان ٤ / ۳۷۵۔ [2] توحید إله العالمین ۱ / ۲۷٤، از شیخ عبداللّٰہ ناصر رحمانی حفظه اللّٰه.

١٦۔ توسل غیر شرعی

توسل کا معنی:

''وسیلہ'' کے معنی ہیں ذریعۂ تقرب۔ ❶

''لغات القرآن'' میں ہے کہ ''خطیب'' اور ''رازی'' رحمہم اللہ کے نزدیک ''وسیلہ'' کا معنی ہے قرب کا ذریعہ، قریب کردینے والا۔ ❷

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''الوسیلہ'' کے معنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنے کے ہیں۔ قرآن میں ہے:
﴿ وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴾ ''اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرو۔''

درحقیقت ''توسل'' اِلی اللہ علم وعبادت اور مکارم شریعت کی بجا آوری سے طریقہ الٰہی کی محافظت کرنے کا نام ہے، اور یہی معنی ''تقرب اِلی اللہ'' کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے کو ''واسل'' کہا جاتا ہے۔ ❸

جمیع مفسرین نے آیت کریمہ ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴾ (المائدہ: ٣٥) میں ''وسیلہ'' سے اطاعت وعبادت مراد لی ہے۔

مثلاً ابن جریر طبری اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں رقم کرتے ہیں:

((﴿ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴾ يَقُوْلُ: وَاطْلُبُوْا الْقُرْبَةَ إِلَيْهِ بِالْعَمَلِ بِمَا يُرْضِيْهِ.)) ❹

''﴿ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴾ کا معنی ہے ہر اُس ذریعہ کے طالب رہو جس سے تم اللہ کا قرب حاصل کرسکو، اور اس کی رضا کو پہنچ سکو۔''

---

❶ المنجد
❷ لغات القرآن، جلد ششم، لفظ ''الوسیلہ''
❸ مفردات القرآن، لفظ ''الوسیلہ''.
❹ تفسیر طبری ٤/ ٥٦٦.

اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((أَيُ تَقَرَّبُوا إِلَيُهِ بِطَاعَتِهِ وَالُعَمَلِ بِمَا يُرُضِيهِ.)) ❶

''یعنی (وسیلہ کا معنی ہے کہ) تم اطاعت (فرمانبرداری) کر کے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرو۔''

علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

((اَلُوَسِيُلَةُ هِيَ فَعِيُلَةٌ بِمَعُنٰى مَا يُتَوَسَّلُ بِهِ وَيُتَقَرَّبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنُ فِعُلَ الطَّاعَاتِ وَتَرُكِ الُمَعَاصِيُ.)) ❷

''یعنی ''وسیلہ''، ''فعیلہ'' کے وزن پر ہے، اس کے معنی ہیں اطاعت (فرمانبرداری) کر کے اور گناہوں کو چھوڑ کر اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنا۔''

وسیلہ کی جائز صورتیں:

جائز اور مشروع توسل کی بھی چند اقسام ہیں، جن کا بیان ذیل کی سطور میں آئے گا۔

(۱) توسل باسماء اللہ وصفاتہ:

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور پاکیزہ صفات کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کرنا، جیسا کہ اللہ عزوجل نے ہمیں حکم دیا ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى فَادۡعُوۡهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيۡنَ يُلۡحِدُوۡنَ فِيۡۤ اَسۡمَآئِهٖ سَيُجۡزَوۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾ (الأعراف: ۱۸۰)

''اللہ کے بہت ہی اچھے نام ہیں، پس تم لوگ انہی ناموں کے ذریعہ پکارو، اور ان لوگوں سے برطرف ہو جاؤ جو اس کے ناموں کو بگاڑتے ہیں (اس کے غلط معنی بیان کرتے ہیں) اور انہیں عنقریب ان کے کیے کی سزا دی جائے گی۔''

(۲) توسل بتوحید اللہ تعالیٰ:

جیسا کہ سیّدنا یونس علیہ السلام نے کیا تھا کہ انہیں مچھلی نے نگل لیا، تین دن تک مچھلی کے پیٹ

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/ ۵۳۵، بتحقیق عبدالرزاق مهدی. ❷ تفسیر روح المعاني ٤/ ١٢٤.

میں رہے، پھر دعا کی:

﴿ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

(الانبیاء: ۸۷)

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو تمام عیوب سے پاک ہے، میں یقیناً قصوروار تھا۔''

(۳) توسل بالاعمال الصالحہ والایمان الصالح:

بارگاہِ الٰہی میں قرب یا رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے ایمانِ صالح اور نیک اعمال بھی جائز اور مشروع وسیلہ ہوسکتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی اس آیت کریمہ کو ملاحظہ کیجئے گا کہ مومنین نے ایمانِ صالح کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے مغفرت کی درخواست کی ہے۔

﴿ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴾

(اٰل عمران: ۱۹۳)

''اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان لانے کے لیے پکار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے لوگو! تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ، تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہوں کو معاف کر دے، اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرما، اور دنیا سے ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ اُٹھا۔''

اور جیسا کہ ان تین لوگوں کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے جن پر چٹان کھسک آئی تھی اور ان کی غار کا دروازہ بند ہوگیا تھا، وہ نکل نہیں پا رہے تھے لہٰذا انہوں نے نیک اعمال کا توسل اختیار کیا، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے چٹان کو کھسکا دیا اور وہ اس سے نکل آئے۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب حدیث الغار، رقم: ۳٤٦٥، صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب قصة أصحاب الغار الثلاثة، والتوسل بصالح الأعمال، رقم: ۲۷٤۳.

اس حدیث کے تحت مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کرنی جائز ہے تاہم توسل بالذات، ایک بدعی عمل ہے جس سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ ایک تو اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ دوسرے، یہ خیر القرون کے تعامل کے خلاف ہے۔'' [1]

(۴) اپنی کمزوری اور حاجت کے اختیار کے ذریعہ توسل:

جیسا کہ سیّدنا ایوب علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ (الأنبياء: ۸۳)

''مجھے تکلیف دہ بیماری لاحق ہوگئی ہے، اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اسمائے حسنٰی اور صفاتِ علیا کے واسطے سے اللہ کے حضور دعا اور گریہ زاری سے مصیبت دور ہوتی ہے، اور دنیا کی مصیبت وتکلیف اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ بندہ اپنے رب کی نگاہ میں ذلیل و بدبخت ہے، اور ایمان واخلاص کے ساتھ صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ پہلے سے کئی گنا زیادہ دیتا ہے۔'' [2]

(۵) توسل بالدعاء:

انبیاء وصلحاء کی زندگی میں ان سے دعا کرانا اور ان کی شفاعت کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ ٹھہرانا بھی درست اور جائز ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے کہ جب خشک سالی آتی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا مکرم سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کی درخواست کرتے تھے اور آپ ان کے لئے دعا کرتے تھے۔ [3]

---

[1] رياض الصالحين ١/ ٣٩، طبع دار السلام.

[2] تیسیر الرحمٰن، ص: ٩٣٦.

[3] صحيح بخاری، كتاب الاستسقاء، رقم: ١٠١٠، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، رقم: ٣٧١٠.

(٦) توسل باعتراف المعاصي:

جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کیا:

﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ط ﴾ (القصص : ١٦)

''بولے کہ اے میرے رب! میں نے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے، اس لئے تو مجھے معاف کردے۔''

شرکیہ توسل:

مندرجہ بالا سطور میں مذکور جائز اور مشروع توسل کے علاوہ جو بھی طریقہ توسل اختیار کیا جائے گا وہ غیر شرعی، بدعی اور شرک ہوگا، مثلاً مردوں سے دعا اور سفارش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی رتبہ کے ذریعہ توسل وغیرہ، یاد رہے کہ غیر شرعی، بدعی اور شرکیہ توسل کی بھی متعدد اقسام ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) توسل بالأموات:

''توسل بالاموات'' یعنی مردوں سے مانگنا، اُن سے سفارش طلب کرنا اور اُنہیں وسیلہ ٹھہرانا اس لیے جائز نہیں کہ مردہ دعا پر قدرت نہیں رکھتا ہے، جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں رکھتا تھا۔ علامہ الشیخ سلیمان بن سحمان توسل کی بحث کرتے ہوئے رقم کرتے ہیں کہ:

((فَإِنَّ التَّوَسُّلَ بِالنَّبِیِّ فِيْ عُرْفِ الصَّحَابَةِ هُوَ التَّوَسُّلَ بِدُعَائِهِ وَكَذٰلِكَ لَمَّا تَوَسَّلَ عُمَرُ بِالْعَبَّاسِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِنَّمَا هُوَ بِدُعَائِهِ لِقَوْلِهِ قُمْ يَا عَبَّاسُ فَادْعُ اللّٰهَ وَكَقَوْلِ مُعَاوِيَةَ لِيَزِيْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ الْجُرَشِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قُمْ يَا يَزِيْدُ فَادْعُ اللّٰهَ وَلَيْسَ هٰذَا تَوَسُّلًا بِالذَّوَاتِ لِأَنَّ التَّوَسُّلَ بِالذَّوَاتِ لَمْ يَرِدْ إِلَّا بِلَفْظِ غَيْرِ ثَابِتٍ لَا يَصِحُّ، وَالتَّوَسُّلُ بِالْأَعْمَالِ قَدْ ثَبَتَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الصَّحِيْحَةِ.))[1]

---

[1] البيان المبدي، ص: ١١٣ بحواله تسكين الصدور، ص: ٤٢٦-٤٢٧.

''حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عرف میں توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ،توسل بالدعاء ہی تھا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرانا، اوراسی طرح جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا تو اُن سے دعا کروائی، اور فرمایا کہ اے عباس رضی اللہ عنہ! آپ کھڑے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اوراسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا یزید بن الاسود الجرشی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے یزید! کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور یہ توسل بالذوات نہیں، کیونکہ توسل بالذوات کے بارے میں کوئی صحیح لفظ ثابت نہیں اور توسل بالاعمال کا ثبوت کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔''

علامہ انور شاہ کشمیری بھی دعائے عباس رضی اللہ عنہ سے استسقاء کے واقعہ سے یہی ثابت کرتے ہیں کہ اس واقعہ سے عرف صحابہ اور توسل سلف پر تو روشنی پڑتی ہے،مگر توسل متأخرین جو بالذوات یا بالاموات یا غائبانہ ہوتا ہے، اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ ہی اس سے توسل معہود ثابت ہوتا ہے۔

((قوله " اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" لَيْسَ فِيْهِ التَّوَسُّلَ الْمَعْهُودَ الَّذِيْ يَكُوْنُ بِالْغَائِبِ حَتّٰى قَدْ لَا يَكُوْنُ بِهِ شُعُورٌ أَصْلًا ، بَلْ فِيْهِ تَوَسُّلُ السَّلَفِ وَهُوَ أَنْ يُقَدَّمَ رَجُلًا ذَا وَجَاهَةٍ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَيَأْمُرُهُ أَنْ يَدْعُولَهُمْ ثُمَّ يحِيْلُ عَلَيْهِ فِيْ دُعَائِهِ كَمَا فُعِلَ بِعَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَمِّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ كَانَ فِيْهِ تَوَسَّلُ الْمُتَأَخِّرِيْنَ لَمَّا اِحْتَاجُوْا بِاِذْهَابِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَعَهُمْ ، وَلَكَفٰى لَهُمُ التَّوَسُّلُ بِنَبِيِّهِمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ أَيضاً.))[1]

''سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول" اللهم ...... الخ" سے وہ معہود توسل مراد نہیں جو غائب سے کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کو اس کا بالکل شعور بھی نہیں ہوتا، بلکہ

[1] فيض الباري ۲/ ۳۷۹.

اس حدیث میں سلف کے توسل کا ذکر ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے آدمی کو آگے کیا جائے جو اللہ کے نزدیک صالح ہو، اور اس سے التجا کی جائے کہ وہ ان کے لئے دعا کرے، پھر اس کا اپنی دعا میں حوالہ دیا جائے، جیسا کہ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے کیا گیا، اور اگر اس سے متاخرین کا توسل مراد ہوتا تو سیّدنا عباس کو ساتھ لے جانے کی ان کو ضرورت ہی کیا تھی۔ ان کے لئے بس یہی کافی تھا کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی وفات کے بعد بھی توسل کر لیتے۔ (جیسا کہ آپ کی زندگی میں کیا کرتے تھے۔)''

علامہ انور شاہ کاشمیری دراصل اس عبارت میں ان لوگوں کا ردّ کر رہے ہیں جنہوں نے آیت ''وسیلہ'' اور واقعہ ''استسقاء'' سے ''وسیلہ بالذوات'' پر باطل استدلال کیا ہے، اور عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے، مگر بقولِ بعض

تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

اسی واقعہ استسقاء کو نقل کرنے کے بعد علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی (۱۲۶/۴) میں رقم طراز ہیں:

((فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ التَّوَسُّلُ بِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَعْدَ انْتِقَالِهِ مِنْ هَذِهِ الدَّارِ لَما عَدَلُوا إِلىٰ غَيْرِهِ ، بَلْ كَانُوا يَقُولُونَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَاسْقِنَا.)) انتہٰی

''اس لئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے ساتھ توسل جائز ہوتا تو وہ آپ کے سوا کسی اور کی طرف رجوع نہ کرتے، بلکہ یونہی کہتے کہ اے اللہ! ہم اپنے پیغمبر کو تیرے سامنے وسیلہ لائے ہیں تو ہم کو بارش عطا فرما۔''

اور پھر اسی مقام پر لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استشفاع کے معاملے میں آپ کی حیات و ممات کا برابر ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔

((وَتَسَاوِيُ حَالَتِيْ حَيَاتِهِ وَوَفَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هَذَا

الشَّأْنِ مُحْتَاجٌ إِلیٰ نَصٍّ وَلَعَلَّ النَّصَّ عَلَى خِلَافِهِ.)) انتھٰی.

''اور اس مسئلہ (استشفاع) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت حیات اور حالت ممات کا برابر ہونا نص کا محتاج ہے، اور شاید نص اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہو۔''

مزید لکھتے ہیں:

((وَأَمَّا إِذَا كَانَ الْمَطْلُوبُ مِنْه مَيِّتًا أَوْ غَائِبًا فَلَا يَسْتَرِيبُ عَالِمٌ أَنَّهُ غَيْرُ جَائِزٌ ، وَأَنَّهُ مِنَ الْبِدَعِ الَّتِي لَمْ يَفْعَلُهَا أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ.)) [1]

''یعنی میت اور غائب شخص سے دعا کرانے کے ناجائز ہونے میں کسی بھی عالم کو شک نہیں ہے، اور یہ ایسی بدعت ہے جس کا ارتکاب سلف سے کسی نے بھی نہیں کیا۔''

اور لکھتے ہیں:

((وَلَمْ يَرِدْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ ــ وَهُمْ أَحْرَصُ الْخَلْقِ عَلیٰ كُلِّ خَيْرٍ ــ أَنَّهُ طَلَبَ مِنْ مَّيِّتٍ شَيْئًا.)) [2]

''یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر ثواب کا حریص اور کون حریص ہوسکتا ہے، لیکن کسی صحابی سے بھی منقول نہیں ہے کہ انہوں نے صاحب قبر سے کچھ مانگا ہو۔''

(۲) توسل بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

ائمہ دین کے نزدیک یہ بھی مشروع و مسنون نہیں ہے، چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

((وَلَمْ يَعْهَدِ التَّوَسَّلَ بِالْجَاهِ وَالْحُرْمَةِ أَحَدِ مِّنَ الصّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ......))

''اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ وحرمت سے وسیلہ پکڑنا کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت نہیں......''

((وَجَعَلَ مِنَ الْأَقْسَامِ الْغَيْرِ الْمَشْرُوْعِ قَوْلَ الْقَائِلِ اَللّٰهُمَّ أَسْئَلُكَ بِجَاهِ فُلَانٍ ...... فَإِنَّهُ لَمْ يُرْوَ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ أَنَّهُ دَعا كَذَالِكَ))

---

[1] روح المعاني ٤/ ١٢٥. [2] روح المعانی ٤/ ١٢٥.

’’وسیلے کی غیر مشروع قسموں میں ایک قسم قائل کا یہ قول بھی ہے کہ الٰہی! میں تجھ سے بجاہ فلاں دعا کرتا ہوں، بلا شک و شبہ سلف (صالحین) میں سے کسی ایک سے بھی ایسا منقول نہیں کہ انہوں نے اس طرح دعا کی ہو......‘‘

((وَمَا يَذْكُرُ بَعْضُ الْعَامَّةِ مِنْ قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا كَانَتْ لَكُمْ إِلىٰ اللّٰهِ تَعَالىٰ حَاجَةً فَاسْئَلُوُ اللّٰهَ تَعَالىٰ بِجَاهِيْ فَإِنَّ جَاهِيْ عِنْدَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" لَمْ يَرْوِهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلَا هُوَ شَيْءٌ فِيْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ.)) [1]

اور جو بعض عوام کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((إِذَا كَانَتْ لَكُمْ إِلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ حَاجَةً فَاسْئَلُوا اللّٰهَ تَعَالىٰ بِجَاهِيْ فَإِنْ جَاهِيْ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ.))

’’کہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی حاجت ہو تو میرے جاہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ عنداللہ میرا رتبہ ہے۔‘‘

اسے کسی اہل علم نے روایت نہیں کیا اور نہ ہی حدیث کی کتابوں میں اس کا نام ونشان موجود ہے۔

(۳) توسل بالذوات:

’’وسیلہ‘‘ کی ایک صورت جو مشرکین مکہ میں رائج تھی جس نے عیسائیوں میں کفارہ کی صورت اختیار کی ناجائز ہے، قرآنِ کریم میں اس کی بار ہا مذمت کی گئی ہے، مگر افسوس کہ خود قرآن کے ماننے والوں نے توسل کے مسئلہ کو کفارہ مسیح کے مرادف سمجھ رکھا ہے، اور انبیاء و صلحاء کی شفاعت کو اس قدر وسیع مانا گیا ہے کہ اللہ کے عدل و انصاف، تعادل میزان اور جزا و سزا کے قانون کی نفی لازم آتی ہے، جس طرح عیسائی کفارہ مسیح پر ایمان لانے کے بعد امتثالِ امر سے غافل اور پرسش اعمال سے بے پرواہ ہو چکے ہیں اسی طرح نام نہاد مسلمان شفاعت

---

[1] روح المعانی، أیضًا تفسیر آیت "الوسیلة".

کے غلط تصور اور صلحاء کی ذات کو وسیلہ ٹھہرا لینے کے بعد اطاعت الٰہی اور مجازاتِ عمل سے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتے ہیں، قرآنِ کریم نے اس قسم کے وسائل کی نہایت رعب دار الفاظ میں نفی کر دی ہے، اور قیامت کے دن ایسے تمام اسباب منقطع ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے، جن سے لوگوں کی باطل آرزوئیں وابستہ ہوتی ہیں۔ فرمایا:

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ٤٨)

''اور اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا، اور نہ کسی کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، اور نہ ہی کوئی معاوضہ لیا جائے گا، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ ﴾ (البقرة: ١٦٦)

''جب پیشوا لوگ اپنی اتباع کرنے والوں سے اظہار برأت کر دیں گے، اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اور تمام ہی اسباب و وسائل ختم ہو جائیں گے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا کہ جن کو تم اپنے لیے وسیلہ سمجھتے ہو وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کون سا ان میں سے قریب تر ہے۔

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ ﴾ (بنی إسرائيل: ٥٦، ٥٧)

''آپ کہہ دیجیے کہ تم اُن کو پکارو جنہیں اللہ کے سوا تم نے اپنا معبود سمجھ رکھا ہے،

وہ نہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، اور نہ ہی اُسے بدل ڈالنے کی، جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں، کہ کون اس کے زیادہ قریب ہوجائے، اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے ڈرا جاتا ہے۔''

ایک اور مقام پر ان لوگوں کو ڈرایا ہے جو اللہ کو خالق، رازق اور مربی ماننے کے بعد کسی کو شفیع، واسطہ، وسیلہ اور تقرب بارگاہِ الٰہی کا ذریعہ جان کر اللہ کی الوہیت میں شریک کرتے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ اللہ کی حکومت کے پہلو بہ پہلو نہ ان کی حکومت ہے، نہ اس کی حکومت میں ان کی کچھ شرکت ہے، نہ مخلوقات میں سے کوئی اس کا مددگار ہے نہ پشت پناہ، اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے ماسوائے اس سے دلوں کا رشتہ بالکل کاٹ دیا، نہ رغبت جائز رکھی نہ رہبت، نہ عبادت، نہ استعانت، نہ توکل اور نہ توسل، غرض کوئی چیز باقی نہیں رکھی، جس میں شرک کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود ہو۔

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ ﴾ (سبا: ۲۲)

''اے میرے نبی! آپ مشرکوں سے کہیے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود بنا بیٹھے ہو انہیں پکارو تو سہی، وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرّہ کے برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں، اور نہ ان دونوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے، اور نہ ان لوگوں میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔''

البتہ ایک شفاعت باقی رکھی ہے، مگر اس کے بارے میں بھی صاف اور واضح فرما دیا:

﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ط ﴾ (سبا: ۲۳)

''اور نہ اس کے نزدیک سفارش کام آئے گی، سوائے اس شخص کے جس کے لئے وہ سفارش کی اجازت دے گا۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

((وَقَدْ قَطَعَ اللّٰهُ الْأَسْبَابَ الَّتِيْ يَتَعَلَّقُ بِهَا الْمُشْرِكُوْنَ جَمِيْعَهَا فَالْمُشْرِكُ إِنَّمَا يَتَّخِذُ مَعْبُوْدَهُ كَمَا يَحْصِلُ لَهُ مِنَ النَّفْعِ ، وَالنَّفْعُ لَا يَكُوْنُ إِلَّا مِمَّنْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْ هَذِهِ الْأَرْبَعِ: إِمَّا مَالِكٌ مِمَّا يُرِيْدُ عَابِدُهُ مِنْهُ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَالِكًا كَانَ شَرِيْكًا لِلْمَالِكِ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ شَرِيْكًا لَهُ كَانَ مُعِيْنًا لَهُ وَظَهِيْرًا ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُعِيْنًا وَلَا ظَهِيْرًا كَانَ شَفِيْعًا عِنْدَهُ . فَنَفَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمَرَاتِبَ الْأَرْبَعَ نَفْيًا مُرَتَّبًا مُنْتَقِلًا مِنَ الْأَعْلٰى إِلَى الْأَدْنٰى ، فَنَفَى الْمُلْكَ وَالشِّرْكَةَ وَالْمُظَاهَرَةَ ، وَالشَّفَاعَةَ الَّتِيْ يَطْلُبُهَا الْمُشْرِكُ ، وَأَثْبَتَ شَفَاعَةً لَا نَصِيْبَ فِيْهَا لِمُشْرِكٍ ، وَهِيَ الشَّفَاعَةُ بِإِذْنِهِ .)) [1]

’’یعنی اس آیت کریمہ میں ان تمام بنیادوں کو ڈھا دیا گیا ہے جن پر مشرکین کے اعتقادات کی عمارت قائم تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ مشرک صرف حصولِ منفعت کے لئے ہی شرک کرتا ہے اور کوئی شخص اس وقت تک نفع نہیں دے سکتا جب تک کہ اس میں ان صفاتِ اربعہ میں سے کوئی وصف موجود نہ ہو، یا تو وہ خود اس چیز کا مالک ہو جو اس سے مانگی جاتی ہے، یا اس سے کم یعنی وہ مالک کا شریک ہو، یا اس سے بھی کم کہ وہ مالک کا معین و مددگار ہو، یا اس سے بھی کمتر یعنی وہ مالک کے ہاں سفارش ہی کر سکتا ہو، پس اللہ تعالیٰ نے ان سب مراتب کی نفی کر دی، نہ کسی کا ملک ہے، نہ شرکت کا مظاہرہ ہے اور نہ سفارشی، البتہ ایک شفاعت کو بحال رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوگی، اس میں مشرک کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے، وہ صرف اہل توحید کے لئے ہو سکتی ہے۔‘‘

وَفِيْ هٰذَا كَفَايَةٌ لِمَنْ لَهُ دِرَايَةٌ

---

[1] فتح المجید، ص: ۱۷۹.

۱۷۔ معجزات اور کرامات میں غلط فہمی

شرک کا ایک چور دروازہ معجزات اور کرامات میں غلط فہمی بھی ہے۔ جن اشخاص سے خرقِ عادت افعال سرزد ہوتے ہیں، ان کے بارے میں لوگوں کو اَوّلاً یہ خیال آتا ہے کہ یہ خود اِلٰہ تو نہیں ہیں لیکن ان میں اللہ تعالیٰ کی صفات ضرور موجود ہیں، وگرنہ ایسے افعال ان سے کیونکر سرزد ہوتے جو انسانی قدرت سے بالاتر ہیں، اور پھر یہی خیال رفتہ رفتہ دیوتا اور اوتار تک ترقی کی منازل طے کرتے کرتے بالآخر معبود تک پہنچ جاتا ہے۔

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اس بنیاد پر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اور اس بنیاد پر فی زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوصافِ الٰہی میں شریک کیا جا رہا ہے۔

یقیناً انبیاء کرام سے معجزات صادر ہوتے ہیں۔ یہ امر نبوت کے خصائص میں سے ہے۔ اور کرامات اولیاء بھی اپنی جگہ برحق ہیں، لیکن کوئی ایسا فن نہیں ہے جسے کوشش سے حاصل کیا جائے، جیسے ساحر اور مسمریزم کے بعض مشاق حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ یہ سراسر تائید آسمانی ہوتی ہے جو ضرورت کے مطابق (اللہ) کسی نبی یا ولی کے ہاتھ پر ظاہر کرا دیتا ہے۔ احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں: ''کرامت سب کی وہبی ہوتی ہے، اور وہ جو کسب سے حاصل بھانمتی کا تماشا ہے، لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔'' [1]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی تائید جن نشانیوں سے کی ان میں ان کے کسب عمل اور اثر کا کوئی دخل نہ تھا، حتی کہ ان کی نشانیوں میں بھی نہیں کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موجب خود ان کی ارادی حرکت سے پیش آتی تھیں۔ کیا آپ نے نہیں ملاحظہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کس طرح ڈر گئے تھے، جب ان کی لاٹھی زندہ سانپ بن گئی تھی؟ چنانچہ بھاگ نکلے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے ڈر دور نہیں کیا واپس نہیں ہو سکے تھے۔

---

[1] ملفوظات، حصہ چہارم، ص: ۳۴۵، طبع حامد اینڈ کمپنی، لاہور۔

﴿ فَأَلْقٰهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ: ۲۰، ۲۱)

''پس انہوں نے اسے زمین پر ڈال دیا، تو وہ اچانک سانپ بن کر دوڑنے لگی، اللہ نے کہا: اسے پکڑ لیجئے اور ڈریئے نہیں، ہم اسے اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔''

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو ان کی قلت و بے سروسامانی کے باوجود اس لئے فتح ہوئی کہ اللہ نے فرشتوں کے ذریعہ اُن کی مدد کی، اور اُن کے دلوں کو مضبوط کیا، اور کافروں کو ذلیل کیا اور ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔

جب نبی کریم ﷺ نے دعا کرنے کے بعد خیمہ سے نکل کر مٹھی بھر مٹی لے کر مشرکین کی طرف پھینکی، تو اسے ان کے چہروں تک پہنچایا، اس لئے کہ ایک مٹھی مٹی ایک بڑے لشکر کی آنکھوں تک انسانی طاقت کے ذریعہ نہیں پہنچ سکتی، وہ اللہ کی ذات تھی جس کی قدرت کی یہ کاریگری تھی۔

﴿ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۝ ﴾ (الأنفال: ۱۷)

''اور (اے میرے رسول!) آپ نے ان کی طرف مٹھی نہیں پھینکی، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔''

عام لوگوں میں یہ غلط اور فاسد عقیدہ انبیاء کے متعلق پیدا ہو گیا تھا کہ وہ براہِ راست عالم کائنات کے تصرف پر قادر ہیں۔ چنانچہ موجود انجیل کے مصنّفین نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جس طرح پیش کیا ہے اس نے عیسائیوں کے دلوں میں یہ یقین پیدا کر دیا ہے کہ یہ تمام کائنات عیسیٰ علیہ السلام کے قبضہ قدرت میں تھی۔ اور وہ اس میں جس طرح چاہتے تھے تصرف کرتے تھے، یہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر موجودہ عیسائیت کی بنیاد ہے، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ توحید کی عمارت اس پر قائم نہ رہ سکی، قرآنِ مجید نے انتہائی شدت اور اصرار کے ساتھ یہ حقیقت واضح کی ہے کہ معجزات اور نشانیاں پیغمبر کی قوت اور ارادہ سے نہیں، بلکہ اللہ کی قدرت

اور مشیت سے ظاہر ہوتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَاللّٰهِ ط ﴾ (العنکبوت : ۵۰)

''آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں اللہ کے پاس ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؛

''مشرکین مکہ اپنے کفر وشرک پر اصرار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اگر محمد ﷺ اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ہے تو گزشتہ نبیوں کی طرح اس کے رب نے اسے بھی کچھ مادی نشانیاں کیوں نہیں دی ہیں؟ تو اللہ نے آپ ﷺ کی زبانی ان کا جواب دیا کہ معجزات کا مالک تو اللہ ہے، وہ اپنی مرضی سے جب اور جسے چاہتا ہے دیتا ہے، کوئی دوسرا اس پر قادر نہیں ہے، میرا کام تو صرف لوگوں کے سامنے پوری صراحت ووضاحت کے ساتھ اللہ کے دین کو بیان کر دینا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ أَنْ يَّأْتِيَ بِاٰيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ط ﴾ (الرعد : ۳۸)

''اور کسی رسول کو یہ قدرت حاصل نہیں تھی کہ وہ اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی نشانی لا سکے۔''

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مادر زاد اندھے، بینا اور کوڑھی صحت یاب ہوجاتے تھے، بلکہ مردے زندہ ہوجاتے تھے، ان معجزات کا ذکر سورۃ آل عمران آیت نمبر (۴۹) میں ہوا ہے، جب کہ آغاز میں بھی ان کو اللہ کی قدرت کی نشانی کہا گیا ہے۔ ﴿ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ط ﴾ اور آخر میں بھی ان کو نشانی کہا گیا ہے۔ ﴿ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ ط ﴾ ''آیت'' سے مراد معجزہ ہے جو اللہ کے کارساز اور متصرف مافوق الاسباب ہونے کی بھی دلیل ہے، اور رسول کی صداقت ورسالت کی دلیل بھی۔ اس آیت میں دو مرتبہ ﴿ بِإِذْنِ اللّٰهِ ﴾ کا ذکر ہوا ہے۔ انہی معجزات کا ذکر ''سورۃ المائدۃ'' آیت نمبر (۱۱۰) میں اس طرح ہوا ہے کہ چار مرتبہ ﴿ بِإِذْنِيْ ﴾ کا اعادہ ہوا ہے۔ ﴿ بِإِذْنِيْ ﴾ اور ﴿ بِإِذْنِ اللّٰهِ ﴾ سے اللہ کا حکم تکوینی مراد

ہے، یعنی یہ سب کام خود اللہ تعالیٰ نے اپنے تکوینی حکم اور ﴿ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ قوت سے کئے تھے۔ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام تو صرف مظہر یعنی جائے ظہور تھے اور اسی مظہر ہونے کی وجہ سے اُن معجزات کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے۔ ''سورۃ المائدہ'' کی محوّلہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی تفسیر کبیر میں رقم کرتے ہیں:

((إِنَّمَا أَعَادَ بِإِذْنِي تَاكِيدًا لِكَوْنِ ذٰلِكَ وَاقِعًا بِقُدْرَةِ اللّٰهِ وَتَخْلِيقِهِ لَا بِقُدْرَةِ عِيسٰى وَإِيجَادِهِ.))

''''بِإِذْنِيْ'' کی تکرار تاکید کے لئے کی گئی ہے، اس لئے کہ یہ کام اللہ کی قدرت اور تخلیق سے ہوئے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت اور اُن کی ایجاد سے نہیں ہوئے تھے۔''

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے مزید رقم طراز ہیں:

((ذِكْرُ الْاَذَانِ فِي هَذِهِ الْأَفَاعِيلِ إِنَّمَا هُوَ عَلَى إِضَافَةِ حَقِيقَةِ الْفِعْلِ إِلَى اللّٰهِ.))

''اذن الٰہی کا ذکر ان افعال میں اس لیے ہوا ہے کہ حقیقت میں یہ کام اللہ ہی کے تھے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب لوگوں نے معجزات کے حالات کیے تو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مقابلہ میں یہ تلقین فرمائی۔

﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ ﴾

(بنی إسرائیل: ۹۳)

''آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، میں تو صرف ایک انسان ہوں جسے اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔''

کس قدر ستم کی بات ہے کہ عیسائیوں کی طرح معجزات کی اصل حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض مسلمان بھی اس سے دھوکا کھا گئے ہیں کہ معجزات و کرامات بھی دوسرے ہنروں کی

طرح کسی چیزیں ہیں، انبیاء و اولیاء جب چاہیں ان کو دکھا سکتے ہیں، اور وفات کے بعد بھی ان سے معجزات و کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ برزخی حیات میں اس حد تک ''غلو'' سے کام لیا گیا ہے کہ اللہ کی پناہ! یہاں تک کہا جاتا ہے کہ: ''انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔'' [1]

ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ بزرگ اپنے غیبی تصرف کے ذریعے ان سے تکلیف دور کرتے ہیں اور انہیں نفع پہنچاتے ہیں، اسباب اور مسببات سے الگ یہ تصرف ان کی اصطلاح میں ''کرامت'' کہلاتا ہے۔ حالانکہ اس طرح کا تصرف و اختیار اللہ تعالیٰ ہی سے خاص ہے۔ اگرچہ یہ لوگ اپنے ان معبودوں کو پروردگار، معبود، اور خالق نہیں سمجھتے، مگر ناموں کا یہ اختلاف اس بارے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا، کیونکہ لفظ اور نام اصطلاحی ہیں، خالق اور مخلوق، رب اور مربوب میں فرق یہ ہے کہ پروردگار جسے چاہے نقصان پہنچائے، اور جسے چاہے نفع دے، اللہ تعالیٰ اسباب اور مسببات کا پابند نہیں۔ بلکہ جب چاہے اپنے پیدا کئے ہوئے اسباب سے کام لے، اور جب چاہے اس کے بغیر ہی کام کر دے، لیکن مخلوق کی یہ کیفیت نہیں ہے، وہ سراسر اسباب و مسببات کی پابند ہے، جو سب کے لئے یکساں طور پر مسخر کر دیئے گئے ہیں۔

لیکن لوگ ان کے علم و عمل میں اتنے ہی متفاوت درجے رکھتے ہیں جتنا کہ عقل و حواس و اعضاء کے لحاظ سے ان کی استعداد میں فرق ہوتا ہے۔ کسبی علم و عمل کے ذریعے اب انسان نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے میں اس مقام تک پہنچ چکا ہے، جہاں تک قرون اُولیٰ کے لوگ اور اُمم سابقہ نہ پہنچ سکے۔

یاد رہے کہ انبیاء کی بعثت کا مقصد صرف لوگوں کو معرفت و عبادت الٰہی کا صحیح اور مستقیم راہ دکھانا ہے، تاکہ ان کے اخلاق اور عادات درست ہوسکیں۔ بنابریں دنیا کے منافع انبیاء کرام اور ان کے سچے خلفاء اور اولیاء عظام سے طلب نہیں کرنے چاہئیں، بلکہ اسباب سے حاصل کیے جائیں، اسباب سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو نافع و ضار

---

[1] ملفوظات، حصہ سوئم، ص: ۲۷۶.

ہو، ظالموں نے بعض انبیاء اور اولیاء کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کیا، یہاں تک کہ بعض کو قتل بھی کر ڈالا:

﴿ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط ﴾ (البقرۃ: ٦١)

''اور وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔''

اس پر بھی یہ انبیاء اور اولیاء اپنی ذات سے تکلیف دور نہ کر سکے، اس لئے قرآنِ کریم میں اس کی بار بار تردید کر دی گئی ہے کہ جن چیزوں یا آدمیوں کی لوگوں نے پرستش شروع کر رکھی تھی یا کر رکھی ہے، وہ نہ خود کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں، نہ اللہ کے ہاں سفارش کے ذریعہ اس کی قدرت رکھتے ہیں۔

﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ o ﴾ (النحل: ٧٣)

'' اور اللہ کے بجائے ان معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ان کی روزی کے کسی بھی حصہ کے مالک نہیں ہیں اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔''

۱۸۔ضرب الامثال

غیر اللہ کی پرستش کرنے والے ایک عذر یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ ''کام کرنے والا اللہ ہی ہے، یہ بزرگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔'' یہ شرک کا زبردست چور دروازہ ہے۔

﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ط ﴾ (یونس : ۱۸)

''اور وہ لوگ اللہ کے بجائے ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ، اور کہتے ہیں کہ اللہ کے حضور یہ ہمارے سفارشی ہیں۔''

لیکن اس عذر کے باوجود ایسے لوگوں کو مشرک کہا گیا ہے، چنانچہ شاہ عبدالقادر اس آیت کے فوائد میں لکھتے ہیں: ''جو مشرک ہے سو یہی کہتا ہے کہ اللہ مالک ہے اور یہ شریک اس کی طرف سے ہم پر مختار ہیں، سو فرمایا: اگر اس نے مختار کیے ہوتے تو آپ اُن سے کیوں منع کرتا۔''

شرک کے جواز کے لئے طرح طرح کی مثالیں بھی گھڑی جاتی ہیں، کوئی کہتا ہے جس طرح کسی ملک کا حاکم اعلیٰ ماتحت حکام کے ذریعے سلطنت چلاتا ہے، اسی طرح اللہ عزوجل بھی اپنے نائبین کی وساطت سے نظام عالم کو چلا رہا ہے، بعض یوں کہتے ہیں کہ جس طرح مکان کی چھت پر سیڑھیوں کے بغیر چڑھا نہیں جا سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے بھی وسائل ضروری ہیں، اس قسم کی مثالیں دینا شرعی طور پر جائز نہیں بلکہ شرک کا چور دروازہ ہے، اس قسم کی مثالوں میں خالق کو مخلوق کے ساتھ ملانا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسی مثالیں پیش کرنے سے بایں الفاظ منع فرمایا:

﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ط ﴾ (النحل : ٧٤)

''پس تم لوگ اللہ کے لئے مثالیں نہ بیان کرو۔''

بعض جہلا یہ کہہ دیتے ہیں کہ جن بزرگوں کو ہم پوجتے ہیں آخر وہ بھی تو اللہ کے بنائے ہوئے ہیں، یہ سب بے بنیاد اور لغو باتیں ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ ﴾ (النحل: ۷۳)

''اور وہ اللہ کے علاوہ ان معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ان کی روزی کے کسی بھی حصہ کے مالک نہیں ہیں، اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔''

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''مشرک کہتے ہیں: مالک اللہ ہے، یہ لوگ اس کی سرکار میں مختار ہیں اس واسطے ان کو پوجتے ہیں، سو یہ غلط مثال ہے، اللہ ہر چیز آپ کرتا ہے کسی کے سپرد نہیں کر رکھا۔''

البتہ بعض مثالیں دی جاسکتی ہیں جو کہ صحیح ہیں، اور وہ حسب ذیل ہیں:

پہلی مثال:

﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوٗنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (النحل: ۷۵)

''اللہ ایک زرخرید غلام کی مثال بیان کرتا ہے جس کے پاس کوئی قدرت نہیں ہوتی، اور ایک ایسے شخص کی جس کو ہم نے اپنی جانب سے اچھی کشادہ روزی دی ہے، پس وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر اور دکھا کر خرچ کرتا ہے، کیا یہ لوگ برابر ہوسکتے ہیں، بلکہ اُن میں اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ کافر اور مومن کی مثال ہے، یعنی دونوں کے درمیان موازنہ کر کے مومن کی برتری ظاہر کرنی مقصود ہے، اور مجاہد کی رائے ہے

کہ یہ بتوں اور اللہ کی مثال ہے۔شوکانی، صاحب فتح البیان اور جمال الدین قاسمی وغیرھم نے دوسری رائے کوترجیح دی ہے، امام ابن قیم نے بھی ''اعلام الموقعین'' میں اسی کی تائید کی ہے، کہ جس طرح غلام جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا اور اپنے آقا کے مال میں اس کی بغیر اجازت کے تصرف کرنے سے بالکل عاجز ہوتا ہے، اس آزاد انسان کے برابر نہیں ہوسکتا، جسے اللہ تعالیٰ نے خوب مال و دولت سے نوازا ہے، اور پوری آزادی اور فراوانی سے دن اور رات خرچ کرتا ہے، حالانکہ اللہ کی مخلوق اور انسان ہونے میں دونوں برابر ہیں، لیکن دونوں کے حالات برابر نہیں ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو سارے جہان کا پالنہار ہے، اس کے برابر پتھر کے تراشے ہوئے بت کیسے ہوسکتے ہیں؟

درحقیقت ساری تعریفیں صرف اللہ کے لئے ہیں اس لئے کہ تمام نعمتیں اس کی دی ہوئی ہیں۔ پتھروں کے بنے ہوئے اصنام کیسے کسی حمد و ثنا کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن اکثر لوگ (جو شرک کرتے ہیں) اس بات کونہیں سمجھتے۔ [1]

دوسری مثال:

﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰـهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ (النحل: ٧٦)

''اور اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کی مثال بیان کرتا ہے، ان میں سے ایک گونگا ہے جو کسی کام کی قدرت نہیں رکھتا، اور وہ اپنے آقا کے لئے بوجھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی اُسے بھیجتا ہے کوئی بھلائی لے کر نہیں آتا، کیا وہ اُس آدمی کے برابر ہوسکتا ہے جو انصاف کا حکم دیتا ہے۔ درآنحالیکہ وہ سیدھی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔''

قارئین! اس دوسری مثال کے ذریعہ بھی بتوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان فرق واضح کیا گیا ہے، کہ ایک آدمی گونگا اور بہرا ہے، اپنا ما فی الضمیر ادا نہیں کرسکتا، اور نہ ہی کسی مفید قول

[1] تیسیر الرحمٰن، ص: ٧٧٦، ٧٧٧.

وعمل کی قدرت رکھتا ہے، اور اپنے رشتہ داروں پر یکسر بوجھ بنا ہوا ہے، کسی بھی حیثیت سے نہ اپنے کام کا ہے اور نہ دوسروں کے کام کا۔ ایسا آدمی اس شخص کے برابر کیسے ہوسکتا ہے جو گفتگو کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، ہوش وخرد کا مالک ہے، لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دے کر انہیں نفع پہنچاتا ہے، اور اچھے اخلاق والا اور صاحب دین ہے، اور اپنا مقصد آسان اور سیدھے راستوں سے حاصل کر لیتا ہے؟ جس طرح یہ دونوں آدمی برابر نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہے، اس کے برابر وہ پتھر کے بت کیسے ہوسکتے ہیں جنہیں بت پرست ایک جگہ سے دوسری جگہ ڈھوتا پھرتا ہے۔ اور وہ اس کے لئے بوجھ بنے ہوئے ہیں، نہ اسے نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان؟'' ❶

تیسری مثال:

﴿ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ o اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ o ﴾

(العنکبوت: ٤١، ٤٢)

''جو لوگ دوسروں کو اللہ کے سوا اپنا کارساز بنا لیتے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی ہے جو اپنا گھر بناتی ہے، اور سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے، کاش کہ وہ اس بات کو سمجھتے۔ بے شک اللہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جسے وہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، اور وہ بڑا زبردست، بڑی حکمتوں والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ''شرک'' کی شناعت وقباحت کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا کہ جو لوگ اللہ کے سوا غیروں کو اپنا یار و مددگار مانتے ہیں، اور ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں، ان کی مثال مکڑی اور اس کے جالے کی ہے، مکڑی اپنا جالا اپنے گرد بن کر سمجھتی ہے کہ اب وہ سردی، گرمی اور ہر دشمن سے محفوظ ہے، لیکن وہ جالا کتنا کمزور ہوتا ہے،

❶ تیسیر الرحمٰن، ص: ٧٧٧.

اس کا علم سب کو ہے، یہی حال مشرکوں اور ان کے اولیاء کا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اصنام ان کے کام آئیں گے، حالانکہ ان کی عاجزی و بے بضاعتی کا جو حال ہے، وہ سب کو معلوم ہے کہ اگر ایک مکھی بھی اُن کے بتوں پر بیٹھ جائے تو اسے بھگانے کی ان کے اندر سکت نہیں، اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ ادنیٰ عقل کا انسان بھی اسے سمجھتا ہے، لیکن شرک نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے، اس لئے انہیں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

اسی لئے آیت (۴۲) میں اللہ تعالیٰ نے دھمکی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ مشرکین اس کے سوا جن باطل معبودوں کی پرستش کرتے ہیں، اسے ان (معبودوں) کا خوب علم ہے، اور وہ غالب وحکیم ہے، ان مشرکانہ اعمال کا بدلہ انہیں ضرور چکھائے گا۔

﴿ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ. ﴾

(الحشر: ۲۱)

''اور ہم یہ مثالیں انسانوں کے لیے اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

قارئین! ان مثالوں کے بیان کرنے کا مقصود یہ ہے کہ آپ توحید و شرک کے مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں، لیکن اس کی توفیق بھی اللہ اسی کو دیتا ہے جو اللہ کی ذات وصفات کا راسخ علم رکھتا ہے، اور جو دلائل و براہین اس کی نگاہ سے گزرتے ہیں ان میں غور وفکر کرتا ہے۔

۱۹۔اتباعِ متشابہات

شرک کا ایک چور دروازہ اتباعِ متشابہات بھی ہے۔سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْحَلاَلُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِيْ حِمَى اللّٰهِ، وَمَنْ يَرْتَعَ حَوْلَ الْحِمَى يُوْشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ.)) [1]

''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی ظاہر ہے، لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ شبہ کی چیزیں ہیں۔ پس جو شخص ان چیزوں کو چھوڑے جن کے گناہ ہونے یا نہ ہونے میں شبہ ہے، وہ ان چیزون کو تو ضرور ہی چھوڑ دے گا، جن کا گناہ ہونا ظاہر ہے، لیکن جو شخص شبہ کی چیزوں کے کرنے کی جرأت کرے گا تو قریب ہے کہ وہ ان گناہوں میں بھی مبتلا ہوجائے جو بالکل واضح طور پر گناہ ہیں۔ (لوگو یاد رکھو!) گناہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ ہے جو (جانور بھی) چراگاہ کے اردگرد چرے گا اس کا چراگاہ کے اندر چلا جانا غیر ممکن نہیں۔''

مذکور حدیث میں معاصی کو اللہ تعالیٰ کی چراگاہ بتلایا گیا ہے، جو معاصی سے دور رہنے کے لئے ایک انتہائی تنبیہ ہے۔ان سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان جو امور مشتبہات ہیں، ان سے اجتناب کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ان کے ارتکاب سے فعل حرام ہی کا ارتکاب ہوجائے، اور حرام اُمور میں سے شرک بھی ہے، لہٰذا جو شخص مشتبہات سے بچ گیا وہ شرک و بدعت سے سلامت رہا، محرمات کو اللہ کی چراگاہوں سے تشبیہ دینا زجر و توبیخ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع، رقم: ۲۰۵۱.

کے لئے ہے کہ جس طرح امراء و زمیندار لوگوں کی مخصوص چراگاہوں میں داخل ہو جانے والے اور اپنے جانوروں کو وہاں جگانے والوں کو انتہائی سنگین سزا دی جاسکتی ہے، ایسے ہی جو لوگ حدود اللہ کو توڑتے اور اللہ کی چراگاہ یعنی امور حرام میں واقع ہو جاتے ہیں۔ وہ آخرت میں سخت ترین سزا کے مستحق ہوں گے۔ اور افعال مشتبہات سے پرہیز بھی اسی بنا پر ضروری ہے کہ مبادا کوئی شخص امور حرام اور شرک کا مرتکب ہو کر عذابِ الیم کا مستحق نہ ہو جائے۔

مشتبہ اشیاء سے اجتناب کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا وطیرہ ملاحظہ فرمایئے گا، امام بخاری اپنی صحیح میں باب باندھتے ہیں: ((بَابُ مَا يُنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ .....)) ''باب مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا'' اور اس کے تحت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث لاتے ہیں کہ؛

((مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ: لَوْ لَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا.)) [1]

''نبی کریم ﷺ ایک گری ہوئی کھجور پر گزرے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس کے صدقہ ہونے کا شبہ نہ ہوتا تو میں اسے کھالیتا۔''

حسان بن أبی سنان فرماتے ہیں:

((مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ، دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلٰى مَا لَا يَرِيبُكَ.)) [2]

''ورع (پرہیزگاری) سے زیادہ آسان کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی، بس شبہ کی چیزوں کو چھوڑ دو اور وہ راستہ اختیار کرو جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔''

امام غزالی فرماتے ہیں:

''متقین کا ورع اور تقویٰ یہ ہے کہ ایسی چیزوں کو بھی چھوڑ دینا جن کی حلت میں کوئی شبہ نہیں، مگر خطرہ ہے کہ ان کو عمل میں لانے سے کہیں حرام تک نوبت نہ پہنچ جائے، اور صالحین کا ورع یہ ہے کہ ایسی اشیاء سے دور رہنا جن میں حرمت کے

---

[1] رقم الحديث: ۲۰۵۵.

[2] صحيح بخاری، كتاب البيوع، باب تفسير المشتبهات.

احتمال کے لئے کوئی بھی موقعہ نکل سکتا ہے۔'' [1]

قرآنِ کریم جس کی نظیر قیامت تک نہیں پائی جائے گی، کا ایک حصہ صریح اور واضح احکام پر مشتمل ہے، جیسے حلال وحرام، حدود، عبادات اور عبرتوں والی آیات، اور ایک حصہ ایسی آیتوں پر مشتمل ہے جن کا علم اور جن کی حقیقت اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں، یا جن میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال پایا جاتا ہے، جیسے سورتوں کی ابتداء میں حروفِ مقطعات، غیبی اُمور اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان؛

﴿ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ط ﴾ (النساء: ۱۷۱)

''کہ وہ اللہ کا کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی طرف ڈال دیا، اور اس کی طرف سے ایک روح۔''

لیکن جن کے دلوں میں کفر، شرک اور نفاق ہے وہ متشابہ آیتوں کے درپے ہوتے ہیں، تاکہ لوگوں کو شبہات میں مبتلا کر سکیں، اپنے باطل عقائد ونظریات پر فاسد تاویلات کے ذریعہ ان سے استدلال کر سکیں، اور اسلام میں شرک اور بدعات کو رواج دے سکیں، اور جن کا ایمان اور علم راسخ ہوتا ہے وہ ان متشابہات کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں، ان کا جو معنی ومفہوم دیگر قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور عربی زبان کے مطابق سمجھ میں نہیں آتا ہے وہ لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، لیکن اس کی حقیقت اور کنہیات کی کرید میں نہیں پڑتے، اس لیے کہ اصحابِ عقل و دانش کے لئے محکم آیتیں ہی کافی اور وافی ہوتی ہیں۔ اور بیمار عقل والے ہمیشہ ہی متشابہہ آیتوں کی تلاش میں ہوتے ہیں، تاکہ اپنے باطل اور شرکیہ افکار کی تائید میں کوئی دلیل لا سکیں، اور مسلمانوں میں شر اور فتنہ شرک و بدعت پھیلا سکیں۔

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ

---

[1] فتح الباری ٤/ ٢٩٥، طبع دار المعرفة، بیروت.

وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ o ﴾ (اٰل عمران : ۷)

’’اُسی نے آپ پر کتاب اُتاری ہے، جس میں محکم آیتیں ہیں جو اُس کتاب کی اصل ہیں، اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں، پس جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ ہوتا ہے وہ فتنہ انگیزی کی غرض سے اور (اپنی خواہش نفس کے مطابق) تاویل کی غرض سے انہی متشابہ آیتوں کے درپے ہوتے ہیں، حالانکہ ان کی تاویل (تفسیر) اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور راسخ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اُن پر ایمان لے آئے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں، اور نصیحت تو صرف عقل مند حاصل کرتے ہیں۔‘‘

قرآنِ مجید نے یہ ایک ایسا اصول اور ضابطہ مقرر کر دیا ہے جس کے سمجھ لینے سے اختلافات کا فیصلہ ہوسکتا ہے، امت محمدیہ میں جو لوگ متشابہات کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں وہ یہود و نصاریٰ کی پیروی کرتے ہیں، کیوں کہ انہوں نے بھی کتب الٰہی کے محکم اصولوں کو ترک کر کے متشابہات کی پیروی کی اور انبیاء کرام کے معجزات کی حقیقت کو سمجھنے میں دھوکا کھایا۔ انہی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے (سورۃ آل عمران کی مذکورہ آیت تلاوت کرنے کے بعد) فرمایا:

((فَإِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ، فَأُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ سَمَّی اللّٰهُ، فَاحْذَرُوْهُمْ.)) [1]

’’جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں تو سمجھ لو یہ وہی لوگ ہیں جن کا نام اللہ نے (آیت میں) لیا ہے (کہ ان کے دلوں میں کجی ہے) پس تم ان سے بچتے رہنا۔‘‘

((رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَیْتَنَا.)) آمین!

[1] سنن أبو داؤد، کتاب السنة، رقم: ٤٥٩٨، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح ابوداؤد میں ذکر کیا ہے۔

۲۰۔ مادہ پرستی

شرک کا ایک چور دروازہ مادہ پرستی بھی ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل سورۃ الکھف میں دو باغ والے کے شرک اور اس کی مادہ پرستی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ اس مشرک کے پاس انگوروں کے دو باغ تھے، جنہیں کھجور کے درختوں نے ہر جانب سے گھیر رکھا تھا، اور دونوں باغوں کے درمیان کھیتی تھی، گویا اللہ نے اسے انواع و اقسام کے پھل اور کھانے کی چیزیں دے رکھی تھیں، دونوں باغات میں ہر سال خوب پھل آتا تھا، کبھی کمی نہیں ہوتی تھی، اور دونوں کے درمیان اللہ نے نہر بھی جاری کردی تھی۔

﴿ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ ﴾ (الکھف : ۳۳)

''دونوں باغ پھلوں سے لد گئے، اور کسی باغ نے پھل دینے میں کمی نہیں کی، اور دونوں باغوں کے درمیان ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی۔''

لیکن اس دولت مند اور خوشحال شخص کی سعادت کا سارا انحصار محض ان باغات کے وجود تک محدود نہ تھا، بلکہ سارے اسباب و وسائل اس کے لئے مسخر تھے، اس نے ایک مسلمان اسرائیلی سے دورانِ گفتگو کہا کہ؛

﴿ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝ ﴾ (الکھف : ۳٤)

''میں تم سے مال میں زیادہ ہوں، اور جاہ و حشم کے اعتبار سے بھی تم سے زیادہ عزت والا ہوں۔''

غرض اس طرح سعادت و کامیابی کی پوری تکمیل ہوچکی تھی اور آرام و راحت کے سارے اسباب ارزاں تھے۔ اس موقع پر اس کے اندر مادی مزاج اپنا رنگ دکھاتا ہے۔

چنانچہ اس نے مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور باغ میں داخل ہو کر اپنے کفر و استکبار کا اظہار کرتے ہوئے گھومنے لگا اور اس کی خوبیاں بیان کرنے لگا، اور چونکہ وہ زمانے کی ابدیت کا قائل تھا اس لیے کہنے لگا:

﴿ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ ﴾ (الکہف: ۳۵)

''میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو جائے گا۔''

اور چونکہ وہ آخرت اور وہاں کے حساب و کتاب کا قائل نہیں تھا، اس لیے اس نے کہا کہ؛

﴿ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ ﴾ (الکہف: ۳۶)

''میں نہیں سمجھتا ہوں کہ جسے لوگ قیامت کہتے ہیں وہ کبھی آئے گی، اور اگر (بالفرض) اپنے رب کے پاس لوٹ کر گیا بھی تو میں اس باغ سے زیادہ اچھا بدلہ پاؤں گا۔''

یہی وجہ ہے کہ اللہ کی نگاہ میں میرا مقام اعلیٰ ہونے کی وجہ سے مجھے یہاں یہ سب کچھ ملا ہے، اس لئے اُس زندگی میں بدرجہ اُولیٰ اس سے اچھی نعمتیں ملیں گی۔

ایمانی طرزِ فکر:

اس کے دوست کو معرفت الٰہی اور اس کے صفات و افعال کے علم کی لازوال دولت ملی ہوئی تھی، اسے معلوم تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات میں تصرف کرنے والا، اسباب کا خالق اور جب چاہے حالات کو پلٹنے والا ہے، اس نے اس کے مادہ پرستانہ اور مشرکانہ طرزِ فکر کی کھل کر مخالفت کی اور اس کو حقیقت اور ابتدائے تخلیق سے آگاہ کیا:

﴿ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰكَ رَجُلًا ۝ ﴾ (الکہف: ۳۷)

''کیا تم نے اس ذاتِ باری تعالیٰ کا انکار کر دیا جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمہیں اچھا بھلا ایک مرد بنا دیا۔''

اس نے مزید کہا کہ میں تمہاری جیسی بات نہیں کہتا، میں تو اعتراف کرتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، وہی سب کا رب ہے، اور میں اس کی مخلوقات میں سے کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہیں بناتا ہوں:

﴿ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَ لَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴾ (الکھف : ٣٨)

"لیکن میرا عقیدہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے، اور میں اپنے رب کا کسی کو شریک نہیں بناتا ہوں۔"

کفر و شرک پر اس کی توبیخ و زجر کرتے ہوئے اس نے کہا کہ جب تم باغ میں داخل ہوئے اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر خوش ہوئے، تو اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے کیوں نہیں کہا کہ یہ باغ اللہ کی مشیت اور اس کے فضل و کرم سے حاصل ہوا ہے، اگر وہ چاہے گا تو اسے آباد رکھے گا، اور چاہے گا تو خرابات میں بدل دے گا، اللہ کے بغیر کسی کو کوئی قوت حاصل نہیں ہے۔ ہر قوت کا سرچشمہ صرف اللہ کی ذات ہے، نہ کہ ظاہری اسباب و مادیت:

﴿ وَ لَوْ لَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾

(الکھف : ٣٩)

"اور جب تم باغ میں داخل ہوئے تھے تو کیوں نہیں کہا تھا کہ اللہ نے جو چاہا ہے وہ ہوا ہے، اللہ کی مشیت کے بغیر کسی کو کوئی قوت حاصل نہیں ہوسکتی۔"

ارادۂ الٰہی پر ایمان:

یہ صاحب ایمان ساتھی اس کو متنبہ کرتا ہے کہ تم جو مجھے غربت اور فقیری کا طعنہ دے رہے ہو، تو کوئی بعید بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ حالات کو برعکس کر دے اور مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے، اور تمہارے باغ پر کوئی آسمانی آفت نازل کر دے جو اسے یکسر ختم کر دے اور ایسا چٹیل میدان بنا دے جس پر قدم نہ جمے، اس کا پانی زمین کی تہوں میں چلا جائے اور کسی بھی طرح اسے دوبارہ حاصل کرنا ناممکن ہو جائے۔

﴿ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًاo فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًاo اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًاo ﴾

(الکھف : ۳۹، ۴۰، ۴۱)

''اگر تم مجھے اپنے آپ سے مال اور اولاد میں کم تر پاتے ہو تو اُمید ہے کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر باغ دے گا ، اور تمہارے باغ پر کوئی آسمانی عذاب بھیج دے گا ، پس وہ بے پودے والا چکنا میدان ہو جائے گا ، یا اس کا پانی زمین کی تہہ میں چلا جائے ، پھر تم اسے حاصل نہیں کر سکو گے۔''

دو باغ والے کا شرک:

چنانچہ یہی ہوا ، اللہ کی بھیجی ہوئی آندھی آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ لہلہاتا ہوا ، گلزار چٹیل میدان بن گیا ، تو شدت حسرت و یاس سے کف افسوس ملنے لگا کہ ہائے ، جو کچھ خرچ کیا تھا سب ختم ہو گیا اور انگور کا باغ زمین پر ڈھیر ہو گیا ، اور پھر دوسرے مسلمان اسرائیلی کی بات یاد کر کے کہنے لگا کہ:

﴿ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴾ (الکھف : ۴۲)

''کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا (تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا)''

اسے یقین ہو گیا کہ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے ، اس کے کفر و شرک ، مادہ پرستی اور کبر و سرکشی کی وجہ سے ہوا ہے ، اور اس کا شرک یہی تھا کہ اس نے اسباب میں شرک اختیار کیا تھا ، اور یہ سمجھتا تھا کہ اسکی ساری خوش حالی و دولت کا سرچشمہ یہی اسباب ظاہری ہیں ، اور یہ انہیں کا ثمرہ اور احسان ہے ، اس لیے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا اور اس کے تصرف کا منکر ہو گیا۔ اور اس نے فخر و مباہات کے طور پر جو کہا تھا کہ اس کے پاس جاہ و حشم اور اولاد و خدام بھی مسلمان

سے زیادہ ہیں، تو اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًاؕ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ﴾

(الكهف: ٤٣ـ٤٤)

''اور اللہ کے سوا اس کا کوئی ایسا گروہ نہیں تھا جو اس کی مدد کرتا، اور نہ اس میں انتقام لینے کی قدرت تھی، یہاں یہ بات ثابت ہوگئی کہ مدد کرنا اللہ برحق کا کام ہے، وہ بدلہ اور انجام کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے۔''

عصر حاضر کا شرک:

یہی وہ شرک ہے جس میں آج کی مادی تہذیب جکڑی ہوئی ہے، اس نے طبعی، مادی اور فنی اسباب اور اس کے علاوہ ماہرین فن کو ذاتِ باری تعالیٰ کے برابر درجہ دے رکھا ہے۔ عصر حاضر کے حضرت انسان نے اپنی حیاتِ مستعار کو انہی کے رحم و کرم پر منحصر کر رکھا ہے، اس کے گمان میں ہے کہ موت و حیات، کامرانی و ناکامی، اقبال وادبار اور خوش قسمتی و بدقسمتی سب کچھ ان کے قبضہ میں ہے۔

مادی اسباب کائناتی قوتوں اور فطرت و عادت کی یہ پوجا اور پرستش اور ماہرین پر کلی اعتماد، اس کے علاوہ ان کو ذاتِ باری تعالیٰ کے برابر درجے پر فائز رکھنا ایک شرک کا چور دروازہ ہے۔ اس نے قدیم بت پرستی کے جتھے میں، جس کا ترکہ اس کے یہاں ابھی تک محفوظ ہے، اور اس کے شیدائی ابھی تک کثیر تعداد میں موجود ہیں، ایک جدید قسم کی بت پرستی کا اضافہ کیا ہے، جو ایمان اور عبدیت دونوں کی حریف ہے، اور یہ وہی بت پرستی ہے، جس کو سورۃ الکھف نے میدانِ عمل میں للکارا ہے، اور جس سے وہ پوری طرح برسرِ پیکار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس دنیا کی زندگی کو اس کھیتی سے تعبیر کیا ہے جو جلد ہی مٹنے والی اور خاک میں مل جانے والی ہے:

﴿ وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴾ (الکهف : ٤٥)

''اور (اے پیغمبر!) آپ ان کے لیے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کر دیجیے کہ وہ اس پانی کی مانند ہے جسے ہم آسمان سے نازل کرتے ہیں، پس اس کی وجہ سے زمین کا پودا گھنا ہو جاتا ہے، پھر وہ خشک ہو کر بھس بن جاتا ہے جسے ہوا اُڑا کر لے جاتی ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

چونکہ دنیا کی بے ثباتی اس مثال سے بہت زیادہ واضح ہو جاتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے کئی مقامات پر بیان کیا ہے، سورۂ یونس میں ہے:

﴿ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ حَتّٰى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّيَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (یونس : ٢٤)

''بے شک دنیاوی زندگی کی مثال اس پانی کی ہے جسے ہم آسمان سے بھیجتے ہیں، جو زمین کے ان پودوں کے ساتھ مل جاتا ہے جنہیں لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین خوب بارونق اور خوبصورت بن جاتی ہے، اور اس کے مالکان یقین کر لیتے ہیں کہ وہ اس سے مستفید ہونے پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں، تو یک لخت ہمارا فیصلہ (بصورتِ عذاب) رات یا دن میں صادر ہو جاتا ہے، اور ہم اُن پودوں کی طرف کاٹ کر رکھ دیتے ہیں کہ جیسے وہ کل تھے ہی نہیں، ہم غور وفکر کرنے والوں کے لیے اپنی آیتیں اسی طرح تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔''

مزید برآں فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ (الزمر: ٢١)

''کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اللہ آسمانوں سے بارش نازل کرتا ہے، پھر اُسے چشموں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کرتا ہے، پھر اس کے ذریعہ مختلف رنگ کی کاشت نکالتا ہے، پھر وہ پک جاتی ہے، تو آپ اُسے زرد دیکھتے ہیں، پھر اللہ اُسے ریزہ ریزہ بنا دیتا ہے، بے شک اس میں عقل وخرد والوں کے لیے نصیحت ہے۔''

مذاہب آسمانیہ اور فلسفۂ مادیت کے مابین فرق:

آسمانی مذاہب کی تعلیمات اس مادہ پرستانہ طرزِ فکر سے بالکل مختلف ہیں، وہ نقطہ نظر جو قرآنِ حکیم دنیا کی زندگی کے متعلق پیدا کرنا چاہتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے اقوال میں پوری طرح نہاں ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَة.)) [1]

''اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتاً.)) [2]

''اے اللہ! آل محمد ﷺ کا رزق قوتِ (لا یموت) کردے۔''

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: ((كَفَافًا)) ''بس اتنا کہ کفایت کر جائے۔'' [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، رقم: ٢٩٦١

[2] صحیح مسلم، کتاب الزهد، رقم: ٧٤٤٠، ٧٤٤١

[3] صحیح مسلم ، کتاب الزهد، رقم: ٧٤٤٢

مستورد بن شداد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاللّٰہ! مَا الدُّنیَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا یَجْعَلُ أَحَدُکُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهِ ...... وَأَشَارَ یَحْیٰ بِالسَّبَّابَةِ...... فِي الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ أَحَدُکُمْ بِمَ تَرْجِعُ.)) ❶

''اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلہ میں اتنی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی سمندر میں اپنی اُنگلی ڈالے۔ یحییٰ نے اپنی سبابہ (شہادت کی اُنگلی) کی طرف اشارہ کیا۔ پھر دیکھے کہ کتنا پانی اس میں آتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی زندگی اسی عقیدہ کا شفاف آئینہ تھی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ''حدیث ایلاء'' میں بیان کرتے ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، (دیکھا کہ) آپ ایک بٹی ہوئی چٹائی پر آرام فرما تھے، آپ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بچھونا نہ تھا، چٹائی کے نشیب وفراز اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نمایاں تھے، آپ چمڑے کے ایک تکیہ پر جس میں بھس بھرا ہوا تھا، ٹیک لگائے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام (عرض) کیا (کچھ تفصیل کے بعد آگے کہتے ہیں) میں نے گھر پر ایک نظر ڈالی۔ اللہ کی قسم! اس میں کوئی چیز ایسی نہ تھی کہ نگاہ کو متوجہ کرتی ہو، سوائے چمڑے کے تین ٹکڑوں کے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت کو فراخی عطا فرمائے۔ ایرانیوں اور رومیوں کو تو خوب دنیاوی نعمتیں حاصل ہیں، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ یہ سنتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ابن خطاب! تم بھی ایسا سوچتے ہو؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی نعمتوں کا سارا حساب اسی دنیا میں چکا لیا ہے۔'' ❷

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الجنة و نعیمها، رقم: ۷۱۹۷

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۹۱۳۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، رقم: ۳۶۹۱۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں: معرکۂ ایمان و مادیت از اُبوالحسن ندوی

۲۱۔ اِحداث (ایجادِ بدعات)

بدعات، ریا کاری کا زینہ اور شرک کا دروازہ ہیں۔ اہل بدعت جو بھی عمل کرتے ہیں ان میں رضائے الٰہی کے بجائے نام ونمود اور فخر ومباہات کا جذبہ نمایاں ہوتا ہے۔ وہ بدعت کے اعمال ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر سرانجام دینے کی کوشش اور سعی کرتے ہیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ وہ اخلاص فی الدین کی صفت سے بالکل ہی محروم اور تہی دامن ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ارکانِ دین اور فرائض و واجبات میں بھی ان کے اندر ریا کاری کا غلبہ ہو جاتا ہے، اور یقیناً ریا کاری شرک اصغر ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَخُوفُ مَا أَخافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ ، قَالُوا: يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ! وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، قَالَ: الرِّيَاءُ.)) [1]

''تمہارے متعلق سب سے زیادہ ڈر مجھے شرک اصغر سے ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! شرک اصغر سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ریا کاری''

جب نمود ونمائش اور ریا کاری دل میں جڑ پکڑ لیتی ہے تو پھر اغوائے شیطانی کے نتیجہ میں انسان بڑی آسانی سے ''شرک اکبر'' میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں شیطان کا یہ عزم ظاہر کیا گیا ہے جو اس نے رب العالمین کے رُوبرو قسم کھا کر کیا تھا:

﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَo اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾

(ص: ۸۲، ۸۳)

---

[1] شعیب الارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ مسند أحمد: ٥/ ٤٢٨، رقم: ٢٣٦٣٠۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' (بلوغ المرام، ص: ٣٠٢۔ جب کہ منذری رحمہ اللہ نے ''جید'' کہا ہے۔ الترغیب: ١/ ٦٩

''ابلیس نے کہا: پس تیری عزت کی قسم! میں یقیناً ان تمام انسانوں کو گمراہ کروں گا، سوائے تیرے ان بندوں کے جو مخلص ہوں گے۔''

ظاہر ہے کہ ''ریا'' اخلاص کی ضد ہے، جب انسان ریا کاری کا عادی ہو جاتا ہے تو شیطان اس کو آسانی سے اپنی راہ پر لگا لیتا ہے۔

ریا کاری کی خاصیت یہ ہے کہ وہ اللہ کا خوف دل سے مٹا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اہل بدعت کو ان کے مبینہ شرک و بدعت پر متنبہ کیا جائے تو وہ قرآن وسنت کے احکام سن کر اللہ کے خوف سے لرزہ براندام ہونے اور توبہ کرنے کی بجائے اپنے ان افعال کی تاویلات باطلہ کرنے لگ جاتے ہیں، اور حق بات سن کر چراغ پا ہو جاتے ہیں اور ضد میں آ کر ان شرک و بدعت کے قبیح افعال کو اور زیادہ سختی سے اور برملا کرنے لگ جاتے ہیں۔ [1]

---

[1] اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، ص: ۲۶-۲۷۔ بتغییر یسیر

۲۲۔ستارہ پرستی

شرک کا ایک ذریعہ ستارہ پرستی بھی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اس سے منع کر دیا:

﴿ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ ﴾ (حٰم السجدہ: ۳۷)

''تم سورج اور چاند کو سجدہ مت کرو۔''

اس لیے کہ ستارے بھی تمہاری طرح ایک مخلوق ہیں، اللہ کے ساتھ اختیارات میں شریک نہیں ہیں۔''اہل عرب کا یہ خیال تھا کہ ستاروں کی ایک منزل کے گرنے اور دوسری کے اُبھرنے کے ساتھ بارش ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ انھی منازل کی طرف بارش کی نسبت کیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے: ((مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا)) ''ہمیں فلاں ستارے یا فلاں منزل (نچھتر) سے بارش دی گئی ہے۔'' ❶

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ردّ میں فرمایا:

﴿ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ○ ﴾ (الواقعہ: ۸۲)

'اور تم اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھرو۔''

یعنی تم اپنے شکر کا اظہار اس صورت میں کرتے ہو کہ تم تکذیب کرتے ہو۔اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ يَقُوْلُ شُكْرَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ، يَقُوْلُوْنَ ، مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا وَبِنَجْمِ كَذَا وَكَذَا.)) ❷

---

❶ تیسیر العزیز الحمید، ص: ٤٥١

❷ سنن ترمذی ، کتاب التفسیر ، رقم: ٣٢٩٥۔ مسند أحمد: ١٠٨/١، رقم: ٨٤٩، ٨٥٠۔ شیخ شعیب الأرناؤوط نے اسے ''حسن لغیرہ'' کہا ہے۔ابن کثیر: ۲۹۹/۴ اور ابن حجر (الفتح: ۵۲۲/۲) نے اسے صحیح کہا ہے۔

یعنی اس آیت میں ''رزق'' بمعنی ''شکر'' ہے۔ چنانچہ معنی یوں ہوگا کہ:

''تم اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں اظہارِ شکر کا یہ طریقہ اپناتے ہو کہ تم اس نعمت کا من جانب اللہ ہونے کا انکار کرتے ہو (اور کہتے ہو) کہ ہمیں فلاں ستارے یا فلاں بچھتر سے بارش دی گئی ہے۔''

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ بارش کی نسبت اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ستاروں وغیرہ کی طرف کرنا اسبابِ شرک میں سے ہے۔

سیدنا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ ، اَلْفَخْرُ بِالْأَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالْإِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ وَالنِّيَاحَةُ، وَقَالَ: النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرْبٍ.)) [1]

''میری اُمت میں جاہلیت کی چار باتیں ایسی ہیں جنہیں وہ کبھی بھی نہ چھوڑیں گے: اپنے حسب نسب پر فخر، دوسروں کے نسب پر طعنہ زنی، ستاروں سے بارش کا اعتقاد رکھنا، نوحہ خانی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت اگر موت سے پہلے توبہ نہ کرسکی تو اسے قیامت کے دن اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کا کرتا اور خارش کی زرّہ لپٹی ہوگی''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں تشریف لے گئے تو ایک رات بارش ہوگئی۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

((هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ

[1] صحيح مسلم، كتاب الجنائز، رقم: ٩٣٤

بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.)) [1]

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میرے بندوں میں کچھ نے ایمان لاتے ہوئے اور کچھ نے کفر اختیار کرتے ہوئے آج صبح کی ہے۔ جس شخص نے یہ کہا کہ ہمیں اللہ کے فضل و رحمت سے یہ بارش دی گئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لے آیا اور ستاروں کے تصرف کا انکاری ہو گیا، اور جس نے یوں کہا کہ ہمیں فلاں اور فلاں ستارے سے بارش دی گئی ہے تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستارے پر ایمان لے آیا۔''

اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے بارش کے تعلق سے دو قسم کے ذہن پیش کیے ہیں۔ کچھ تو اس بارش کے نزول کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت قرار دیتے ہیں اور اپنے عقیدے اور اپنے ایمان کو بربادی سے محفوظ کر لیتے ہیں، جب کہ کچھ لوگ اس بارش کو ستاروں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جس سے کفرانِ نعمت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے کا گناہ لازم آتا ہے۔

واضح ہو کہ حدیث زیر بحث اور اس معنی کی دوسری احادیث کے مطالعہ اور ان کے اسلوب پر غور و فکر سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ستاروں کو محض سبب قرار دینا کفر ہے، اگر ایسے شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ بارش برسانے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ کفرِ اصغر ہے، جب کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ ستارے ہی بارش برسانے والے ہیں، کفرِ اکبر ہے۔ بعض لوگ اس حدیث کا محل یہی قرار دیتے ہیں کہ اس حدیث میں بارش کا خالق ستاروں کو ماننے والا کافر بتلایا گیا ہے، لیکن یہ محل غلط ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کافروں کا قول یوں نقل کیا جاتا کہ فلاں ستارے نے ہم پر بارش نازل کی۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ ''فلاں ستارے کے سبب سے ہمیں بارش دی گئی'' جس کا معنی یہ ہے کہ وہ ستاروں کو بارش کا صرف سبب قرار دیتے تھے،

[1] صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، رقم: ۱۰۳۸۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۶۷.

خالق اور مالک اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی قرار دیتے تھے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتقاد پر کفر کا اطلاق فرمایا۔ ثابت ہوا کہ بارش کے نزول کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق سمجھنے والا اگر اس بارش کی نسبت ستارے کی طرف کر دے تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا، لیکن یہ شرکِ اصغر ہے، جب کہ ستاروں ہی کو بارش کا خالق و فاعل ماننا کفرِ اکبر ہے۔ [1]

یہ دونوں صورتیں ستارہ پرستی میں شامل ہیں، جو کہ شرک اور کفر ہیں۔

---

[1] تیسیر العزیز الحمید، ص: ٤٥٨۔٤٥٩۔ توحید اله العالمین، ص: ١/ ٥١٠

۲۳۔ نجومی اور پامسٹ کے پاس جانا

نجومي :......علم نجوم کے جاننے والے کو کہا جاتا ہے۔

علم نجوم :...... اور علم نجوم یہ ہے کہ احوالِ فلکیہ کے ذریعے حوادثِ ارضیہ پر استدلال کیا جائے۔ ❶

مثلاً: بارش کے برسنے، ہواؤں کے چلنے، گرمی اور سردی کے ظہور اور اس قسم کے دیگر اُمور کی اطلاع، نجومیوں کا یہ زعم باطل ہے کہ وہ ستاروں کی گردش اور ان کے اجتماع وافتراق سے ان باتوں کو معلوم کر لیتے ہیں، اور نظامِ ارضی ستاروں کی گردش کے تقاضوں کے مطابق چلتا ہے۔ بلکہ ان کا یہ قول اللہ تعالیٰ کے علم الغیب کے خزانے پر تحکم اور دست درازی کے مترادف ہے، حالانکہ علم نجوم کی یہ قسم ''علم التأثیر'' کہلاتی ہے۔'' ❷

كاهن :......فنِ کہانت جاننے والے کو کہا جاتا ہے۔

فن كها نت :......کہانت ایک فن ہے کہ جس میں علم غیب اور مستقبل کی خبریں بتانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ جس کی بنیاد وہ خبر ہوتی ہے جو جِنّ، فرشتوں کے کلام سے چرا کر کاہن کے کان میں ڈال دیتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ فی زمانہ بنسبت دورِ جاہلیت کے بہت تھوڑے ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل نے شہابِ ثاقب کے ذریعے آسمانی خبروں کی حفاظت کر دی ہے۔ ایسے لوگ عام طور پر ولایت اور کشف کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ کاہن، اخوان الشیاطین ہیں، ولایت سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ ❸

کچھ ایسے ہی نجومی اور کاہن لوگ پامسٹ اور پروفیسروں کے بورڈ لگا کر'' جو چاہو سو پوچھو یا ہر قسم کی مراد پوری ہوگی'' کے دعوے کرتے ہیں۔ ان سے علاج کروانا اور انہیں قسمت

---

❶ مجموع الفتاویٰ: ۱۸۱/۳۵ ❷ القول المفید: ۱۲۵/۲
❸ تیسیر العزیز الحمید، ص: ۴۰۵

کا حال دریافت کرنے کے لیے ہاتھ دکھانا وغیرہ شرک ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَتٰى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَاأُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.)) ❶

''جو شخص کسی نجومی اور کاہن کے پاس آیا اور اس کے اقوال کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ [وحی] کا انکار کیا۔''

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً.)) ❷

''جو شخص کسی نجومی کے پاس آ کر کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔''

معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کیا تھا کہ ہمارے بعض افراد کاہنوں کے پاس جاتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم مت جایا کرو۔'' ❸

سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جزیرۂ عرب کو اللہ تعالیٰ نے شرک سے پاک اور صاف کر دیا ہے، تا آنکہ علم نجوم ان کی گمراہی کا سبب بن جائے۔'' ❹

اس حدیث میں واضح طور پر علم نجوم کو شرک قرار دیا گیا ہے، بلکہ ایک حدیث میں تو

---

❶ اس کو شعیب الأرناؤوط نے ''حسن'' کہا ہے۔ مسند أحمد: ۲/۴۲۹، رقم: ۹۵۳۶۔ مستدرك حاكم: ۱/۸۔ وقال "هذا حديث صحيحٌ على شرطهما"

❷ صحيح مسلم، كتاب السلام، رقم: ۵۸۳۲۱

❸ صحيح مسلم ، كتاب السلام، رقم: ۵۸۱۳

❹ مجمع الزوائد: ۱۱۴/۱۹۔ علامہ ہیثمی نے اس حدیث کی نسبت طبرانی اوسط اور ابویعلیٰ کی طرف کی ہے، اور کہا ہے کہ ''ابویعلی کی سند حسن ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اسے جادو کی قسم قرار دیا ہے۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ النُّجُومِ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ.)) [1]

''جس نے علوم نجوم کا ایک باب سیکھا اس نے جادوگری کا ایک باب سیکھ لیا، اب وہ جتنا چاہے بڑھا لے۔''

اور جادوگر کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يُفْلِحُ السَّٰحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴾ (طٰهٰ: ٦٩)

''جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا۔''

امام خطابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یہ (کاہن) لوگ تیز طرار، شرارتی، خبیث النفس اور ناری طبیعتیں رکھنے والی قوم ہے۔ان کا رابطہ جنوں سے ہوتا ہے اور مختلف واقعات کے متعلق ان سے استفسار کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ انہیں کچھ خبریں بتا دیتے ہیں جن کے ذریعے وہ لوگوں کی گمراہی کا سبب بن جاتے ہیں۔'' [2]

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''قانونی محتسب اگر تعزیرات قائم کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے ان کاہنوں اور ان کے پاس جانے والوں کو ضرور سزا دینی چاہیے۔کوئی بھی شخص بعض باتوں میں ان کی صداقت سے قطعاً دھوکے میں نہ آئے، اور نہ ہی اس بات سے دھوکہ کھائے کہ فلاں کاہن اور نجومی تو بڑا مرجع خلائق ہے اور اس کی بڑی علمی شہرت ہے ایسے لوگوں کا علم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ وہ جاہل ہوتے ہیں اور پھر سب

---

[1] البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔سنن أبو داؤد،رقم: ٣٩٠٥ ـ مسند أحمد، رقم: ٢٨٤١

[2] مغني المريد الجامع شروح كتاب التوحيد: ١٨٦١/٥

سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ ان کے پاس جانے کی شرعی ممانعت اور وعید شدید موجود ہے۔'' [1]

نجومی اور پامسٹ نوجوان نسل کی زندگیاں کیسے برباد کرتے ہیں؟

قارئین کرام! اپنے معاشرہ میں ان عاملوں، نجومیوں اور کاہنوں کو دیکھیں یہ نوجوان نسل کی زندگیاں برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔اس وقت ہمارے سامنے ''ماہنامہ خواتین میگزین''، لاہور جون ۲۰۰۴ء شمارہ نمبر ۶، جلد ۹ موجود ہے۔ اس میں جناب عبید اللہ طارق ڈار صاحب ،عنوان ''جھوٹے عامل نوجوان نسل کی زندگیاں کیسے برباد کرتے ہیں؟ حیرت انگیز انکشافات پر مبنی خصوصی رپورٹ'' کے تحت رقم طراز ہیں کہ:

''ہمارے محلے کا ایک نوجوان جو بی ایس سی کا طالب علم تھا، ایک دن مجھے ملنے کے لیے آیا۔ اس نے اپنے کسی مسئلہ کو بیان کرنے کے لیے علیحدگی میں ملاقات کا وقت مانگا۔ میں اس نوجوان کو اچھی طرح جانتا تھا۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ اسے مجھ سے کیا کام ہوسکتا ہے۔ بہرحال میں نے اسے دوسرے دن آنے کا کہا۔ اگلے روز نوجوان مقررہ وقت پر پہنچ گیا اور جھجکتے ،شرماتے ہوئے بہت مشکل سے اپنا مدعا زبان پر لانے میں کامیاب ہوا۔ اس کے اندازِ گفتگو سے میں نے جو نتیجہ اخذ کیا ، وہ یہ تھا کہ دراصل اس نوجوان نے روحانی عملیات کے موضوع پر میری ایک کتاب کا مطالعہ کیا تھا اور اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ شاید میں بھی عامل ہی ہوں۔ اسی بناء پر اس نے اپنے ذاتی مسئلہ کے حل کے لیے میرا انتخاب کیا۔نوجوان نے پہلے مجھ سے عہد لیا کہ میں اس داستان کا کسی سے ذکر نہ کروں گا، اور دوسرا یہ کہ میں اس مسئلہ کے حل کے لیے پوری کوشش کروں گا۔ میں نے ان شاء اللہ کہہ کر اسے یقین دلایا کہ میں اس کے ساتھ ہر ممکن طریقے سے تعاون کی کوشش کروں گا۔

نوجوان نے اپنا مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہا میں اپنی پسند کی جگہ پر شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس لڑکی کی شادی ہوگئی ہے۔اب میری خواہش یہ ہے کہ پہلے اس لڑکی کو

---

[1] تیسیر العزیز الحمید، ص: ۴۰۷۔ توحید إله العالمین: ۱/ ۴۵۱

طلاق ہو اور بعد میں میری اس کے ساتھ شادی ہو جائے۔ میری خواہش میں لڑکی کی رضا مندی بھی شامل ہے۔ اگر آپ میرا یہ کام کر دیں تو میں زندگی بھر آپ کا مشکور رہوں گا، اور اس کام کو مکمل کرنے کے لیے جو اخراجات درکار ہوں گے، میں ان کی ایڈوانس ادائیگی کے لیے تیار ہوں۔ نوجوان جو مجھے بہت شریف النفس معلوم ہو رہا تھا، اس کے ان خطرناک جذباتی ارادوں نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ میں اس کو جانتا تھا۔ مجھے اس سے یہ اُمید نہیں تھی۔

بجائے اس کے کہ میں اسے انکار کرتا اور وہ کہیں غلط جگہ پھنس جاتا، میرے ذہن میں خیال آیا کہ اسے ان خیالات پر شرمندگی کا احساس دلانے کی بجائے اس سے تمام واقعات معلوم کر لیے جائیں۔ ضرورت مند چونکہ دیوانہ ہوتا ہے، اسے جہاں بھی اُمید کی ہلکی سی کرن نظر آتی ہے، وہ اپنے مسئلہ کے حل کے لیے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ اب تقدیر اسے گھیر کر صحیح مقام پر لے آئی تھی، اس لیے میں نے سوچا کہ کم از کم اپنے طور پر میں اس کے ذہن سے یہ فاسد خیالات دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ میں نے نوجوان سے کہا کہ اس خواہش کی تکمیل کے لیے اب تک جو کوششیں وہ کر چکا ہے، ذرا اس کی تفصیل سے آگاہ کرے۔ اس کے بعد ہی میں اپنی کچھ رائے ظاہر کروں گا۔

نوجوان نے اپنی داستانِ غم کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ میری اپنے محلے کی ایک لڑکی کے ساتھ شادی کی خواہش تھی، لڑکی بھی والدین کی باہمی رضا مندی سے شادی کے حق میں تھی مگر میرے تمام خواب اس وقت چکنا چور ہو گئے جب میرے والدین ان کے ہاں رشتہ مانگنے کے لیے گئے تو لڑکی والوں نے ہمارے مسلک سے اختلاف کی وجہ سے ہمیں رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا، اور ساتھ ہی چند ماہ بعد اس کی زبردستی کسی اور جگہ پر شادی کر دی۔ لڑکی نے شادی سے پہلے یقین دلایا کہ والدین زبردستی شادی کر رہے ہیں مگر میں بہت جلد طلاق لے کر واپس آ جاؤں گی۔ آپ میری ہمت کا اندازہ لگائیں کہ میں نے اس کی شادی کی تقریب میں شرکت بھی کی۔ مجھے اس کے وعدے پر مکمل اعتبار تھا لیکن حالات نے کچھ ایسا رُخ اختیار کیا کہ ہمارے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

مجھے کسی ذریعے سے علم ہوا کہ تعویذ دھاگے کے ذریعے یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے لیکن مجھے ان چیزوں پر یقین نہیں تھا۔ میں نے اپنی اس آرزو کی تکمیل کے لیے بہت زیادہ نفلی عبادت کی۔ بہت دعائیں مانگیں لیکن مجھے کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ تھک ہار کر میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی پیشہ ور عاملوں سے رجوع کرنے کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے میں لاہور جا کر مختلف عاملوں سے ملا۔ اس کام کے لیے انہوں نے ابتدائی فیس دوسو روپے سے گیارہ سو روپے تک بتائی۔ اس رقم کے عوض انہوں نے صرف زائچہ بنا کر بتانا تھا۔ باقی اخراجات کی تفصیل انہوں نے زائچے کے نتائج سامنے آنے کے بعد بتانا تھی جو بقول ان کے ''ہوائی مخلوق'' بتاتی ہے۔ لاہور ہی کے ایک عامل نے اس مسئلہ کو حل کرنے کا خرچہ گیارہ ہزار روپے بتایا۔ لاہور کے عاملوں کا سروے کرنے کے بعد میں گوجرانوالہ کے مشہور عاملوں سے ملا۔ تمام ملاقاتوں کے بعد میں نے گوجرانوالہ کے ایک معروف عامل سے اپنا مسئلہ حل کرانے کا فیصلہ کیا۔ میں نے پہلی ملاقات میں ہی عامل سے اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیا کہ میں ایک شادی شدہ لڑکی کو طلاق دلوا کر اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

میری بات سن کر عامل نے کہا کہ یہ تو ہمارے لیے کوئی مشکل کام نہیں، آپ ۲۵۰ روپے زائچہ بنانے کی فیس ادا کر دیں، آپ کی دلی مراد پوری ہو جائے گی۔

جب میں نے زائچہ بنانے کی فیس ادا کر دی تو عامل کہنے لگا کہ زائچہ بنانے کے بعد اس کام کے باقی تمام مرحلوں کو طے کرنے کے لیے آپ کو مزید ڈھائی ہزار روپے ادا کرنا ہوں گے۔ علاوہ اس سامان کے جس کی لسٹ انہوں نے میرے ہاتھ میں تھما دی۔ سامان کی لسٹ میں موجود اشیاء کی تفصیل کچھ یوں تھی: ایک عدد تولیہ، سلور کا گلاس، اپنے پاؤں کے نیچے کی مٹی کی کچھ مقدار، اگربتی کا ایک پیکٹ، چار دن بعد میں ڈھائی ہزار روپے اور سامان لے کر عامل کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ عامل نے میرا خیر مقدم کرتے ہوئے بخوشی رقم اور سامان قبول کرنے کے بعد مجھے اپنے کمرے کے پیچھے بنے کیبن میں لے جا کر عمل کا آغاز کر دیا۔ سب سے پہلے اگربتیاں جلائی گئیں اور پرفیوم چھڑکا گیا۔ اس کے بعد عامل نے مجھے کہا کہ

جیب میں جو کچھ بھی ہے، اس کو نکال کر باہر رکھ دو۔ اس کے بعد جائے نماز بچھا کر عامل نے تسبیح پکڑی اور اس پر بیٹھ گیا۔ مجھے ساتھ ہی تولیہ بچھا کر اس پر بٹھا دیا۔ عامل نے میرے پاؤں کی مٹی کو سلور کے گلاس میں ڈال کر اوپر سے کالے رنگ کے کپڑے کے ساتھ اس کو ڈھانپ دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر عامل نے کمرے کی لائٹ بجھا کر میرا ہاتھ پکڑ کر کچھ ایسے انداز میں گفتگو شروع کر دی کہ جیسے کوئی پراسرار مخلوق حاضر ہو گئی ہے۔

اس حاضری کے دوران عامل نے اس ہوائی مخلوق سے جو مجھے نظر نہیں آ رہی تھی، میرے کام کے متعلق دریافت کیا۔ عامل مجھے پہلے ہی بتا چکا تھا کہ جب ''ہوائی مخلوق'' کی حاضری ہو گی تو اس کی آواز عامل کے علاوہ کسی اور کو سنائی نہیں دے گی۔ حاضری کا یہ عمل بیس منٹ تک جاری رہا۔ اس دوران عامل نے مجھے بتایا کہ ''ہوائی مخلوق'' کہہ رہی ہے کہ عمل کی کامیابی کے لیے ایک سو ساٹھ جنگلی کبوتروں کو رات کے اڑھائی بجے کسی قبرستان میں لے جا کر ذبح کر کے گوشت وہیں پھینک آنا اور خون کو ایک برتن میں جمع کر کے واپس لے آنا ہے۔ میں ذرا کمزور دل تھا اس لیے میں نے پوچھا کہ یہ عمل میری جگہ میرا کوئی دوست کر سکتا ہے؟ عامل کہنے لگا کہ ''ہوائی مخلوق'' کہہ رہی ہے کہ تمہارے علاوہ کوئی دوسرا شخص یہ عمل نہیں کر سکتا۔ دورانِ حاضری میں نے یہ حامی بھر لی کہ یہ عمل خود کر لوں گا۔ اس کے بعد عامل نے میرا ہاتھ چھوڑتے ہوئے حاضری کے عمل کا اختتام کر دیا۔

میں نے عامل سے اجازت لینے سے پہلے پوچھا کہ فرض کریں اگر میں قبرستان والا عمل خود نہ کرنا چاہوں تو کیا آپ میری جگہ یہ عمل کر لیں گے؟ تو عامل نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا فکر نہ کرو مجھے اس عمل کو کرنے کا بہت تجربہ ہے۔ عامل نے عمل کرنے کی حامی بھرتے ہوئے کہا میں یہ تو بتانا بھول ہی گیا کہ قبرستان میں کبوتروں کو ذبح کرنے کا عمل ہر صورت آج ہی کرنا ہے ورنہ آپ کو جانی و مالی طور پر نقصان پہنچ سکتا ہے۔ عامل نے مجھے بتایا کہ ۱۶۰ جنگلی کبوتروں کو خریدنے کے لیے نو ہزار چھ سو روپے درکار ہیں۔ مجھے یہ سن کر دھچکا لگا کہ میں اتنی بڑی رقم کا فوری طور پر کیسے انتظام کروں گا۔ عامل نے مجھے گھر جا کر رقم کا بندوبست کرنے

کے لیے کہا اور ساتھ ہی یہ مشورہ دیا کہ گھر جاتے ہوئے راستے میں دُرودشریف کا مسلسل ورد جاری رکھوں۔ کوتاہی کی صورت میں ''ہوائی مخلوق'' کے نقصان پہنچانے کا اندیشہ ہے۔ میں راستہ بھر دُرودشریف کا ورد کرتا ہوا اور یہ سوچتا ہوا کہ رقم کا بندوبست کہاں سے ہوگا؟ گھر پہنچ گیا۔ میں نے آتے ہی گھر والوں سے کہا کہ میرے فلاں دوست کو پانچ ہزار روپے کی اشد ضرورت ہے، باقی رقم میں نے مختلف دوستوں سے بہانے بنا کر اُدھار لے لی اور رقم لے کر عامل کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور نو ہزار چھ سو روپے اس کے حوالے کر دیے۔ عامل نے مجھے کہا کہ آپ کا کام تین دن میں مکمل ہو جائے گا، اور ساتھ تاکید کی کہ آنے سے پہلے مجھے فون ضرور کرنا۔ میرے دو دن بہت خوش وخرم گزرے۔ مجھے اپنے مسئلہ کے حل ہونے کا مکمل یقین تھا۔ وقت مقررہ گزرنے کے بعد میں عامل سے فون پر رابطہ کیا تو مجھے کہنے لگا کہ آپ آجائیں۔ جب میں عامل کے پاس پہنچا تو اس نے بتایا کہ میں نے کبوتروں والا عمل مکمل کر لیا ہے لیکن درمیان میں ایک رکاوٹ آ گئی ہے، جس لڑکی سے آپ شادی کرنا چاہتے ہیں، اس کا ستارہ بہت کمزور ہے۔ اس کو طاقتور کرنے کے لیے سخت محنت کرنا پڑے گی اور چند مزید چیزوں کی ضرورت بھی پڑے گی۔ اس کے بعد آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اپنی بات مکمل کر کے عامل نے مجھے آٹے کا بنا ہوا ایک پتلا دیا۔ اس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔ عامل کہنے لگا کہ یہ اس لڑکی کی تشبیہ ہے اس کے ساتھ آپ کا ''حب نکاح'' کیا جائے گا۔

مجھے اس چیز کا قطعاً علم نہیں تھا کہ ''حب نکاح'' کیا بلا ہوتی ہے۔ عامل نے مجھے بتایا کہ آپ کے مسئلہ کے حل کے لیے ''حب نکاح'' کا ہونا بہت ضروری ہے اور ''حب نکاح'' کا عمل کرنے کے لیے دو تولے خالص کستوری درکار ہے۔ دو تولے کستوری کی قیمت انہوں نے اٹھارہ، بیس ہزار روپے بتائی۔ مجھے یہ سن کر اتنی پریشانی ہوئی کہ اتنی پریشانی مجھے اس وقت بھی نہیں ہوئی تھی جب اس لڑکی کی شادی ہوئی۔ لیکن اس اُمید پر کہ کسی طرح میرا کام ہو جائے، میں نے دو تولے کستوری مہیا کرنے کی حامی بھر لی، عامل نے مجھے دو دن کی مہلت دی۔ میں نے ایک جگہ سے سو روپے کی نقلی کستوری خرید کر عامل کو پیش کر دی کہ شاید اس سے کام بن

جائے لیکن عامل نے نقلی کستوری پہچان لی اور کہا کہ اس سے کام نہیں چلے گا۔ پھر اس نے خود ہی تجویز دی کہ اگر تم واقعی اپنے مسئلہ کے حل کے لیے سنجیدہ ہو تو اصلی کستوری خریدنے کے لیے رقم لا کر مجھے دے دو، میں اپنے ایک جاننے والے سے اصلی کستوری منگوا لوں گا۔ مرتا کیا نہ کرتا، ایک مرتبہ پھر میں اپنے تمام دوستوں سے قرض لینے کی مہم پر روانہ ہو گیا، بمشکل ۱۰ ہزار روپیہ اکٹھا ہوا، دوسرے دن میں نے عامل کو رقم ادا کرنے کے لیے جانا تھا کہ سخت بیمار ہو گیا۔ میں نے عامل کو فون کر کے اطلاع دی کہ کچھ رقم کا بندوبست ہو گیا ہے مگر میں بخار کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا، تو عامل نے مجھ سے میرے گھر کا ایڈریس معلوم کیا اور کہا کہ میں اپنے ملازم کو بھیج رہا ہوں، رقم اس کو ادا کر دی جائے۔ عامل کا ملازم میرے پاس پہنچ گیا، میں نے رقم اس کے حوالے کی تو اس نے پیغام دیا کہ آپ باقی رقم کا جلد از جلد بندوبست کریں۔ دو دن میں نے ادھر اُدھر سے نو ہزار روپے اُدھار پکڑے اور عامل کے حوالے کر دیے۔ عامل نے لڑکی کی تصویر کا مطالبہ بھی کیا مگر پتہ نہیں کیوں میں نے تصویر دینے سے انکار کر دیا اور بہانا بنایا کہ تصویر لانا میرے بس میں نہیں۔

رقم وصول کرنے کے بعد عامل نے مجھے کہا کہ بس اب آپ بے فکر ہو جائیں، لڑکی دو دن بعد آپ کے پاس ہو گی۔ یہ خوش خبری سن کر میں سہانے سپنے دیکھتا ہوا گھر آ گیا اور بے تابی سے دو دن گزرنے کا انتظار شروع کر دیا۔ اللہ اللہ کر کے یہ پہاڑ جیسے دو دن گزرے تو میں پھر عامل کے پاس جا حاضر ہوا کہ ابھی تک کوئی نتیجہ کیوں نہیں نکلا؟ تو عامل نے ٹال مٹول شروع کر دی کہ مجھے اپنے علم کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ لڑکی اس وقت حاملہ ہے اور شرعی طور پر اس حالت میں طلاق نہیں ہو سکتی۔ چونکہ طلاق اس وقت موثر ہو گی جب وہ اس حالت سے فارغ ہو جائے گی وغیرہ وغیرہ۔ اب عامل نے مجھے ایک اور چکر دیا کہ صرف ایک ہفتہ بھر کا ایک چھوٹا سا عمل کرو، تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ عمل یہ تھا کہ سات دنوں میں دُرود شریف کی ایک ہزار تسبیح پڑھنی ہیں۔ میں نے یہ عمل بھی مکمل کر لیا۔ اس کے بعد عامل نے پھر مجھے دلاسہ دے کر ایک ہفتہ کا ایک اور عمل بتا دیا۔ غرض یہ کہ جو کام تین دن میں مکمل ہونے

کا مجھے یقین دلایا گیا تھا اس کو شروع ہوئے، دو ماہ ہو چکے تھے اور کامیابی کا اب بھی دُور دُور تک کوئی نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔

ایک دن جب میں غصے میں بھرا ہوا عامل کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا کہ بس ایک آخری عمل رہ گیا۔ وہ بھی آزما کر دیکھ لیتے ہیں۔ اس نے مجھے کہا کہ روئی کا ایک پتلا اس طرح بنوا کر لاؤں کہ اس کا پیٹ چاک کیا ہوا ہو، میں عامل کی ہدایت کے مطابق اپنے ایک جاننے والے درزی سے روئی کا پتلا بنوا کر لے گیا۔ اس دن بارش ہو رہی تھی۔ عامل نے پتلے پر کچھ پڑھ کر اس میں سوئیاں پیوست کیں اور جلدی جلدی اس کے پیٹ میں کچھ پڑیاں رکھیں اور پتلے پر ایک تعویذ بنا کر میرے حوالہ کر دیا اور کہا کہ اس پتلے کو اپنے شہر کے کسی قبرستان میں کسی بچے کی قبر کے پاؤں کی جانب دفن کرنا ہے اور تاکید کی کہ جلد از جلد گھر پہنچ کر اس عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔ میں عامل سے اجازت لے کر دفتر سے باہر نکلا اور گھر کے لیے بس پر سوار ہو گیا۔ مجھے بس میں سوار ہوئے ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ اس پتلے میں سے جس کو میں چھپا کر ایک شاپر میں ڈالا ہوا تھا، دھواں اور آگ کے شعلے نکلنا شروع ہو گئے۔ اس اچانک رونما ہونے والے واقعہ سے میں بہت گھبرا گیا۔ بس کے مسافروں نے ڈرائیور سے سخت احتجاج کر کے مجھے بس سے نیچے اُترنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے بہت شرمندگی ہوئی۔ میرے کپڑے بھی کئی جگہ سے جل گئے۔ بس سے نیچے اُتر کر میں نے سڑک کے اردگرد کھڑے بارش کے پانی میں پتلے کو بھگو کر آگ پر قابو پایا اور ایک دوسری بس میں سوار ہو کر پتلے کو بحفاظت گھر لے آیا۔

گو کہ اس واقعہ نے مجھے سخت پریشان کیا مگر میرے سر پر عشق کا بھوت سوار تھا اور میں نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ اسے طلاق ضرور دلوانی ہے اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنی ہے۔ لیکن پتلے کو قبرستان میں دفن کرنے سے میں خوف زدہ ہو گیا اور میرے دل میں یہ خیال پختہ ہونے لگا کہ عامل میرے ساتھ ڈرامے بازی کر رہا ہے۔ میں نے پتلے کو قبرستان میں دفن کرنے کے بجائے گھر میں ہی چھپا کر رکھ دیا۔ دو دن بعد میں نے کچھ حوصلہ کر کے عامل کو فون

پر سخت الفاظ میں کہا کہ آپ کے بتائے ہوئے عملوں سے ابھی تک مجھے فائدے کی بجائے نقصان پہنچا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ اپ نے مجھے آگ لگنے والے واقعہ سے فوراً کیوں نہ آگاہ کیا۔ عامل نے کہا کہ میں اسے فوراً آ کر ملوں۔ ایک بار پھر میں اس کے جھانسے میں آ گیا اور عامل سے ملاقات کے لیے روانہ ہو گیا۔ جب میں عامل کے پاس پہنچا تو وہ فرمانے لگے کہ آپ کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ ''ہوائی مخلوق'' کا حملہ تھا۔ شکر ہے کہ انہوں نے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا لیکن اب میرا اس سے اعتماد اُٹھ چکا تھا۔ اب مجھے ہوش آنا شروع ہوا کہ میرے ساتھ ہاتھ ہو گیا ہے۔ میں عامل کو کچھ کہے بغیر گھر واپس آ گیا اور بہت سوچ بچار کے بعد اپنے ایک قریبی عزیز کو بتایا کہ میں کس طرح ایک عامل کے چنگل میں پھنس کر ہزاروں روپے برباد کر چکا ہوں۔ وہ مجھے ساتھ لے کر اس عامل کے پاس آئے اور اس سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے تو بہت محنت کی ہے۔ اب کام کا ہونا یا نہ ہونا اللہ کے اختیار میں ہے۔

میرے اس عزیز کے سخت رویہ اختیار کرنے پر عامل نے بیس ہزار روپے واپس کرنے کی حامی بھر لی اور اس کے لیے ایک مہینہ کی مہلت مانگی۔ جب ہم ایک ماہ بعد رقم لینے کے لیے عامل کے آستانے پر پہنچے تو وہاں اس کی بجائے کوئی اور عامل بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ پہلے عامل کا ایکسڈنٹ ہو گیا تھا اور وہ اس حادثے میں انتقال کر گئے ہیں۔ ہم صبر شکر کر کے واپس تو آ گئے مگر مجھے شک تھا کہ اصل حقیقت کچھ اور ہے۔ میں نے اس عامل کی تلاش کے لیے کوشش جاری رکھی جس کے نتیجہ میں مجھے معلوم ہوا کہ پہلے والے عامل نے اپنا یہ آستانہ ستاون ہزار میں فروخت کر کے اب کسی دوسرے شہر میں نیا آستانہ بنا لیا ہے۔ میری کوشش ابھی تک جاری ہے لیکن مجھے اُمید نہیں کہ مجھے میری رقم واپس مل جائے گی۔

یہ نوجوان جس کے ساتھ یہ فراڈ ہوا، آج بھی اس اُمید پر زندگی بسر کر رہا ہے کہ ایک نہ ایک دن میں کسی عامل کامل کو تلاش کر کے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لوں گا۔

ایک روزنامہ میں روحانیت کے صفحہ پر ہماری طرف سے ایک اعلان شائع ہوا تھا کہ کیا

آپ یا آپ کا کوئی عزیز رشتہ دار کسی روحانی مرض میں مبتلا ہے؟ دورانِ علاج آپ کو کن تجربات سے گزرنا پڑا؟ کیا آپ کا پیشہ ور عاملوں اور اشتہاری جادوگروں سے واسطہ پڑا؟ انہوں نے آپ کا کس طریقے سے علاج کیا؟ آپ سے کتنی رقم بٹوری؟ آپ کو کیا سبز باغ دکھائے؟ اور دورانِ علاج آپ کن ذہنی روحانی اور جسمانی اذیتوں سے دوچار ہوئے، کن تکلیف دہ مراحل سے گزرے۔ اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہے؟ ہمیں اپنی وہ تمام کیفیات اور تجربات لکھ بھیجئے۔ ہم انہیں شائع کریں گے۔ آپ کی راہنمائی کریں گے اور آپ کے روحانی مسائل کے حل کے لیے آپ کی رہنمائی بھی کریں گے۔ اس اعلان کی اشاعت کے بعد ہمیں بہت زیادہ تعداد میں خطوط موصول ہوئے جن میں عاملوں کے ہاتھوں ڈسے ہوئے افراد نے اپنی دردناک آپ بیتیاں تحریر کی تھیں، یہ عامل سادہ لوح خواتین وحضرات کو کس طرح بیوقوف بنا کر لوٹتے ہیں، اس کا اندازہ آپ کو یہ خط پڑھ کر ہوگا جو ایک محترمہ نے ہمیں ارسال کیا۔

میں ایم اے کی طالبہ ہوں۔ میں ایک جگہ شادی کی خواہش مند تھی۔ مگر لڑکے کے والدین اس کے لیے آمادہ نہیں۔ انہوں نے اس کی زبردستی کہیں اور منگنی کر دی ہے۔

میں نے اپنی پسند کی شادی کے لیے لاہور کے سب سے مشہور پامسٹ سے رابطہ کیا اور اس سے اپنا زائچہ بنوایا۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ پر نحوست کا سایہ ہے۔ اگر آپ نے صرف نحوست اُتروانی ہے تو اس پر ستائیس ہزار روپے خرچ آئے گا اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہیں تو اس پر پچاس ہزار روپے خرچ آئے گا اور اس کے لیے کالا جادو کرنا پڑے گا۔ میں نے سوچا کہ کالے جادو والا گناہ اس قدر بڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا، سو میں نے اس سے علاج کرانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اسی اثناء میں اخبار میں ایک عامل کا اشتہار شائع ہوا جس نے نوری عمل کے ذریعے تمام مسائل حل کرنے کا دعویٰ کیا تھا، میں نے اسے فون پر اپنا مسئلہ بتایا۔ اس نے تسلی دی کہ کوئی مسئلہ نہیں میں آج ہی آپ کے مسئلے کے لیے حاضری کروں گا اور اس کے بعد جو کچھ آپ

سے کہا جائے گا وہ آپ کو کرنا پڑے گا۔ وہ نوافل، زکوٰۃ اور کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے حامی بھر لی۔ میرے دوبارہ فون کرنے پر اس نے کہا کہ اُلو کی نر اور مادہ جوڑی چاہیے، اس پر عمل کرنا پڑے گا اور اس کے لیے رقم درکار ہے۔ یقین جانیے میں نے اُدھار لے کر پیسے بھجوا دیے۔ اس نے ایک نقش مجھے پہننے کے لیے بھیجا اور کہا کہ یہ بازو پر باندھ لیں۔ وہ لوگ فوراً آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ وہ نقش میرے پاس اب بھی موجود ہے مگر بات یہاں ختم نہیں ہوتی۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے سبز مور کی جوڑی چاہیے۔ اس پر آٹھ ہزار چار سو روپے لگیں گے تو آپ کا عمل مکمل ہو گا۔ میں نے یہ رقم بھی بھجوا دی کہ پہلے پیسے ضائع نہ ہوں اور یہ عمل مکمل ہو جائے۔ اس نے مجھے گیارہ عدد نقش بھجوائے اور کہا کہ یہ آٹے کی گولی بنا کر اس پر سوئیاں لگا کر ایک دن کے وقفے سے درُود شریف اور الحمد شریف پڑھ کر بہتے پانی میں بہا دینا۔ میں نے یہ عمل بھی کر دیا۔ جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو میں نے دوبارہ اسے فون پر آگاہ کیا۔ عامل نے کہا کہ میں رات کو حاضری کر کے معلومات حاصل کروں گا۔ بعد میں اس نے بتایا کہ آپ پر کوئی مسلسل کالا عمل کر رہا ہے۔ اس کے توڑ کے لیے دوبارہ محنت کرنا پڑے گی۔ اب یہ میرے لیے ممکن نہ تھا کہ میں اسے مزید رقم بھجوا سکوں۔ اس طرح کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا اور میری رقم ضائع ہو گئی۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس نے میری تصویر منگوائی تھی جو اس کے پاس ہی ہے۔

اب میں اس پوزیشن میں نہیں کہ مزید رقم ضائع کر سکوں۔ اب میرا کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ میں نے پڑھائی تک چھوڑ دی ہے، بہت ڈسٹرب ہوں۔ خدارا میری مدد کریں، ورنہ میرا مستقبل تباہ ہو جائے گا۔ میرے گھر والوں کو اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں، یہ میری زندگی کا سوال ہے، ساری عمر آپ کو دعائیں دوں گی۔''

جی جناب! قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اور تقدیر پر عدم رضا مندی کا نتیجہ آپ نے دیکھ لیا، اور آخرت کا عذاب تو اس کے علاوہ ہے۔ (اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین)

ایک اہم فائدہ:...... علم نجوم کی ایک قسم ''علم التیسیر'' ہے۔ یعنی کہ سورج اور چاند کی منازل کو سیکھنا تاکہ اس کے ذریعے قبلہ کی درستگی، اوقات نماز اور موسموں کی آمد و رفت کا علم

ہو سکے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ ''علم التیسیر'' سیکھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''علم نجوم کا وہ حصہ جس کا ادراک مشاہدہ اور خبر سے ممکن ہے وہ ممنوع نہیں ہے، مثلاً زوال شمس کی معرفت اور اس کے ذریعے جہت قبلہ کا تعین وغیرہ۔''

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بھی چاند کی منازل سیکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس حد تک کے علم میں ''شرک یا کفر'' میں مبتلا ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''انسان علم نجوم سے صرف اتنا حصہ حاصل کر سکتا ہے جس کے ذریعے وہ راستے معلوم کر سکے۔''

بہر حال جمہور علماء کے نزدیک راستوں کی نشان دہی اور جہت قبلہ کی معرفت کی حد تک علم نجوم کا سیکھنا جائز ہے اور اس سے زیادہ کچھ حاصل کرنا باطل ہے۔ جمہور کا یہ قول بالکل درست ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ '' چاند اور سورج گرہن کے وقت کا تعین بھی جائز ہے۔'' [1]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں ''کتاب بدء الخلق، باب فی النجوم'' میں فرماتے ہیں کہ ''قتادہ ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ بِمَصَابِيحَ ﴾[الملك: ٥] ''بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت والا بنا دیا'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین اغراض کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ آسمان کی زینت، شیطان کو مارنا اور راستے معلوم کرنے کی علامت۔ جس نے ان تینوں اغراض کے علاوہ کچھ اور سمجھا تو اس نے زبردست غلطی کی، اور اپنا آخرت کا حصہ بھی ضائع کر دیا اور ایسی بات کا تکلف کیا جس کا اسے کوئی علم نہیں۔''

---

[1] تیسر العزیز الحمید، ص: ٤٤٧ـ٤٤٩ـ فتح المجید، ص: ٢٧٧ـ٢٧٨ـ مغنی المرید: ٢٠٢٣/٦ و ما بعدھا، توحید اله العالمین: ٤٩٩/١ـ٥٠٠.

یاد رہے کہ ستاروں کی تخلیق کی تین بیان کردہ حکمتیں قرآن مجید سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ ستاروں کے ''آسمان کی زینت'' اور ''شیطان کے لیے مار'' ہونے کی دلیل یہ ہے:

﴿ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِبِ o وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ o لاَ یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ o دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ o اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ o ﴾ (الصّٰفّٰت: ٦ تا ١٠)

''ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا، اور سرکش شیطان سے اس کی حفاظت کی، عالم بالا کے فرشتوں (کی باتیں) سننے کے لیے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے۔ ہر طرف سے بھگانے کے لیے انہیں انگاروں سے مارا جاتا ہے اور اُن کے لیے دائمی عذاب ہے، مگر جو کوئی ایک آدھ بات اُچک لے بھاگے تو فوراً ہی اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔''

اور ''راستے معلوم کرنے کی علامت'' ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ یہ فرمانِ عالی شان ہے:

﴿ وَ عَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴾ (النحل: ١٦)

''اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں، اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں۔''

شبہات اوران کا ازالہ:

پہلا شبہ :......علم نجوم کو ثابت اور صحیح کہنے والے کہتے ہیں کہ بعض اوقات نجومیوں کی بات سچ اور صحیح ثابت ہوتی ہے، لہٰذا ''علم نجوم'' سچ ہے۔

ازالہ :......معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا بعض اوقات سچ بولنا کاہنوں کے سچ کی طرح ہے، جو ایک بار سچ بولتے ہیں اور سو (۱۰۰) بار جھوٹ بکتے ہیں۔ بایں وجہ کاہنوں کی طرح ان کے ایک بار کے سچ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا علم صحیح ہے۔

دوسرا شبہ :......بعض نجومی حضرات علم نجوم کی صحت کو ثابت کرنے کے لیے اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں:

﴿ وَ عَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ (النحل: ١٦)

''اور کئی دیگر نشانیاں بنائیں، (جن سے) اور ستاروں سے وہ رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔''

وجہ استدلال :......اور وجہ استدلال یہ بیان کرتے ہیں کہ ستاروں کو علم غیب کی ایسی علامات قرار دیا گیا ہے کہ لوگ ان کے ذریعے علم غیب معلوم کر لیتے ہیں۔

ازالہ :......اس آیت کریمہ کا یہ مقصود ہرگز نہیں، بلکہ ستاروں کے علامات ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ کی قدرت و وحدانیت کے دلائل ہیں۔

بعض مفسرین آیت کریمہ ﴿ وَ عَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ کو اس سے پہلی آیت کا تتمہ قرار دیتے ہیں، اور وہ آیت یہ ہے:

﴿ وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ (النحل: ١٥)

''اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیے تاکہ وہ تمہیں اُٹھائے ہوئے ڈگمگاتی نہ رہے، اور نہریں اور راستے بنائے تاکہ تم (اپنی منزل تک) راہ پا سکو۔''

تو (اس) پہلی آیت کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے اور چھوٹے پہاڑوں کی صورت میں زمینی راستے شناخت کرنے کے لیے تمہیں علامات مہیا کر دی ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ وَ عَلٰمٰتٍ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دن کے وقت راستے معلوم کرنے کے نشانات ہیں اور ﴿ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ سے مراد ہے کہ سمندری سفروں میں ستاروں کے ذریعے راستہ پہچاننے کی مدد ملتی ہے۔ [1]

---

[1] تیسیر العزیز الحمید، ص: ٤٤٤۔ تفسیر ابن أبی حاتم: ٢٢٧٩/٧۔ تفسیر طبری: ٥٧١/٧۔٥٧٢۔ نظم الدرر: ٢٥٥/٤۔ تفسیر المراغی: ٦٢/٥۔٦٣۔ تفسیر ابن کثیر: ٣٧/٤

اب اس آیت کریمہ سے علم نجوم کو صحیح ثابت کرنے کے لیے استدلال کرنا، یقیناً دانستہ طور پر ایک ایسی چیز کو ثابت کرنے کے مترادف ہے جس کا فساد دلائل شرعیہ اور براہین قاطعہ سے واضح معلوم ہے، اور یہ استدلال کی فاسد ترین صورت ہے۔ [1]

---

[1] تیسیر العزیز الحمید، ص: ٤٤٥

۲۴۔ بدشگونی لینا اور عقیدۂ نحوست

رسول اللہ ﷺ جب اس دنیا فانی میں مبعوث ہوئے تو دنیا جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی، اور کئی طرح کے شیطانی وساوس اور شرکیہ توہمات میں مبتلا تھی۔ جاہلیت کی شرکیہ رسومات اور باطل خیالات میں سے ''تطیر، بدشگونی لینا'' بھی ہے۔ دورِ جاہلیت میں کسی لمبے سفر یا اہم کام کے شروع میں پرندے کو اُڑایا جاتا تھا، اگر وہ پرندہ دائیں طرف کو اُڑ کے جاتا تو اس سے مشروع کو بابرکت اور کامیاب سمجھتے ہوئے جاری رکھا جاتا، جب کہ اس کے بائیں جانب پرواز کرنے کی صورت میں اس پروگرام کو منحوس اور ناکام تصور کر کے چھوڑ دیا جاتا۔ شریعت اسلامیہ نے اس کی بھرپور نفی کی اور اسے محض باطل اور شرک قرار دیا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ.)) [1]

''نہ تو کسی کو دوسرے کی بیماری لگتی ہے، اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے، اور نہ اُلو کے بولنے کی کوئی تاثیر ہے، اور نہ صفر کی کوئی حقیقت ہے۔''

یہ حدیث پاک اس حقیقت سے باخبر کر رہی ہے کہ جلب منفعت یا دفع مضرّت میں اس چیز کی کوئی تاثیر نہیں یعنی بدشگونی کی، یقیناً ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا انسان کو ہمیشہ توکل علی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے رہنا چاہیے اور اس کے مقاصد میں کسی قسم کی فال یا بدشگونی حائل نہ ہو، جو اسے شرک کی ہیبت ناک دلدل میں دھکیل دے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، رقم: ۵۷۵۷۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۲۲۲۰

((اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ............)) ❶

''بدشگونی لینا شرک ہے، بدشگونی لینا شرک ہے............''

زمانہ جاہلیت کے شرکیہ عقائد میں سے صفر بھی تھا۔ صفر کے متعلق ان کا گمان تھا کہ صفر پیٹ کا ایک کیڑا ہے جو بھوک کے وقت پیٹ کو نوچتا ہے، کبھی آدمی اس کی وجہ سے مر جاتا ہے، عرب لوگ اس بیماری کو متعدی سمجھتے تھے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے صفر کے یہی معنی نقل کیے ہیں۔ ❷

بعض نے کہا صفر سے مراد وہ مہینہ مراد ہے جو محرم کے بعد آتا ہے۔ عرب لوگ اس کو بھی منحوس سمجھتے تھے۔

ایک شبہ:

اب تک پاک و ہند کے مسلمان تیرہ تیزی کو منحوس جانتے اور ان دنوں میں شادی بیاہ نہیں کرتے اور دلیل کے طور پر ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوجِ صَفَرٍ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ.))

''جو شخص مجھے ماہ صفر ختم ہونے کی بشارت دے گا، میں اسے جنت کی بشارت دوں گا۔''

ازالہ:

لیکن یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے، مُلّا علی قاری حنفی نے ''الموضوعات الکبیر، ص: ۱۱٦'' میں لکھا ہے کہ ((لَا أَصْلَ لَهُ)) ''اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔''

لہٰذا ماہ صفر کو منحوس خیال کرنا جاہلی شرکیہ توہمات سے ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ پس جو شخص بدشگونی لیتا ہے، یا عقیدہ نحوست رکھتا ہے وہ شرک میں مبتلا ہے۔

---

❶ سنن أبو داؤد، کتاب الطب، رقم: ۳۹۱۰۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۵۷۹۷

۲۵۔ شرکیہ دم اور منتر

شرک کا ایک چور دروازہ شرکیہ دم اور منتر بھی ہے۔ جب انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے مرض لگ جاتا ہے تو وہ علاج کروانے کے لیے اور اس مرض اور مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے دَر دَر پر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ شرکیہ دم کروانے میں بھی قباحت محسوس نہیں کرتا، اور یہ زمانہ جاہلیت کی رسومات میں سے ایک رسم ہے۔ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں منتر پڑھ کر جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، لہٰذا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِعْرِضُوْا عَلَیَّ رُقَاکُمْ ، لَا بَأْسَ بِالرُّقٰی مَالَمْ یَکُنْ فِیْهِ شِرْكٌ.)) [1]

''تم لوگ اپنے دم، منتر (پڑھ کر) مجھے سناو، اگر ان میں شرک (کا کوئی کلمہ) نہیں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ شرکیہ دم جائز نہیں کیونکہ اس میں غیر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے، غیر اللہ سے دعا کی جاتی ہے اور غیر اللہ سے ہی شفا طلب کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ''شمع شبستان رضا'' ملاحظہ ہو۔ اس کتاب میں ایسے ایسے شرکیہ دم ہیں کہ جن کے ارتکاب سے انسان اپنے ایمان واسلام سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ جس کی پاداش میں وہ دنیا و آخرت (کے حقیقی اسباب مسرت) سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں ایسے غلیظ فعل سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

ہاں! اگر کسی کو ہمارے دعویٰ کے بارے میں شک ہو تو درج ذیل دم ملاحظہ ہو، جس میں

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب السلام، رقم: ٥٧٣٢ ـ سنن أبي داؤد، كتاب الطب، رقم: ٣٨٨٦

ان کے موجودہ اسلام نما کفر کی پوری تصویر مع خدوخال نظر آ رہی ہے:

[بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ ، كُلُّ هَمٍّ وَ غَمٍّ سَيَنْجَلِي بِنُبُوَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَبِولَا يَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ]

اس کی فضیلت میں یہ مرقوم ہے کہ:

١: بڑی سے بڑی مہم ودشواری ہو ہر روز (٤١) بار پڑھے ان شاءاللہ تعالیٰ بہت جلد آسان ہو۔

٢: برائے مریض جو زندگی سے مایوس ہو چکا ہو (٧) مرتبہ بارش کے پانی پر دم کر کے تاصحت پلائے ان شاءاللہ شفا پائے۔

٣: حُب کے لیے (٤٧) مرتبہ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے سارے بدن پر پھیر لیا کرے جس سے بات کرے مطیع ومسخر ہو، وغیرہ وغیرہ۔ [1]

قارئین کرام! صرف ایک ''دم'' بلاتبصرہ درج کر دیا ہے۔ تھوڑی بہت عقل وشعور رکھنے والا آدمی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ ''دم'' اسلامی نہیں بلکہ خالصتاً شرکیہ منتر ہے۔ اسلام سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو شرک کی دلدل سے نکال کر دامن توحید سے وابستہ کرے، اور عقیدہ توحید پر ہی قائم ودائم رکھے اور اس پر ہماری موت آئے۔ آمین یا رب العالمین۔

جائز اور مشروع دم:

البتہ وہ دم جو قرآنی آیات پر مشتمل ہو یا جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں یا اللہ تعالیٰ سے دعاء یا استغاثہ واستعاذہ ہے وہ ممنوع نہیں، بلکہ جائز اور مستحب ہے، کیونکہ وہ شرک سے پاک ہے۔ جیسا کہ سطور بالا میں روایت گزری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر اپنے دم پیش کرو، ایسے دموں میں کوئی مضائقہ نہیں جو شرک سے پاک ہوں۔''

---

[1] شمع شبستان رضا: ١/ ٦٠

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کیا بھی ہے اور آپ کو دم کیا بھی گیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دم کی بابت اَمر اور اجازت بھی ثابت و مشروع ہے۔ اگر یہ دم قرآن پاک کی آیات یا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر مشتمل ہے تو پھر مباح یا مأمور بہ ہے۔ اگر یہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں ہے تو پھر ممنوع ہے۔ بلکہ بعض اوقات کفر کی حدود کو چھو جاتا ہے ورنہ کم از کم شرک تو ضرور ہوتا ہے۔

ابن التین فرماتے ہیں: ''معوّذات اور اللہ عزوجل کے اسماء وصفات کے ساتھ دم کرنا طب ربانی ہے۔''

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جھاڑ پھونک کے جواز پر علماء کا اجماع ہے، لیکن اس کے لیے تین شرائط ہیں:

۱: وہ دم کلامِ الٰہی یا اسماء وصفات پر مشتمل ہو۔

۲: وہ عربی زبان میں ہو اور اس کا معنی ومفہوم واضح ہو۔

۳: دم کرنے والے اور کرانے والے دونوں کا یہ عقیدہ ہو کہ دم بذاتِ خود مؤثر نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے امر سے شفاء ملتی ہے۔'' [1]

امام محمد نے ''مؤطا محمد'' میں لکھا ہے کہ ''آیات و الفاظ قرآنی اور ذکر الٰہی کے ساتھ رقیہ (دم) کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر منتر ایسی زبان میں ہو کہ نہ سمجھی جائے تو پھر دم ٹھیک نہیں۔'' [2]

پس بجائے شرکیہ دموں کے اللہ رب العزت، رب الناس سے شفاء طلب کی جائے، اور نگاہ اس کی ذات اور قدرتِ کاملہ پر رہے۔

---

[1] تیسیر العزیز الحمید، ص: ۱۶۵۔۱۶۷۔ فتح المجید، ص: ۱۰۸۔ مغنی المرید: ۹۳۲/۳۔ کتاب التوحید از ڈاکٹر صالح بن فوزان، ص: ۱۳۶۔ طبعه دار الأندلس.

[2] مؤطا امام محمد، باب التعوذ والرقیة من المرض

۲۶۔ شرکیہ تعویذات

شرک کا ایک چور دروازہ ''شرکیہ تعویذات'' بھی ہے۔ عہد جاہلیت میں لوگ دھاگہ، چھلہ اور تعویذ وغیرہ بازو پر یا کندھے پر اس نظریہ سے لٹکاتے کہ یہ انہیں نظر بد اور جن و بخار سے بچائے گا۔ میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کرے گا، اور اسی طرح وہ لوگ چھلہ یا تعویذ بچوں کو بھی باندھ دیا کرتے تاکہ اُن سے مصائب دُور ہو جائیں، یہ سب اُمور شرکیہ اور جاہلانہ عادات ہیں، جنہیں اسلام نے باطل قرار دیا ہے۔ چنانچہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ.)) [1]

''جس شخص نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔''

بلکہ جو ان شرکیہ تعویذوں کی طرف رجوع کرتا ہے اس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی ہے، چنانچہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدْعَةً ، فَلَا وَدَعَ اللّٰهُ لَهُ.)) [2]

''جس نے تمیمہ لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کا کوئی کام پورا نہ کرے، اور جس نے ''ودعۃ'' سپی لٹکائی، اللہ تعالیٰ اسے کبھی آرام نہ دے۔''

---

[1] مسند أحمد: ٤/١٥٦، رقم: ١٧٤٢٢۔ معجم طبرانی كبير : ١٧/٨٨٥، مستدرك حاكم: ٤/٢١٩۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٤٩٢

[2] مسند أحمد، رقم: ١٧٤٠٤۔ اس کو شیخ شعیب الأرناؤوط نے حسن کہا ہے۔ مزید دیکھیے: شرح معانی الآثار، رقم: ٧٠٣٢۔ مسندأبی یعلی، رقم: ١٧٥٩، مستدرك حاكم: ٤/٤١٧، رقم: ٨٣٣٨۔ مجمع الزوائد: ٥/١٧٥، رقم: ٨٣٩٨، ط: جدید و قال الهيثمی : رواه أحمد و أبو يعلى و الطبرانی و رجالهم ثقات.

معلوم ہوا کہ یہ عمل دوہری وعید کا حامل ہے اولا: شرک۔ ثانیاً: رسول اللہ ﷺ کی بددعا۔عافانا اللہ منہ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی (زینب) کے گلے میں ایک تعویذ دیکھا، تو اسے پکڑ کر کاٹ دیا، اور فرمایا: ''عبداللہ کا خاندان شرک سے قطعی بے زار اور لاتعلق ہے۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ.))

''یقیناً جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور ''تولہ'' یعنی محبت پیدا کرنے کے منتر شرک ہیں۔''

اس پر لوگوں نے دریافت کیا، اے ابوعبدالرحمٰن! یہ دم اور تمائم کے متعلق تو ہمیں معلوم ہے، پس یہ ''تولہ'' کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''یہ ایسا منتر ہے جو عورتیں اپنے خاوندوں کی محبت حاصل کرنے کے لیے کرواتی ہیں۔'' ❶

ابن أبی حاتم نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک مریض کے بازو میں بندھا دھاگہ دیکھا تو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے کاٹ دیا، یا اُتار دیا، اور پھر قرآن کریم کی (یہ) آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ (یوسف: ۱۰۶)

''ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے تو ہیں، مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔'' ❷

قارئین! ''صحابی رسول ﷺ کا اس دھاگے کو کاٹنا یا اُتارنا اس عمل کے انکارِ شدید کی دلیل ہے، اگرچہ اس شخص نے اس دھاگے کو شفا کا ایک سبب قرار دیا تھا، لیکن اسباب تو صرف وہی جائز ہیں جن کی اباحت (جواز) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ثابت ہو،

---

❶ صحيح ابن حبان، كتاب الرقى والتمائم، رقم: ٦٠٥٨۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٣٣١، ٢٩٧٢۔ غاية المرام، رقم: ٢٩٩۔ تخريج الإيمان لإبن سلام: ٨١/٨٧.

❷ تفسير ابن أبى حاتم: ٢٢٠٨/٧، رقم: ٢٤٠

اور اس کے ساتھ ساتھ ان اسباب پر اعتماد نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے حصولِ شفاء کا اعتقاد ہو۔ اب حالانکہ اس دھاگے پر ''رقیہ'' یعنی صحیح دم کیا گیا تھا مگر صحابی رسول ﷺ نے اسے اُتار دیا تو وہ چیزیں بذاتِ خود شرک ہیں، جیسے تمائم، منکے اور طلاسم وغیرہ تو ان کا استعمال کس قدر خطرناک ہوگا؟ [1]

احادیث نبویہ ﷺ ان تعویذ گنڈوں اور اس قسم کے دیگر تمام افعال کی نہ صرف مذمت کرتی ہیں بلکہ انہیں ''شرکیہ افعال'' قرار دیتی ہیں، جیسا کہ سطورِ بالا میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے۔

دراصل دشمنانِ اسلام گمراہ صوفیوں کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں کافی عرصہ سے موجود ہیں، ان کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ مسلمان رشد و ہدایت کے سرچشمہ قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے احکامات پر عمل پیرا نہ ہوسکیں، قرآن مجید سے لاپرواہی برتنے کے بعد انہیں صحیح احادیث سے دُور کرنے کے لیے کسی زیادہ محنت کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کیونکہ ذخیرۂ حدیث میں رطب و یابس ملا دینا ان کے لیے مشکل کام نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے تین لاکھ سے زیادہ احادیث وضع کر کے مسلمانوں میں رائج کر دیں۔ نتیجۃً مسلمانوں کے ایمان و عمل میں وہ بگاڑ پیدا ہوا اور شرک و بدعت کے شجر خبیثہ کی ایسی آبیاری ہوئی کہ جس کے ترش، کسیلے اور کڑوے پھل آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔

دشمنانِ اسلام مسلمانوں کو براہِ راست تو قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی تعلیمات سے بیگانہ بنانے کی جرأت تو نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ انہوں نے سوچا کہ مسلمان آج قرآن مجید سے والہانہ محبت اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں کچھ مخصوص سورتوں کے فضائل پر یقین رکھتے ہیں۔ مثلاً: ''سورۃ الملک'' کو روزانہ رات کو پڑھتے رہنے سے عذابِ قبر سے حفاظت، جمعہ کے دن ''سورۃ الکھف'' پڑھنے سے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک خیر و برکت اور فتنہ دجال سے حفاظت وغیرہ یا ''معوذتین'' کی تلاوت کے ذریعہ لبید بن عاصم یہودی کے جادو کے اثر

---

[1] تیسیر العزیز الحمید، ص: ۱۶۱۔۱۶۲۔ توحید إله العالمین: ۱/ ۱۸۵۔ مغنی المرید: ۳/ ۸۷۸

کو دُور کرنے کے لیے خود رسول اللہ ﷺ کے واقعہ وغیرہ۔ لہٰذا کیوں نہ اسی راستے سے ان کے ایمان وعمل کے قلعہ میں شگاف ڈالا جائے؟ اور یہ لوگ قرآن وسنت کے تقاضوں سے بے بہرہ ہو جائیں، چنانچہ انہوں نے بڑی سمجھ داری سے پورے قرآن مجید کی ایک ایک سورۃ کے بے شمار فوائد وفضائل تصنیف کیے اور جاہل صوفیوں نے ان موضوع ومن گھڑت روایات کو مشہور اور رائج کر دیا۔ اور انہیں یہ پٹی پڑھائی کہ اس طرح جو مسلمان تلاوت قرآن سے لاپرواہ ہیں، ان فضائل وفوائد کو سن کے بہت زیادہ قرآن کی طرف راغب ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر محمود طحان اپنی کتاب ''تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۸۹، ۹۰'' میں رقم کرتے ہیں:

''واضع اپنی دانست میں لوگوں کو نیکی اور خیر کی ترغیب دینے کا حریص ہوتا ہے۔ یا انہیں منکرات سے روکنا چاہتا ہے۔ اور کچھ باتیں بنا کر احادیث کی صورت میں بیان کرتا ہے۔ ایسے لوگ بالعموم بظاہر زاہد اور صوفی منش سے ہوتے ہیں۔ اور یہ سب سے بدترین وضاع شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ لوگ ان کے ظاہری زہد وتقویٰ کے باعث ان کی باتوں کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ مثلاً: میسرہ بن عبدربہ سے امام ابن حبان رحمہ اللہ اپنی کتاب '' الضعفاء'' میں ابن مہدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے میسرہ سے پوچھا کہ آپ یہ احادیث کہاں سے لاتے ہیں کہ اگر کوئی فلاں فلاں چیز پڑھے تو اسے یہ یہ اجر وثواب ملتا ہے وغیرہ۔ تو اس نے جواب دیا کہ یہ باتیں میری اپنی خود ساختہ ہوتی ہیں۔ میں اس طرح لوگوں کو خیر اور نیکی کی طرف راغب کرتا ہوں۔'' [1]

مزید برآں دشمنانِ اسلام نے جب دیکھا کہ ہر شخص کے لیے قرآنِ مجید کی تمام بڑی بڑی سورتوں کو زبانی یاد کرنا محال ہے تو انہوں نے عوام الناس کی آسانی اور سہولت کے لئے قرآن کے حروف تہجی کے اعداد بنا ڈالے، اور اس علم الأعداد کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا، تا کہ ان کے تعلق سے اس علم الأعداد پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

---

[1] تفصیل دیکھئے: تدریب الراوی ۱/ ۲۸۳.

یہود اور مجوسیوں نے حروفِ تہجی کو اس طرح اعداد میں تبدیل کیا تھا:

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰
س	ع	ف	ص	ق	ر	ش
۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰
ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

اس طرح حروفِ تہجی کے ہر حروف کے عدد اسی کے قائم مقام قرار پائے۔ [1]

''انہوں نے پھر ہر عدد کو ایک خاص تاثیر کا حامل قرار دیا، اور تعویذ و طلسم لکھ کر عوام میں تقسیم کرنے شروع کر دیئے۔ اس طرح عوام بہت جلد ان کے معتقد ہو گئے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے قرآنی آیات کے نقوش مرتب کر کے ان سے غیر معمولی فوائد منسوب کر دیئے، چنانچہ کچھ عرصہ بعد ''تصوف'' اور ''تعویذ'' لازم وملزوم ہو گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی آیات پر عمل کرتے تھے۔ ان صوفیاء کے زیر اثر آ کر مسلمانوں نے قرآنی آیات لکھ کر گلے میں ڈالنا شروع کر دیا اور عمل چھوڑ دیا۔'' [2]

باطنی شیعوں نے علم الاعداد کیوں ایجاد کیا تھا؟ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کے ذریعہ عوام کے قلوب و اذہان کو بغیر کسی قیل وقال کے بہت جلد اور بڑی آسانی سے متاثر کیا جا سکتا تھا۔ مثال کے طور پر شیعوں کے مزعومہ بارہویں امام کی پیدائش سنہ ۲۵۶ھ بیان کی جاتی

---

[1] جدول ملاحظہ کریں شمع شبستان رضا ۲/۳۳.

[2] اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ص:۱۶۶.

ہے۔ اس تاریخ کی عظمت روحانی کا ثبوت دلائل کے بجائے علم الاعداد کی مدد سے مہیا کیا گیا۔ عوام کو بتایا گیا کہ دیکھو! ''نور'' کے عدد بھی ''۲۵۶'' ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ بارہویں امام مہدی نور ہیں!!

اسی طرح ''حَيٌّ'' کے عدد ''۱۸'' ہیں اس لئے ''۱۴'' معصومین ائمہ اور ''۴'' ابواب یعنی یہ ''۱۸'' افراد بھی ''حَيٌّ'' یعنی زندہ ہیں۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے حروف کے عدد ''۱۹'' ہیں، اس لیے ''۱۹ کا عدد مبارک ہے، یہی وجہ ہے کہ ''بہائی شیعوں'' کا مہینہ ''۱۹'' دن کا ہوتا ہے۔

بہاء اللہ'' بانی مذہب بہائی'' نے سنہ ۱۲۶۱ء میں ''ظہورِ حق'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے پیروؤں نے عوام کو مسحور کرنے کے لئے دلیل یہ دی کہ ''ظہور الحق'' یعنی بہاء اللہ کے لقب کے عدد بھی ۱۲۶۱'' ہی ہیں۔ اسی طرح چونکہ ''۹'' کا عدد کامل ہے۔ اس لئے جس شہر میں ''۹'' بہائی ہو جائیں وہاں پر بہائی شیعوں کی ''محفل'' قائم کی جاسکتی ہے۔ [1]

مزید برآں ''شمع شبستان رضا از اقبال احمد نوری، طبع، شہباز پبلشرز، لاہور'' کا مطالعہ کیجئے گا، اس کتاب کی جلد ۳، صفحہ ۶۷ پر'' سورۂ نور'' کے جو خواص درج کئے گئے ہیں وہ ملاحظہ ہوں: ''اگر احتلام کثرت سے ہوتا ہو، تین بار ''سورۂ نور'' پڑھ کر دم کرے، اور زبان بندی اعداء کے واسطے پانچ بار پڑھے، اور اگر نقش لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وسواس شیطانی سے محفوظ رہے گا۔ اس کے کل اعداد ''۴۰۲۴۵۷'' ہیں۔ اور چال خانہ پنجم میں ہے، نقش یہ ہے:

۱۰۰۶۰۶	۱۰۰۶۲۰	۱۰۰۶۱۷	۱۰۰۶۱۴
۱۰۰۶۱۸	۱۰۰۶۱۳	۱۰۰۶۰۷	۱۰۰۶۱۹
۱۰۰۶۱۲	۱۰۰۶۱۵	۱۰۰۶۰۲	۱۰۰۶۰۸
۱۰۰۶۲۱	۱۰۰۶۰۹	۱۰۰۶۱۱	۱۰۰۶۱۶

قرآنِ عظیم پر یہ ظلم تو شاید کفار نے بھی نہیں کیا ہوگا، بہر حال باطنی اپنے مقصد میں

[1] باب کی نئی تاریخ، مؤلفہ براؤن، ضمیمہ دوم، ص: ۳۲۸، ۳۲۹.

کامیاب ہو گئے، موجودہ دور میں مسلمانوں کے اندر تعویذ، گنڈوں کا غیر معمولی رواج اور عملیات و فال گیری کی گرم بازاری اور قرآنی آیات اور اس کے نقوش کو دھو دھو کر پینے پلانے کا مشغلہ تصوف کی برکات سے گھر گھر مسلمانوں میں رواج پا گیا ہے۔

قرآنِ مجید کی متعین اور مخصوص سورتوں کے جو خواص کتب احادیث میں درج ہیں، ان کے علاوہ باقی وہ سب روایتیں موضوع ہیں۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کو اپنا ہر کام ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر شروع کرنا چاہیے۔ ''بسم اللہ'' چونکہ قرآن کا جزو ہے اس لئے برکت کے علاوہ اس کے پڑھنے سے دوسرا اہم فائدہ یہ ہے کہ قرآن کے ہر حرف پڑھنے یا لکھنے پر چونکہ دس نیکیاں ملتی ہیں اس لئے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' جو انیس (۱۹) حروف پر مشتمل ہے اس کو پڑھنے یا لکھنے والے کو گویا ہر مرتبہ ''۱۹۰'' نیکیاں ملتی ہیں، مگر ان ظالموں نے مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ چونکہ ہر جگہ ''بسم اللہ'' لکھنے سے ان قرآنی حروف کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے، اس لئے اپنی تحریروں میں خاص کر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بجائے اعداد ''۷۸۶'' لکھا کریں۔ اس طرح مسلمانوں نے اپنی سادہ لوحی میں ''۷۸۶'' کے اعداد کو اپنا کر خود کو ہر دفعہ ''۱۹۰'' نیکیوں سے محروم کر لیا۔

بہر حال اس علم الاعداد کے سہارے ان دشمنانِ اسلام نے صوفیاء کا بھیس بدل کر مسلمانوں میں تعویذ گنڈوں کا رواج دیا اور مسلمانوں کا بڑا طبقہ اللہ تعالیٰ کو بھول کر شرک و بدعت کی شاہراہ پر سرپٹ دوڑنے لگا۔ (عافانا الله منه) [1]

حالانکہ حروفِ ابجد وغیرہ لکھ کر حساب کرنا اور علم نجوم سیکھنا شرکیہ اُمور میں سے ہے، جو لوگ اس علم کو سیکھتے ہیں، اس کے ذریعہ سے حساب کرتے ہیں، لوگوں کی بیماریاں جانچتے ہیں، ان کے متعلق سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((إِنَّ قَوْمًا يَحْسِبُوْنَ أَبَاجَادٍ، وَيَنْظُرُوْنَ فِي النُّجُوْمِ ، وَلَا أَرٰى لِمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْ خَلَاقٍ.)) [2]

---

[1] ملخص از اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، ص: ۱۵۹، ۱۶۲. بتغير يسير

[2] مصنف عبدالرزاق: ۱۱/ ۲۶، رقم: ۱۹۸۰۵۔ سنن الكبرىٰ للبيهقي: ۸/ ۱۳۹۔ اس کی سند صحیح ہے، دیکھئے: مغني المريد: ۵/ ۱۸۹۴

''یقیناً جو لوگ حروفِ ابجد لکھ کر (لوگوں کی بیماریوں وغیرہ کا) حساب کرتے اور علمِ نجوم سیکھتے ہیں، میرے نزدیک ان کا (آخرت میں) کوئی حصہ اور اجر نہیں۔''

پس حروفِ ابجد کے لکھے ہوئے تعویذات شرکیہ ہیں، ایسے تعویذ لٹکانے سے انسان مشرک قرار پاتا ہے۔

قرآنی تعویذات لٹکانے کا حکم:

قرآنی تعویذات لٹکانے کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ یہ چند وجوہ کے باعث ناجائز ہے، صحابہ کرام وتابعین عظام رحمہم اللہ کا صاف صاف فرمان ہے کہ تعویذ لٹکانا منع ہے، اور یہ برگزیدہ لوگ دوسروں کی نسبت زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ماننے اور جاننے والے ہیں۔ چنانچہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد) فرماتے ہیں:

((كَانُوا يَكْرَهُونَ التَّمَائِمَ كُلَّهَا مِنَ الْقُرْآنِ وَغَيْرِ الْقُرْآنِ.)) [1]

''صحابہ کرام تمام تعویذوں کو حرام قرار دیتے تھے، خواہ وہ قرآنی آیات سے ہوں یا قرآن پاک کے علاوہ کسی اور چیز سے ہوں۔''

فائدہ:...... اس زمانہ میں ''مکروہ'' بول کر حرام مراد لیا جاتا تھا۔ یہ حرمت اور ممانعت تین اسباب سے ہے:

(۱) تعویذ لٹکانے کی ممانعت کا حکم عام ہے، لہٰذا قرآنی تعویذات بھی اس میں داخل ہیں، تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

(۲) قرآنی تعویذ لٹکانا، غیر قرآن سے بنے ہوئے تعویذوں کے لٹکانے کا بہانہ بن جائے گا، اور لوگوں کو اس سے منع کرنا مشکل ہو جائے گا۔

(۳) قرآنی تعویذ لٹکانا اس کی بے حرمتی کا سبب ہوگا، کیونکہ قرآنی تعویذ لٹکانے والا بیت الخلاء ضرور داخل ہوگا۔ [2]

---

[1] تيسير العزيز الحميد، ص: ۱۷٤.

[2] قرة عيون الموحدين، ص: ۹۹، ۱۰۰.

۲۷۔ فتنۂ وطنیت

شرک کا ایک چور دروازہ وطن پرستی بھی ہے۔ وطن پرستی دین کی موت ہے، جب کوئی قوم وطن پرستی کے فتنہ میں مبتلا ہوجاتی ہے اور یہ نظریہ اختیار کرلیتی ہے کہ ''قومیں اوطان'' سے بنا کرتی ہیں، اور آب وگل کی پرستش میں منہمک ہوجاتی ہے تو اس وقت سے ہی وہ شرک کی لعنت کا طوق گلے میں پہن کر اپنے خالق حقیقی کو ناراض کرلیتی ہے، جس کے سبب اس کی تنزلی شروع ہوجاتی ہے۔ بلکہ وہ اپنی عاقبت برباد کر بیٹھتی ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

قزمان بن حارث نے غزوۂ اُحد میں شدید لڑائی کی، چھ سات مشرکین کو تنہا موت کے گھاٹ اتارا، مگر رسول اللہ ﷺ نے اسے جہنمی قرار دیا۔

((أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ.))

''یقیناً وہ جہنمی ہے۔''

کیوں؟ اس لئے کہ اس نے یہ لڑائی محض اپنی قوم اور وطن کی نام آوری کی خاطر لڑی تھی، اس نے صحابہ کے سامنے خود اپنی زبان سے اقرار کیا تھا۔

((وَاللّٰهِ مَا قَاتَلْنَا إِلَّا عَلَى الْأَحْسَابِ.)) [1]

''اللہ کی قسم! ہم نے خاندانی شرافت اور حسب کی خاطر لڑائی لڑی۔''

خاندانی شرافت، عظمت اور افتخار کی خاطر لڑنے والا تو جہنمی ہوا، اور جو محض اپنے وطن کے غلبہ اور تسلط کی خاطر لڑے، وہ؟

---

[1] الاصابة لإبن حجر ۵/۳۳۵، ترجمة رقم: ۷۱۲۳.

یقیناً وطن کی حفاظت و پاسبانی کی خاطر قتال لازمی ہے، مگر اس سے ''اعلاءِ کلمۃ اللہ'' اور صرف ''رضائے الٰہی'' مقصود ہو۔ وطن کی سرحدوں کی حفاظت لازمی اُمر ہے! مگر بایں فکر و نظر کہ دشمنانِ اسلام کی مدافعت اور مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت ہوگی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.)) [1]

''جو شخص اللہ کے کلمے کو سربلند کرنے کے لئے لڑے، وہ اللہ عزوجل کی راہ میں (لڑتا) ہے۔''

اشکال :......وطن پرست اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حُبُّ الْوَطْنِ مِنَ الْاِيْمَانِ.))

''وطن سے محبت کرنا ایمان سے ہے۔''

ازالہ :......لیکن یہ روایت موضوع ہے، علامہ البانی'' سلسلة الاحاديث الضعيفه ١/ ١١٠ رقم: ٣٦ '' میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔ جیسا کہ صغانی (ص ٧) وغیرہ نے کہا ہے۔ اور اس کا معنی بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ وطن انسان کو جان و مال کی طرح عزیز ہوتا ہے۔ اور جان و مال سے محبت کرنے پر انسان ممدوح نہیں ٹھہرتا، اور نہ ہی یہ لوازم ایمان سے ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آج مسلمان ہوں، یا کافر، عموماً ہر کوئی اپنے وطن سے محبت کرتا ہے۔'' انتھی

---

[1] صحيح بخارى، كتاب العلم، رقم: ١٢٣.

۲۸۔ کلماتِ کفر

حضرتِ انسان پر اللہ تعالیٰ کے بے پاں احسانات ہیں، جنھیں وہ اپنے احاطۂ شمار میں نہیں لاسکتا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ﴾ (ابراهيم : ٣٤)

''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو نہیں گن سکو گے۔''

اس نے اسے دو آنکھیں دیں جن کے ذریعہ وہ دیکھتا ہے اور زبان دی جس کے ذریعہ وہ کلام کرتا ہے۔

﴿ أَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ ﴾ (البلد : ٨ـ٩)

''کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائی ہیں، اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے ہیں۔''

ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا شکر گزار بندہ بنے، اور انہیں ارتکابِ معاصی کے لیے استعمال نہ کرے، کیونکہ ان نعمتوں کو ارتکابِ معاصی کے لیے استعمال کرنا کفر اور شرک ہے۔ مثلاً قسم زبان سے کھائی جاتی ہے اور اللہ کی قسم کھانا عبادت ہے، اور اللہ کا حق ہے، پس اگر کوئی شخص اس زبان کے ساتھ غیر اللہ کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ مشرک ہو جائے گا۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا:

((لَا وَالْكَعْبَةِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ! إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ.)) [1]

[1] صحيح سنن ابو داؤد، كتاب الأيمان والنذور، رقم: ٣٢٥١، سنن ترمذى، ابواب الأيمان والنذور، رقم: ١٥٣٥، صحيح ابن حبان، رقم: ٤٣٥٨.

''نہیں! کعبہ کی قسم! تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔''

غیر اللہ کی قسم کھانے والی بے ہودہ عادت اور شرکیہ طرز آج بکثرت عوام میں رائج ہے، چنانچہ جاہلوں میں یہ رجحان عام ہوتا جارہا ہے کہ اللہ کی قسم کھانے پر کہنے والے کی بات کو سچ نہیں سمجھا جاتا، جب تک وہ غیر اللہ کی قسم نہ کھالے۔ مثلاً اولاد کی قسم کھانا، پیغمبر کی، پیر کی اور رزق وغیرہ، اور یہ کلمات کفر سے ہے۔

ان حالات میں علماء اسلام کا فرض ہے کہ وہ عوام میں صحیح دینی اسپرٹ اور بیداری کو عام کریں، راست اور درست عقائد لوگوں کو سکھلائیں۔ اور خاص طور سے ان کفریہ وشرکیہ امور سے بچنے کی تلقین کریں، (شرکیہ وکفریہ کلمہ) غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کئی احادیث میں وارد ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ وَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ.)) [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے آباء واجداد کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، اس لیے جسے قسم کھانا ہو، اس کو چاہیے کہ یا تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے۔''

پس غیر اللہ کی قسم اٹھانا ''کلماتِ کفر وشرک'' سے ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

قضاء قدر پر ایمان نہ رکھتے ہوئے لفظ ''لَوْ'' (اگر) کا استعمال بھی شرک ہے، چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نفع بخش چیز کے حصول کے لیے انتھک جدوجہد کرو، اور تمام امور میں صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرو، ایسا نہ ہو کہ تقدیر پر بھروسہ کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جاؤ، انتہائی جدوجہد کے باوجود بھی اگر مقصود حاصل نہ ہو تو ایسا ہرگز نہ کہو کہ ''اگر'' یوں کرتا تو یوں ہوتا۔ بلکہ یہ کہو کہ اللہ نے جو مقدر کیا اور چاہا وہی

---

[1] صحیح بخاری

ہوا۔ کیونکہ ''لَوْ '' (اگر) شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ [1]

قارئین کرام! عوام سے کچھ کلماتِ عام طور پر سننے میں آتے رہتے ہیں، جو کہ درحقیقت کلماتِ کفر ہیں۔ مثلاً:

۱: اے اللہ عزوجل! مجھے رزق دے، اور مجھ پر تنگدستی ڈال کر ظلم نہ کر۔

ایسا شخص کافر ہے۔ دیکھئے فتاویٰ عالمگیری ۲۶۰/۳۔

اس لیے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ ﴾ (حمٓ السجدة: ٤٦)

''اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔''

۲: کہتے ہیں اللہ عزوجل صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ میں کہتا ہوں یہ سب بکواس ہے۔

دراصل یہ نظریہ حلولیہ اور اتحادیہ کا ہے، جو کہ سراسر شرک اور کفر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ١٥٣)

''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

۳: کسی کی موت واقع ہوگئی اس پر دوسرے شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

یہ کلمہ بھی کفریہ ہے، اس لیے کہ اللہ عزوجل جو کرے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔

﴿ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ ط ﴾ (الأنبياء: ٢٣)

''اس کے کاموں کے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جا سکتا۔''

۴: یہ کہنا کہ ''آپ ﷺ نورِ محض تھے۔ جب آپ ﷺ دھوپ یا چاندنی میں چلتے،

---

[1] صحيح مسلم، كتاب القدر، باب الإيمان بالقدر والإيمان، سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، رقم: ٤١٦٧، صحيح ابن حبان، رقم: ٥٦٩٢.

آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔'' ❶

مولوی احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں: ''حضور علیہ السلام کا بدن مبارک بھی نور تھا۔'' ❷

اب ان ہفوات کے جائزہ کے لیے آیاتِ قرآنی ملاحظہ ہوں:

حالانکہ قرآنِ مجید میں اللہ ربّ العزت نے رسول اللہ ﷺ کو یہ واضح اعلان کرنے کا حکم فرمایا:

﴿ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۹۳)

''کہ میں تو بشر رسول ہوں۔''

آپ ﷺ کے نور ہونے کا دعویٰ کرنے والے حضرات کو چاہیے کہ وہ قرآنِ مجید میں سے رسول اللہ ﷺ کے بارے ﴿ نُوْرًا رَسُوْلًا ﴾ کے الفاظ دکھلا دیں تو یہ ان کے دعویٰ کی دلیل ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ جو غلطی کفار کو لگی تھی، وہی غلطی ان کو بھی لگی ہے۔ وہاں بھی سوچ یہ تھی کہ رسول یا نبی کسی فرشتے کو ہونا چاہیے، اور یہاں بھی نوری رسول کا تصور کارفرما ہے۔

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾

(یوسف: ۱۰۹)

''اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب کے سب بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی تھے، جن کی طرف ہم وحی بھیجتے رہے۔''

ظاہر ہے کہ ان بستیوں میں انسان ہی رہتے تھے، اور انہی میں سے اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا، تاجِ نبوت پہنایا۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

---

❶ نفي الفيء عمّن انار بنوره کل شيء، بریلوی، مجموعه رسائل، ص: ۱۹۹، طبع کراچی۔

❷ میلاد النبی، ص: ۱۵۔

انہی کفریہ کلمات میں سے ایک کلمہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور ایک ہی وقت میں اپنے جسم مبارک سمیت کئی مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں۔ ایک بزرگ نے اپنے انتقال کے بعد فرمایا: ''میرا جنازہ جلدی لے چلو، حضور ﷺ جنازے کا انتظار فرما رہے ہیں۔'' [1]

شریعت اسلامیہ میں اس قسم کی ہفوات بکنے کی قطعاً گنجائش نہیں، اب اس قول کا تقابل اللہ تعالیٰ کے قرآن سے کیجیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ○ ﴾ (یوسف : ۱۰۲)

''یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے، جو وحی کے ذریعہ سے ہم آپ ﷺ کو بتلاتے ہیں اور آپ ان (برادرانِ یوسف) کے پاس اس وقت موجود نہ تھے، جب کہ انہوں نے اپنی بات پر اتفاق کر لیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے۔''

بھلا ہم قرآنِ کریم کی بات مانیں یا ان کتابوں میں اڑائی ہوئی ہوائیوں کو؟

فَاعْتَبِرُوْا يٰأُولِي الْاَبْصَارُ

والله ولي التوفيق والسداد وصلى الله على نبيه محمد و على آله وصحبه وسلم.

---

[1] تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر، احمد سعید کاظمی، ص: ٦٥، طبع سکھر۔